اجمالی فہرست

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حصہ ہفدہم (17)		رہن یا راہن یا مرتہن کئی ہوں اس کا بیان	721
تحری کا بیان	661	مرہون میں تصرف کا بیان	728
احیاء موات کا بیان	662	رہن میں جنایت کا بیان	735
شُرب کا بیان	665	جنایات کا بیان	744
اشربہ کا بیان	670	اطراف میں قصاص کا بیان	762
شکار کا بیان	675	حصہ ہیژدہم (18)	
جانوروں سے شکار کا بیان	683	پیش لفظ	766
رہن کا بیان	694	عرضِ حال	767
شے مرہون کے مصارف کا بیان	708	جنایات کا بیان	769
کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں	709	قصاص کہاں واجب ہوتا ہے کہاں نہیں	780

www.dawateislami.net

اطراف یعنی اعضاء میں قصاص کا بیان	788	قسامت کا بیان	899
جدید تصنیف کا آغاز	790	عاقلہ کا بیان	913
آنکھ میں قصاص کے احکام	791	حصہ نہم (19)	
کان میں قصاص کے احکام	794	تذکرہ	914
ناک میں قصاص کے احکام	795	مقدمہ	929
ہونٹ میں قصاص کے احکام	795	وصیت کا بیان	933
زبان میں قصاص کے احکام	796	مسائل فقہیہ	936
دانت میں قصاص کے احکام	796	وصیت سے رجوع کرنا جائز ہے	943
انگلیوں میں قصاص کے احکام	800	وصیت کے الفاظ	945
ہاتھ میں قصاص کے احکام	801	ثلث مال کی وصیت کا بیان	952
قتل اور قطع عضو دونوں کے جمع ہونے کا بیان	806	کس حالت میں وصیت معتبر ہے	966
قتل پر گواہی کا بیان	813	کون سی وصیت مقدم ہے کون سی مؤخر	968
اقرارِ قتل کا بیان	819	اقارب وہمسایہ کے لیے وصیت کا بیان	970
قتل کے اعتبار کی حالت کا بیان	829	مکان میں رہنے اور خدمت کرنے، درختوں کے پھلوں، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی وپیداوار کی وصیت کا بیان	976
دیت یعنی قتل پر خون بہا کا بیان	830		
زبان کی دیت کا بیان	836		
چہرے اور سر کے زخموں کا بیان	842	متفرق مسائل	988
حمل کو نقصان پہنچانے کا بیان	845	وصی اور اس کے اختیارات کا بیان	993
بچوں سے متعلق جنایات کے احکام	850	وصیت پر شہادت کا بیان	1014
دیوار وغیرہ گرنے سے حادثات کا بیان	857	ذمی کی وصیت کا بیان	1015
راستہ میں نقصان پہنچنے کا بیان	871	حصہ نہم (19) ضمیمہ	
جانوروں سے نقصان کا بیان	885	ارتسام	1018

www.dawateislami.net

مقدمہ	1021
اسلام اور علم کی اہمیت	1027
علم فقہ کی فضیلت	1033
شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام	1035
آداب الافتاء	1054
طبقات الفقہاء	1057
اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور مآخذ	1066
تخفیفات شرعیہ وتیسیر کی مفصل بحث	1077
حصہ بستم (20)	
پیش لفظ	1106
اِن حقوق کا بیان جن کا تعلق میت کے ترکہ سے ہے	1111
میراث سے محروم کرنے کے اسباب	1112
اصحابِ فرائض کا بیان	1114
عصبات کا بیان	1130
حَجب کا بیان	1133
حصوں کے مخارج کا بیان	1135
عول کا بیان	1138
اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان	1140
ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا اصول	1146
وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ	1147
قرض خواہوں میں مال کی تقسیم	1150
تخارج کا بیان	1151
رد کا بیان	1152
مناسخہ کا بیان	1157
ذوی الارحام کا بیان	1160
مخنثین کی میراث کا بیان	1174
حمل کی وراثت کا بیان	1175
حمل کا حصہ نکالنے کا طریقہ	1176
گم شدہ شخص کی وراثت کا بیان	1181
مرتد کی وراثت کا بیان	1182
قیدی کی وراثت کا بیان	1183
حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان	1183

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے نیند سے بیدار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہ، اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ کَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ دس دس مرتبہ پڑھا تو ہر اُس گناہ سے بچالیا جائے گا جس کا اسے خوف ہو اور کوئی گناہ اس تک نہ پہنچ سکے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب إذا تعارّ من اللیل، الحدیث:۱۷۰۶۱ ج۱۰، ص۱۷٤)

www.dawateislami.net

تفصیلی فہرست

مضامین	صفحہ
سترھواں حصہ 17	
تحری کابیان	661
احیاء موات کا بیان	662
شِرب کا بیان	665
اشربہ کا بیان	670
شکار کا بیان	675
جانوروں سے شکار کا بیان	683
رھن کا بیان	694
شے مرھون کے مصارف کا بیان	708
کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں	709
باپ یا وصی کا نابالغ کی چیز کو رہن رکھنا	718
رھن یا راھن یا مرتھن کئی ھوں اس کا بیان	721
متفرقات	723
کسی معتبر شخص کے پاس شے مرہون کو رکھنا	724
مرھون میں تصرف کا بیان	728
رھن میں جنایت کا بیان	735
متفرقات	737
جنایات کا بیان	744
کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں	754
اطراف میں قصاص کا بیان	762
عرضِ حال	764
اٹھارواں حصہ (18)	
پیش لفظ	766
عرضِ حال	767

مضامین	صفحہ
جنایات کا بیان	769
جنایات کے بارے میں قرآنی آیات	769
جنایات کے بارے میں احادیث	770
ناحق قتل کے اقسام	776
قتل عمد کس کو کہتے ہیں	776
جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہوسکتی ہے	777
قتل عمد کی سزا کا بیان	777
شبہ عمد کس کو کہتے ہیں اور اس کے احکام	778
قتل خطا کا بیان اور اس کی صورتیں	778
قتل قائم مقام خطا کا بیان	779
قتل کی پانچویں قسم قتل بالسبب کا بیان	779
قصاص کہاں واجب ھوتا ھے کہاں نہیں	780
قصاص شبہ سے ساقط ہوجاتا ہے	780
قصاص کے ساقط ہونے کا قاعدہ	780
مرتد کے قتل میں قصاص نہیں	781
اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا تو قصاص نہیں	782
قاتل نے کسی طرح بھی قتل کیا ہو قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا	782
جن جب سانپ کی شکل میں ہو تو اس کے قتل میں قصاص نہیں	782
قاتل کو اگر مقتول کے ولی کے علاوہ کسی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا	783
زخمی نے مرنے سے پہلے معاف کردیا تو یہ معافی جائز ہے	784
بددعا سے ہلاک کرنے اور زہر دینے کا حکم	784
قاتل چند ہوں تو اس کے احکام	785
ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کا حکم	785
حملہ آور کو اپنے بچاؤ کے لیے قتل کردینے میں قصاص نہیں	786

www.dawateislami.net

عنوان	صفحہ
چورمال چھوڑ کر بھاگ جائے تو قتل کرنے کی اجازت نہیں	787
چور کو مار ڈالا تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں	787
قصاص کے ہبہ کرنے اور معاف کرنے کے احکام	787
ولیِ مقتول کا معاف کرنا صلح سے افضل ہے	787
اطراف یعنی اعضاء میں قصاص کا بیان	**788**
کان کاٹنے میں قصاص ہے	789
قصاص میں اعضاء کی مماثلت کا بیان	791
دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں	791
آنکھ میں قصاص کے احکام	**791**
بھینگے اور کانے کی آنکھ میں قصاص کا حکم	792
کسی کی آنکھ کو زخمی کیا اور پتلی پر جالا آ گیا تو تاوان لیا جائے گا	793
بچے کی آنکھ میں قصاص کا حکم	793
آنکھ کے آپریشن کا حکم	794
اگر کسی نے ناقص کان کاٹا تو انصاف کے ساتھ تاوان ہے	794
ناک میں قصاص کے احکام	795
اگر ناک کا کچھ حصہ کاٹا تو اس میں تاوان لیا جائے گا	795
ہونٹ میں قصاص کے احکام	795
زبان میں قصاص کے احکام	796
دانت میں چھوٹے بڑے کا اعتبار نہیں	796
فالتو دانت توڑنے میں تاوان لیا جائے گا	796
اگر کسی نے دانت کا بعض حصہ توڑ دیا تو ان کا حکم	796
دانت ہل گیا اگر اُکھڑا نہیں تو اس کا حکم	797
اکھاڑے میں لڑتے ہوئے دانت ٹوٹ جائے یا اُکھڑ جائے تو اس کا حکم	797
کسی نے عیب دار دانت توڑ دیا تو اس کا حکم	798
کسی نے بچے کے دانت اکھیڑ دیئے تو اس کا حکم	798
کسی کو کاٹتے وقت دانت گر جائے تو اس کا حکم	799
ڈاکٹر نے غلطی سے مریض کا صحیح دانت اُکھاڑ دیا تو اس کا حکم	800
مریض کے دانت اُکھاڑنے کا حکم	800
کسی بچے نے بچے کا دانت توڑ دیا تو اس کا حکم	800
انگلیوں میں قصاص کے احکام	**800**
چھٹی انگلی کاٹنے کا حکم	801
ہاتھ میں قصاص کے احکام	801
ہاتھ یا انگلی کاٹنے میں قصاص کا حکم	802
کسی نے کسی کی انگلی کاٹ دی، اس نے قاطع کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا تو اس کا حکم	803
متعدد لوگوں کے ہاتھ کاٹنے والے کا حکم	804
کسی نے انگلیاں کاٹ دیں اور زخم اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے پہنچا کاٹ دیا تو اس کا حکم	805
چند آدمیوں نے ایک ہی چھری کو پکڑ کر کسی کا کوئی عضو قصداً کاٹ دیا تو اس کا حکم	805
عضوِ تناسل کاٹنے پر قصاص کا بیان	805
خصی یا نامرد کا عضوِ تناسل کاٹ دیا تو اس کا حکم	806

www.dawateislami.net

بچہ کا عضو تناسل کاٹ دیا تو اس کا حکم	806
اگر عورت نے کسی کا عضو تناسل کاٹا تو اس کا حکم	806
قتل اور قطع عضو دونوں کے جمع ہونے کا بیان	**806**
قتل کی سولہ۱۶ صورتوں میں ہر ایک کا حکم	807
اگر کسی شخص کو نوے کوڑے مارے پھر دس کوڑے مارے جس کی وجہ سے وہ مرگیا تو اس کا حکم	808
اگر کسی نے کسی کا عضو کاٹ دیا اور زخمی نے قاطع کو معاف کردیا اس کے بعد زخمی زخم کی وجہ سے مرگیا تو اس کا حکم	808
قطع عضو یا زخم کے معاف کرنے کا بیان	808
اگر ماں نے بچہ کو ادب کے لیے مارا اور بچہ مرگیا تو اس کا حکم	809
قصاص و دیت کے متعلق متفرق احکام	809
کسی نے کسی کو گولی ماری اور وہ گولی اس کے جسم سے پار ہو کر دوسرے کو لگی اور دونوں مرگئے تو اس کا حکم	809
کسی پر سانپ گرا اور اس نے اس کو دوسرے پر پھینکا دوسرے نے تیسرے پر پھینکا اور اس نے کاٹ لیا اور وہ مرگیا تو اس کا حکم	809
باپ کے ساتھ مل کر اجنبی نے قتل کیا تو قصاص نہیں	810
اگر کسی نے اپنی بیوی کو ناجائز حالت میں دیکھا تو کیا حکم ہے	810
کسی نے صورت بدل کر بچہ کو ڈرایا، بچہ پاگل ہوگیا تو دیت دے گا	810
کسی نے تلوار یا چاقو مارا اور کسی دوسرے نے پکڑ لیا اور	
اس کی انگلیاں کٹ گئیں تو دیت ہوگی	811
کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹا اس کی وجہ سے وہ مرگیا تو قصاص لیا جائے گا	811
استاد کے مارنے سے بچہ مرجائے تو اس کا حکم	812
وطی میں مخرجین کے ایک ہوجانے کا حکم	812
کسی کا ناخن اُکھیڑ دیا تو اس کا حکم	813
قتل پر گواہی کا بیان	**813**
اگر ایک آدمی نے قتل کی گواہی دی تو اس کا حکم	813
مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا تو قصاص لینے کے لیے دوسرے بیٹے کا انتظار کیا جائے گا	813
متعدد قاتلوں کے قصاص کا حکم	814
گواہوں کے بیان میں اختلاف کا حکم	815
قتل میں گواہوں کی غلط بیانی کا حکم	816
مقتول کے اولیاء میں اختلاف کا حکم	817
اقرار قتل کا بیان	**819**
دو قاتلوں کے قتل عمد اور خطاء کے اقرار کا حکم	819
ولی اور قاتل کے اقرار میں اختلاف	819
قاتلوں کے اقرار میں اختلاف کا حکم	820
اگر کوئی شخص مقتول پایا گیا اور اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں	821
ہر وہ قتل جس میں قصاص نہیں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول ہوگی	822

www.dawateislami.net

عنوان	صفحہ
بچہ نے باپ کے قتل کا اقرار کیا تو قصاص واجب نہیں	822
نابالغ بچے کے قتل کا حکم	822
قتل میں صلح کا حکم	822
اولیاءِ مقتول میں سے بعض کے قصاص کو معاف کرنے کے احکام	823
کسی نے دو شخصوں کو قتل کیا، ایک کے ولی نے معاف کر دیا تو دوسرے کا ولی قصاص لے سکتا ہے	824
عفو میں شہادت کی پانچ صورتیں	825
تین ولیوں میں ایک کے عفو کی تین صورتیں	826
باؤلے کتے کو تیر مارنے میں خطاً کسی کا قتل ہو جائے	827
کسی نے خطاً کسی کے سر پر زخم لگایا تو اس کا حکم	827
اگر کسی نے قصداً سر پھاڑ دیا تو اس کا حکم	827
زخمی سے مُعَیَّن مال پر صلح کر لی تو اس کا حکم	828
بچہ کا دانت اکھیڑ دیا تو اس کا حکم	828
عورت کا سر مونڈھ دیا تو اس کا حکم	828
قصاص لینے کا حق کس کا ہے؟	828
قتل کے اعتبار کی حالت کا بیان	**829**
اگر کسی نے قاتل کو قصاص معاف کرنے کے بعد قتل کر دیا	829
حکومتِ عدل کا مفہوم	830
دیت یعنی قتل پر خون بہا کا بیان	**830**
قطع اور قتل کی چار صورتیں اور ان کے حکم	831
دیت تین قسم کے مال سے ادا کی جائے گی اونٹ، دینار، درہم	831
دیت کے اونٹوں کی تفصیل	831
مقتول کی دیت لینے والوں میں ایک نابالغ بچہ ہے اور ایک بالغ ہے تو اس کی تفصیل	832
سر کے بال زبردستی مونڈنے کی دیت کی تفصیل	832
بھنوؤں، پپوٹوں، ڈاڑھی کے مونڈنے کی دیت کا بیان	832
ڈاڑھی زبردستی مونڈ دی تو سزا دی جائے گی	833
اگر مونچھیں مونڈ دیں تو تاوان لیا جائے گا	833
عورت کی ڈاڑھی مونڈ دی تو اس کا حکم	833
اعضاء کی دیت کا قاعدہ اور تفصیل	834
دونوں کان کاٹ دینے میں پوری دیت ہے	834
کان پر ایسی ضرب لگائی کہ بہرا ہو گیا تو پوری دیت ہے	834
ایک آنکھ پھوڑنے میں نصف دیت ہے	834
ناک کاٹ دی تو پوری دیت واجب ہے	835
دونوں ہونٹ کاٹ دیئے تو پوری دیت واجب ہوگی	835
دانت کی دیت کا بیان	**835**
زبان کی دیت کا بیان	**836**
کسی نے پوری زبان کاٹ دی تو دیتِ نفس ہے	836
گونگے کی زبان کاٹ دی تو حکومتِ عدل ہے	837
دونوں ہاتھ کاٹ دیئے تو دیتِ نفس ہے	837
ہیجڑے کا ہاتھ کاٹے پر عورت کے ہاتھ کی دیت ہے	837
ایک انگلی کاٹنے میں دیتِ نفس کا دسواں حصہ ہے	837
زائد انگلی میں حکومت عدل ہے	837

www.dawateislami.net

لولے لنگڑے کا ہاتھ پیر کاٹنے پر حکومت عدل ہے	837
ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ بے کار ہوگیا تو ہاتھ کی پوری دیت ہے	838
کلائی یا بازو توڑنے پر حکومتِ عدل ہے	838
انگلی کے پورے اور ناخن میں دیت کا بیان	838
بچہ کا کوئی عضو کاٹ دیا تو دیت ہے	838
مرد کے پستان کاٹنے میں حکومتِ عدل ہے	838
پسلی یا ہنسلی کی ہڈی توڑنے میں حکومتِ عدل ہے	839
عورت کے پستان کاٹ دیئے تو پوری دیت ہے	839
پیٹھ پر ضرب سے قوت جماع ختم ہوگئی تو پوری دیت ہے	839
ذکر کاٹنے میں پوری دیت ہے	839
حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہے	840
خصیتین اور ذکر کاٹنے کی دیت کا بیان	840
پیٹ پر نیزہ یا چھرا مارا اس سے نقصان پہنچنے میں دیت کا بیان	840
عورت کی شرمگاہ کاٹ دی تو دیت ہے	841
بچی سے جماع کیا وہ مرگئی تو اس کا حکم	841
ایسی ضرب لگائی کہ سننے، دیکھنے سونگھنے وغیرہ کی قوت ختم ہوگئی تو اس کا حکم	841
کنواری لڑکی کو دھکا دیا کہ کنوارا پن ختم ہوگیا تو مہر مثل لازم ہوگا	841
چہرے اور سر کے زخموں کا بیان	**842**
سر اور چہرے کے زخموں کی دس قسمیں ہیں	842
زخموں کی تفصیل اور دیت کا بیان	842
زخموں کے قصاص میں مساوات کا حکم	843
اگر زخم پیشانی سے گدی تک پہنچ گیا تو زخمی اتنا ہی زخم لگائے یا اَرش لے	844
سر پر زخم لگایا کہ عقل جاتی رہے تو اس کا بیان	844
سر پر زخم کی وجہ سے اندھا ہوگیا تو اس کا حکم	844
حمل کو نقصان پہنچانے کا بیان	**845**
مارنے ڈرانے دھمکانے سے حمل ساقط ہوکر بچہ مرگیا تو پوری دیت ہے	846
حاملہ کے بچہ مارنے کی دیت اور اس کے تفصیلی احکام	846
مقتولہ ماں کے بعد زندہ بچہ ساقط ہوکر مرگیا تو دو دیتیں واجب ہیں	846
رحم میں بچہ زخمی ہوگیا تو اس کا حکم	847
شوہر نے بیوی کو ڈرایا دھمکایا یا مارا کہ جس سے مردہ بچہ ساقط ہوگیا تو عاقلہ پر غرہ لازم ہے	847
باندی کے حمل کے مسائل	847
حاملہ نے بغیر اجازت شوہر حمل گرادیا تو عورت کے عاقلہ پر غُرَّہ لازم ہوگا	849
اگر شوہر نے بیوی کو حمل گرانے کی اجازت دی تو اس کا حکم	849
جانور کا حمل گرانے کے نقصان کا حکم	850
بچوں سے متعلق جنایات کے احکام	**850**

www.dawateislami.net

بچہ کو اغوا کرنے والے کا حکم	851
ختنہ میں غلطی کا حکم	851
بچہ کو سوار کیا اور گر کر مر گیا تو اس کا حکم	851
بچہ کی جنایات کے مختلف احکام	852
کسی نے بچہ کو درخت پر پھل توڑنے کے لیے چڑھایا اور بچہ گر کر مر گیا تو اس کا حکم	853
بچہ کے ذریعے کسی کو قتل کرادیا تو اس کا حکم	853
بچہ نے کسی کے کہنے پر قتل کردیا تو اس کا حکم	853
نابالغ کا نابالغہ سے زنا کا حکم	854
نابالغ نے نابالغہ سے زنا کیا اور بکارت زائل ہوگئی تو اس کا حکم	854
کسی نے اپنے کام کے لیے بچہ کو بھیجا اور کسی وجہ سے بچہ راستہ میں مر گیا تو اس کا حکم	854
بچہ کو ماں، باپ، معلم کے مارنے کا حکم	856
ماں باپ یا استاذ نے معتاد طریقہ پر بچہ کو ادب کیلئے مارا اور بچہ مر گیا تو ان پر ضمان نہیں	856
ماں نے بچہ کو ادب کے لیے مارا اور وہ مر گیا تو ماں ضامن ہوگی	856
کسی نے بچہ کو وزن دار چیز دی اور بچہ اس سے دب کر مر گیا تو عاقلہ پر دیت ہے	856
دیوار وغیرہ گرنے سے حادثات کا بیان	**857**
عیب دار دیوار کسی پر گر پڑی تو ضمان دینا ہوگا	857
تقدیم کی تفسیر	857
گراؤ دیوار کے مالک کو گرنے سے پہلے تنبیہ کے احکام	857
گراؤ دیوار کے ملبہ کو ہٹانا ضروری ہے اگر ملبہ سے ٹکرا کر کوئی مر جائے تو دیت ہے	857
دیوار مطالبہ سے پہلے یا بعد گرنے کا حکم	857
لاوارث کی دیوار گرنے سے کوئی مر جائے تو بیت المال دیت دے گا	858
کرایہ دار کی دیوار گرنے سے نقصان کا ذمہ دار کرایہ دار نہیں	858
گراؤ دیوار کے توڑنے کا مطالبہ کس سے کیا جائے؟	858
بائع کی دیوار گرنے کا حکم	859
ایسا گھر بیچ دیا جس کی دیوار گراؤ تھی اور اس دیوار کے گرانے کا مطالبہ بھی کیا جا چکا تھا اب ضامن کون ہوگا؟	859
مطالبہ ثابت کرنے کی شرط	860
صحیح دیوار گرنے سے کوئی مر جائے تو خون رائیگاں جائیگا	860
تقدیم اور طلب کی شرط	861
گراؤ دیوار کو گرانے کے لیے خاص گلی میں پوری گلی والوں کو مطالبہ کا حق ہے	861
عیب دار دیوار پڑوسی کے گھر میں گری اور نقصان ہوا تو مالک پر ضمان ہے	861
رہن رکھے ہوئے مکان کی دیوار گرنے کے احکام	862
نابالغ کے گھر کی عیب دار دیوار گرانے کا مطالبہ کس سے کیا جائے گا؟	862
مسجد اور وقف شدہ مکان کی گراؤ دیوار کے احکام	863
دیوار پر دیوار گر پڑنے کے احکام	864
گراؤ دیوار کے مالک متعدد ہونے کی صورتیں اور احکام	865
مکاتب کی گراؤ دیوار کے احکام	865

www.dawateislami.net

دیوار پر رکھی چیز کے گرنے کا حکم	867
لقیط کی گراؤ دیوار کا حکم	869
دیوار گرانے کے لیے مزدور لگائے اور کوئی مزدور مرگیا تو اس کا حکم	869
اگر نیچے کی منزل اور اوپر کی منزل کے مالک مختلف ہوں تو ان کی گراؤ دیوار کے احکام	870
دومنزلہ کمزور مکان کی منزل گر جائے تو اس کا حکم	870
راستہ میں نقصان پہنچنے کا بیان	**871**
عام راستہ کی طرف دکان یا بیت الخلاء نکالنا جائز ہے بشرطیکہ عوام کو اعتراض نہ ہو	871
عام راستہ پر خرید وفروخت اور تعمیرات کا حکم	871
خاص راستہ پر تعمیرات کے مسائل	872
کسی نے شارع عام پر کوئی بڑی چیز رکھی اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا تو تاوان دینا ہوگا	872
سربند گلی میں تعمیرات کا حکم	873
دورانِ تعمیر اگر کوئی نقصان عمارت سے پہنچا تو اس کی ذمہ داری مزدوروں پر ہوگی	874
راستہ کی طرف چھجہ نکالا اس سے نقصان پہنچا تو ضمان ہوگا	874
راستہ سے لکڑی رکھنے یا پانی چھڑکنے سے نقصان کا تاوان دینا ہوگا	874
دکان کے سامنے پانی بہادیا کہ پھسلن ہوگئی تو نقصان پر تاوان دینا ہوگا	875
ناجائز تعمیر سے نقصان پہنچنے کے احکام	876
راستہ میں آگ یا چنگاری رکھنے سے کسی چیز کے جلنے کے احکام	876
فٹ پاتھ پر حکومت کی اجازت کے بغیر دکان لگانے سے نقصان کا تاوان دینا ہوگا	877
بوجھ اٹھانے والے کے بوجھ سے کوئی مرگیا تو تاوان دینا ہوگا	878
دو مٹکے ٹل پر راستہ میں ٹکرا گئے ایک ٹوٹ گیا تو اس کا حکم	878
مسجد میں پانی کے حوض یا کنواں اور مٹکے وغیرہ سے مرنے والے کا حکم	879
راستہ میں چہ بچہ کنواں وغیرہ کھودنے کے احکام	879
کنوئیں میں گرنے سے متعلق مسائل	880
کنویں کا کچھ حصہ ایک نے کھودا کچھ حصہ دوسرے نے تو اس میں گرنے والے کا ضامن کون ہے؟	881
کسی نے کنوئیں کے قریب راستہ پر پتھر رکھ دیا اس سے ٹکرا کر کوئی کنوئیں میں گر گیا تو کون ضامن ہوگا؟	881
چار مزدور کنواں کھود رہے تھے کہ ایک مزدور دب کر ہلاک ہوگیا تو کون ضامن ہوگا؟	883
کسی کی ذاتی نہر میں کوئی ڈوب جائے تو کوئی ضامن نہیں	883
کنواں یا نہر کھودنے سے پڑوسی کی زمین سیم زدہ ہوگئی تو اس کا حکم	883
اگر پانی دوسرے کے کھیت میں پہنچ کر نقصان پہنچائے تو تاوان دینا ہوگا	883

www.dawateislami.net

جانوروں سے نقصان کا بیان	**885**
جانور کا مالک کے ملک اور دوسرے کے ملک میں نقصان کا حکم	886
عام راستہ پر جانور کی جنایات کا بیان	886
عام راستہ پر چلنے والے سوار کی سواری سے نقصان میں تاوان ہوگا	887
عام راستہ پر گوبر پیشاب وغیرہ سے جنایات کا بیان	888
کسی نے راستہ میں کوئی چیز رکھی جس سے گاڑی ٹکرا گئی پھر اس سے کوئی مرگیا تو اس کا حکم	888
مسجد کے دروازے پر جانور کھڑا کر دیا تو نقصان پر تاوان دینا ہوگا	888
کسی نے پگڈنڈی پر جانور کھڑا کیا اس نے نقصان کیا تو تاوان دینا ہوگا	888
جانور کی لگام کھینچنے یا مارنے کی وجہ سے نقصان کا حکم	889
جانور کے کسی کھیتی کو نقصان پہنچانے کا حکم	892
پالتو بلّی یا کتّا اگر کسی کے مال کا نقصان کر دے تو مالک ضامن نہیں	892
پالتو کتے اور دوسرے جانوروں سے نقصان پہنچنے کے احکام	892
رسی تڑا کر بھاگنے والے جانور سے نقصان کے احکام	894
کھیت میں کسی کا جانور نقصان کر رہا تھا اس کے نکالنے کے احکام	895
کسی کی اپنی چراگاہ میں اس کا جانور چر رہا تھا کوئی شخص اس کو ہانک دے اور جانور ہلاک ہو جائے تو ضامن کون ہوگا؟	895
بغیر اجازت کسی کے گھر میں کوئی چیز رکھی اور گھر والا اس کو پھینک دے اور وہ چیز ضائع ہو جائے تو مالک مکان ضامن ہوگا	896
کسی کے جانور کا ہاتھ پیر کاٹ دے تو ضمان کا حکم	896
اندھا کسی کو کچل دے تو اس کا ضمان کس پر ہے؟	897
رسہ کشی کرتے ہوئے رسہ ٹوٹ جائے جس کی وجہ سے کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو اس کے ضمان کا حکم	897
کسی کے جانور کی آنکھ پھوڑ دینے کی وجہ سے ضمان کے احکام	897
راستہ چلنے والے آپس میں ٹکرا جائیں تو اس کے نقصان پر ضمان کا حکم	898
کسی شخص نے شہد کی مکھیوں کا چھتہ اپنی مِلک میں لگایا ان مکھیوں نے دوسرے لوگوں کا نقصان کیا تو اس کے ضمان کا حکم	898
کوئی شخص کسی پر سانپ پھینک دے یا درندہ کے سامنے کسی کو پھینک دے تو اس کے نقصان کے ضمان کا حکم	899
قسامت کا بیان	**899**
کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل لاپتہ ہو تو اس کے احکام	899
قسامت کے شرائط	899
قسامت کا حکم	900
قسامت کا طریقہ	900
قسامت میں کس سے مدد لی جائے اور کس سے نہیں؟	901
محلّہ میں مردہ بچہ پایا جانے کا حکم	902

www.dawateislami.net

جس محلّہ میں مقتول پایا جائے اس محلّہ کے لوگ دوسرے محلّہ کے لوگوں پر قتل کا الزام لگائیں تو کیا کیا جائے گا؟	902
کوئی شخص زخمی حالت میں دوسرے محلّہ میں مرگیا تو قسامت کا حکم	902
اگر بازار یا مسجد میں مقتول پایا جائے تو اس کی قسامت کے احکام	903
عام راستہ یا زمین وقف یا مسجد حرام یا میدانِ عرفات میں مقتول کے پائے جانے کا حکم	903
اگر دو محلوں یا دو گاؤں کے درمیان مقتول پایا جائے اس کے احکام	904
کسی کے گھر میں یا چند آدمیوں کے مشترکہ گھر میں مقتول پایا جائے تو اس کے احکام	904
عورت یا پاگل اور بچے وغیرہ کے گھر میں مقتول کے پائے جانے کا حکم	905
اگر یتیموں کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس کا حکم	905
اگر کسی کی مملوکہ نہر میں یا کسی کی کشتی میں مقتول پایا جائے تو اس کا حکم	905
نہر یا دریا میں لاش ملے تو اس کی دیت کے احکام	905
اگر جانور کی پیٹھ یا خالی موٹر کار پر مقتول پایا جائے تو اس کے احکام	906
اُفتادہ زمین میں مقتول پایا جائے تو اس کی قسامت و دیت کا بیان	906
کسی لشکری کے خیمہ میں مقتول کے پائے جانے کا حکم	907
لشکری جہاں ٹھیرے ہیں وہاں مقتول پایا جائے تو قسامت و دیت کون دے گا؟	907
ماں باپ یا شوہر کے گھر میں مقتول پائے جانے کا بیان	908
دو گروہوں میں عصبیت کی بنا پر مار پیٹ ہوئی اور وہاں مقتول پایا گیا تو قسامت کے احکام	908
جیل میں مرنے کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی	908
زخمی نے کسی کے زخم لگانے یا نہ لگانے کا اقرار کیا اور گواہ دونوں کے خلاف کہتے ہیں تو کیا کیا جائے؟	909
دو گاڑیاں یا دو سوار یا جانور ٹکرا جائیں تو اس کے احکام	909
کوئی شخص راستہ میں یا فٹ پاتھ پر سو رہا تھا اس کو کسی نے کچل دیا تو اس کے احکام	909
کسی نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کوئی گر کر مرگیا تو اس کا حکم	910
کسی نے دوسرے کو پکڑا تیسرے نے اس کا مال چھین لیا تو اس کا حکم	910
اگر کسی نے اپنے گھر میں دعوت دی اور مہمانوں کی وجہ سے گھر میں نقصان ہوا تو اس کا حکم	910
اگر کسی نے تلوار یا چاقو مارنے کا ارادہ کیا جس کو مارنا چاہتا تھا اس نے چاقو یا تلوار پکڑ لی اس سے زخمی ہونے کا حکم	911
حسبِ معمول گھر کی آگ سے پڑوسی کا گھر جل جانے کا حکم	911
کسی نے اپنے لڑکے کو اپنی زمین میں آگ جلانے کا حکم دیا اس سے دوسروں کے نقصان کا حکم	912
جانور کسی کا نقصان کر رہا ہو تو کیا کرے	912

www.dawateislami.net

عاقلہ کا بیان	**913**	حالات میں واجب	936
عاقلہ یعنی قاتل کے وہ رشتہ دار اور یونین کے لوگ جو دیت دینے میں قاتل کی مدد کریں گے	913	وصیت کی اقسام	937
		وصیت کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً	937
مختلف محکموں یا ہم پیشہ جماعتوں میں ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ ہو تو یہ فریق عاقلہ ہوں گے	913	وصیت کرنے کا حکم کیا ہے	937
		وصیت کس کے لئے جائز ہے؟	938
قاتل کے آبائی رشتہ دار عاقلہ ہوتے ہیں	913	احناف کے نزدیک وصیت وارث کے لئے جائز نہیں مگر بشرائط	938
اُنّیسواں حصہ (19)			
تذکرہ	**914**	موصی کو اپنے قاتل کے لئے اپنے مال کی وصیت جائز نہیں	940
تذکرہ مولانا عبد المصطفٰے ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی	915	مسلم کی وصیت ذمی کے لئے اور اس کا عکس جائز ہے	941
		وصیت سے رجوع کرنے کا بیان	**943**
تذکرہ قاری رضاء المصطفٰی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی	918	وصیت سے رجوع کی صورتیں	943
		وصیت کے الفاظ کا بیان	**945**
تذکرہ مؤلف کتاب بہارِ شریعت ، انیسواں حصّہ کتاب الوصایا	923	میت کے گھر والوں کو کھانا دینا اور کھلانا جائز ہے	947
		کون سی وصیت جائز ہے اور کون سی ناجائز	948
مقدمہ	**929**	**ثلث مال کی وصیت کا بیان**	**952**
وصیت کی اہمیت	930	ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کی ورثہ نے اس کی اجازت دے دی یا بعض نے دی اور بعض نے نہ دی	952
وصیت کا بیان	**933**		
وصیت کرنے کا ثبوت قرآن پاک کی آیات سے	933	کس حالت میں وصیت معتبر ہے	966
وصیت کا اثبات احادیث شریفہ سے	934	کون سی وصیت مقدم ہے کون سی مؤخر	968
مسائل فقهيه	**936**	اقارب وہمسایہ کے لئے وصیت کا بیان	970
وصیت کرنے کا مطلب کیا ہے؟	936	مکان میں رہنے اور خدمت کرنے ، درختوں کے پھلوں ، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی وپیداوار کی وصیت کا بیان	976
وصیت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے	936		
وصیت کرنا بعض حالات میں مستحب ہے اور بعض			

www.dawateislami.net

متفرق مسائل	988	آداب الافتاء	1054
وصی اور اس کے اختیارات کا بیان	993	طبقات مسائل	1054
وصیت پر شہادت کا بیان	1014	الجامع الصغیر کی وجہ تصنیف	1056
ذمی کی وصیت کا بیان	1015	طبقات الفقہاء	1057
حصہ نہم (19) ضمیمہ		احکامِ شریعت کا علم حاصل کرنے کے لیے افتاء ضروری امر ہے	1059
ارتسام	1018		
مقدمہ	1021	مسائل عبادات میں فتویٰ قول امام پر ہے	1061
اسلام اور علم کی اہمیت	1027	وہ الفاظ جو فقہا فتویٰ دینے میں استعمال فرماتے ہیں	1062
اسلام نے جو علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے وہ علم دین ہی ہے	1029	مفتی اور قاضی میں فرق نہیں	1064
		ناقابل اعتماد کتابوں سے فتویٰ نہیں لکھنا چاہیے	1064
علم کی فضیلت میں احادیث	1030	مفتی حالات زمانے کو نگاہ میں رکھے	1064
فقہ کیا ہے؟ اور فقہ کی ضرورت	1031	اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور مآخذ	1066
علم فقہ کی فضیلت	1033	قواعد فقہیہ اور ان کی تفصیل	1067
شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام	1035	تخفیفات شرعیہ وتیسیر کی مفصل بحث	1077
فقہ اور علمائے فقہ کی فضیلت	1039	اسلام میں عرف وعادات کی بحث	1084
تمام صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کا علم چھ صحابہ میں تھا	1039	**بیسواں حصہ (20)**	
امام اعظم (رحمہ اللہ) کے فضائل شمار سے باہر ہیں	1043	پیش لفظ	1106
امام اعظم (رحمہ اللہ) کی عظمت وفضیلت میں مخالفوں کا اعتراف	1043	آیات قرآنی	1107
امام اعظم علیہ الرحمۃ نے کسی صحابی سے روایت کی یا نہیں؟	1051	احادیث شریفہ	1108
		ان حقوق کا بیان جن کا تعلق میّت کے ترکہ سے ہے	1111
امام اعظم اور ان کے تلامذہ میں اختلاف کی وجوہات	1053	میراث سے محروم کرنے کے اسباب	1112

www.dawateislami.net

اصحابِ فرائض کا بیان	**1114**	ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا اُصول	**1146**
باپ کاحصّہ	1115	وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ	1147
جدِّ صحیح کاحصّہ	1116		
ماں شریک بھائیوں اور بہنوں کاحصّہ	1118	قرض خواہوں میں مال کی تقسیم	1150
شوہر کاحصّہ	1119	**تخارج کا بیان**	**1151**
بیویوں کاحصّہ	1120	**ردکابیان**	**1152**
حقیقی بیٹیوں کاحصّہ	1120	**مناسخہ کا بیان**	**1157**
پوتیوں کاحصّہ	1121	**ذوی الارحام کا بیان**	**1160**
حقیقی بہنوں کاحصّہ	1123	ذوی الارحام کی دوسری قسم	1163
باپ شریک بہنوں کاحصّہ	1124	ذوی الارحام کی تیسری قسم	1166
ماں کاحصّہ	1127	ذوی الارحام کی چوتھی قسم	1168
دادی کاحصّہ	1128	**مخنثین کی میراث کا بیان**	**1174**
عصبات کا بیان	**1130**	**حمل کی وراثت کا بیان**	**1175**
حَجب کا بیان	**1133**	حمل کا حصہ نکالنے کا قاعدہ	1176
حصوں کے مخارج کابیان	**1135**	**گم شدہ شخص کی وراثت کا بیان**	**1181**
عول کا بیان	**1138**	**مرتد کی وراثت کا بیان**	**1182**
اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان	**1140**	**قیدی کی وراثت کا بیان**	**1183**
نسبتوں کی پہچان	1140	**حادثات میں هلاک ہونے والوں کابیان**	**1183**

اهل بیت سے حُسنِ سلوک

اَمیرالمؤمنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین،رحمۃ للعالَمین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جومیرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھاسلوک کرے گامیں روزِ قیامت اس کاصِلہ اسے عطافرماؤں گا۔" ("تاریخ دمشق"،لابن عساکر،الرقم:٥٢٥٤،عمربن علی بن أبی طالب،ج٤٥،ص٣٠٣)

www.dawateislami.net

تذکرہ

''استاذی وملاذی حضرت صدر الشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ علمی سے اس ناچیز نے آپ کی مصنفہ کتاب ''بہار شریعت'' کے بقایا ابواب فِقہ میں سے انیسواں حصہ کتاب الوصایا کے نام سے مرتب ومولف کیا۔اس نسبت کی سعادت نے قلب میں تحریک پیدا کی کہ اظہارِ تشکر وامتنان کے جذبہ کے ماتحت حضرت کے صاحبزادگان میں جن سے اس حقیر کو گہری وابستگی اور خصوصی ربط وتعلق رہا ان کا ذکر بھی مختصر انداز میں بطور زیب تالیف کر دیا جائے۔

قارئین کرام حضرت علامہ عبدالمصطفٰی الازھری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی پاکستان مرحوم ومغفور ومولانا الحاج قاری رضاء المصطفٰی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی پاکستان زادَ عُمْرُہٗ وَشَرَفُہٗ سے تعارف حاصل کریں اوراس ناچیز کے حق میں دعائے خیر واستغفار فرمائیں۔

الفقیر ظہیر احمد زیدی القادری غفرلہٗ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے قرآنِ پاک میں یہ فرما کر﴿ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ﴾ اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ علم ہو، دولت ہو یا حکومت، عظمت ہو یا اقتدار دنیا میں یہ کسی ایک فرد یا ایک خاندان یا ایک ہی گروہ یا ایک ہی بستی اورعلاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں کی گئی ہے۔ان کے مراکز بدلتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے فضل سے نوازتا ہے، تاریخ بتلاتی ہے کہ ماضی میں علم کے مراکز بھی مختلف علاقے اور مختلف خاندان رہے ہیں، سمرقند، بخارا، شیراز وعراق سے جب علمی مراکز ہندوستان منتقل ہوئے تو مرکز کبھی پنجاب رہا، کبھی سندھ، کبھی دہلی اور کبھی یوپی وغیرہ، صوبہ یوپی میں لکھنؤ، جونپور، خیرآباد، اِلٰہ آباد، بدایوں، بریلی وغیرہ اپنے اپنے وقت میں مرکز علم رہے، ایسا ہی ایک مرکزِ علم قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ بنا جہاں کی خاک سے صدر الشریعۃ ابو العلٰی حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ ایسے فقیہ العصر، علامۃ الدھر فاضل اَجل مُتَبَحِّر عالم پیدا ہوئے۔ان کے علم کی تابانیوں نے ہندوستان وپاکستان کے مشرق ومغرب کو روشن کر دیا، بالخصوص ان کی فقہی ضیاء پاشیوں نے علماء ہی کو نہیں عامۃ المسلمین کو بھی نورِ علم سے فیضیاب فرمایا۔آپ نے فقہ حنفی اردو زبان میں منتقل فرمایا، ہندو پاک کے مسلمانوں پر آپ کا یہ وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنے فضل وکرم سے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، اور آپ کی قبر پر اپنی ہزار ہزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اعلیٰ علیین میں آپ کو مقام عطا فرمائے۔آمین۔

حضرت صدر الشریعۃ کے علمی فیوض وبرکات نے سرزمین گھوسی کو مرکز علم وفن بنا دیا۔اس خطّہ سے ایسے ایسے علماء وفضلا پیدا ہوئے جنہوں نے بین الاقوامی دنیا میں عظیم شہرت ونیک نامی پیدا کی ان میں مدرسین بھی ہیں، فقہاء بھی اور صاحبِ فہم وبصیرت مفتی بھی، اب اس چھوٹے سے خطۂ ارض میں کئی دار العلوم ہیں جو ہر سال علماء کی ایک معتدبہ تعداد کو علم وفضل سے شرف

www.dawateislami.net

بخشتے ہیں، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کو علمِ دین سے کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی اولاد امجاد میں سات صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علمِ دین کی تعلیم دی اور علومِ دینیہ کے حصول میں لگایا ان میں سے اس وقت میں آپ کے دو صاحبزادوں کا ذکر کروں گا، جنہوں نے آپ کی وراثتِ علم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس علم کی ترویج وترقی میں حصہ لیا اور دین کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

(۱) الحاج عبدالمصطفی ازہری

آپ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بڑے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کی چوتھی دھائی میں ہوئی، قرآن پاک کی تعلیم دارالعلوم منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی میں حاصل کی، پھر اپنے والدِ محترم کے ساتھ اجمیر شریف جامعہ معینیہ عثمانیہ چلے گئے اور وہاں درسِ نظامی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث بریلی شریف میں کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت صدرالشریعہ، مولانا عبدالحمید ومولانا مفتی امتیاز احمد علیہم الرحمۃ ہیں۔ احادیث کی سند اجازت آپ کو حضرت صدرالشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہارشریعت وحجۃ الاسلام سیدی مولانا شاہ حامد رضا خاں مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ مزید تعلیم کے لیے مصر تشریف لے گئے وہاں جامعہ ازہر میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی۔ اوائل ۱۹۳۷ء میں آپ واپس تشریف لائے اور تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، سب سے پہلے آپ نے دادوں ضلع علی گڑھ کے مشہور ومعروف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں درس دیا۔ اس وقت آپ کے والدِ محترم حضرت صدرالشریعہ وہاں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، اس کے بعد آپ بریلی تشریف لے گئے اور دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی محلّہ بہاری پور بریلی میں پھر جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں درس دیا۔ آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب پاکستان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے۔

۱۹۵۲ء میں آپ حکومتِ پنجاب کے محکمۂ اسلامیات میں مقرر ہوئے۔ اس محکمہ میں آپ کے ذوقِ علمی کی تسکین کا کوئی ماحول اور سامان نہ تھا۔ تو آپ اس محکمہ کو چھوڑ کر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھاول نگر پنجاب میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کی آمد سے مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ اب اس عمارت میں رضویہ کالج ہے اور مدرسہ کی عمارت دوسری جگہ بنادی گئی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اور تادمِ تحریر ہذا اسی دارالعلوم کو فیض بخش رہے ہیں۔[1] جس وقت آپ کراچی میں تشریف لائے دارالعلوم امجدیہ کا آغاز ہی ہوا تھا اس کی نہ کوئی خاص عمارت تھی نہ اس کے پاس کوئی زمین، دو کشادہ دکانیں کرائے پر حاصل کرکے اس میں مدرسہ قائم کردیا گیا۔ اور تعلیم شروع کردی گئی، آج بحمدہٖ تعالیٰ اس کی عظیم الشان عمارت ہے، تدریسی اور غیر تدریسی عملہ کی بڑی تعداد ہے، اور تقریباً

[1] ......جس وقت یہ مضمون لکھا گیا مرحوم حیات تھے اور بوقت اشاعت وطباعت اس دنیا سے سفر آخرت فرما چکے ہیں۔

www.dawateislami.net

پانچسو کی تعداد میں اقامتی اور غیر اقامتی طلبہ میں تین ساڑھے تین سو طلبہ کے لیے مع ناشتہ دونوں وقت کھانے کا انتظام ہے اور ہر طالب علم کو لباس کی صفائی اور دیگر اخراجات کے لیے نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ دار العلوم کراچی کے ان علمی مراکز میں ہے جن پر بجا طور پر فخر کیا جاسکتا ہے جو دینی تعلیم کو مروج کرنے میں عظیم کردار ادا کر رہے ہیں، اس دار العلوم کے قیام اور ترقی میں بڑا حصہ مفتی ظفر علی نعمانی[1] کا ہے۔ جن کی پر خلوص اور شب و روز کی محنت اور لگن نے اس ادارہ کو یہ عظمت بخشی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے آمین۔ لیکن علامہ ازہری صاحب کا ایثار، اُن کا خلوص اور اُن کا خونِ جگر بھی اس میں شامل ہے کسی ادارہ کا قائم کر دینا کوئی بڑا مشکل کام نہیں اس کی بقاء و ترقی جوئے شِیر لانے سے کم نہیں، اس کے لیے سخت جدو جہد اور بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ عزم و استقلال حوصلہ اور صبر و قناعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلا شبہ علامہ ازہری ان مقامات سے بڑی سلامتی اور جوانمردی کے ساتھ گزرے اور اپنے صدق و صفا کا ثبوت فراہم کیا اگر علامہ ازہری تشریف نہ لاتے تو دار العلوم اتنی جلدی ترقی کی منازل طے نہ کرتا ممکن تھا کہ اس کا وجود بھی غیر یقینی کی حالت میں آجاتا۔

علامہ ازہری دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اگر چہ وہ قطعاً سیاسی آدمی نہیں ہیں، اور ایک بوریا نشیں قانع اور دین و دینی تعلیم سے شغف رکھنے والے کو یہ فرصت بھی کہاں کہ وہ پارلیمنٹری سیاست میں حصہ لے، لیکن اپنی بے لوث خدمات، اپنے خلوص، اپنے تقویٰ اور اپنی ایمانداری کی وجہ سے انہیں عوام میں اتنی مقبولیت حاصل ہے کہ پبلک نے ان کا الیکشن خود ہی لڑا اور کامیاب کر دیا اس خصوصیت میں بھی وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔

علامہ ازہری اپنے علم و فضل اور تدریس و تعلیم میں بھی ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتے ہیں، علم حدیث میں آپ کو کافی عبور حاصل ہے، طلبہ آپ پر جاں نثار کرتے ہیں آپ کا طریقہ تعلیم طلبہ میں نہایت مقبول ہے۔ آپ دورۂ حدیث میں طلبہ کو کتب احادیث کی تلاوت و قراءت ہی نہیں کراتے بلکہ ایک ایک حدیث کی اس کے مفہوم و مطلب کے ساتھ وضاحت و تشریح بیان فرماتے ہیں اور جہاں جہاں مناسب اور ضروری خیال فرماتے ہیں رجال حدیث سے بھی متعارف کراتے ہیں، کس راوی کا فنِ

---

1 ...... مفتی ظفر علی نعمانی حضرت صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادہ مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم کے داماد ہیں، مرحوم کی لڑکی شریف النساء ان کی زوجیت میں ہیں، یہ ایک صاحبِ فکر و نظر اور عملی شخصیت کے مالک ہیں دینی خدمت کا جذبہ ان میں زبردست ہے۔ دار العلوم امجدیہ کراچی کا قیام اور اس کو ترقی کی اس منزل پر لانا انہیں کی محنت اور جدو جہد کا نتیجہ ہے، آپ ہی کی کوشش سے علامہ ازہری اس دار العلوم میں تشریف لائے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے، آپ پاکستان کی متعدد مذہبی سماجی و سیاسی اور معاشی انجمنوں کے ممبر ہیں ایوانِ بالا سینٹ کے ممبر رہے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی ہیں، آپ نے پاکستان میں سب سے پہلے قرآن پاک کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے شائع کیا۔ آپ دار العلوم امجدیہ کے مہتمم بھی ہیں اور اس وقت مجلس اتحاد بین العلماء کے صدر بھی ہیں منکسر المزاج، امانت دار اور بڑے وضعدار ہیں۔ معاملات کو سمجھتے ہیں اور بہتر فیصلہ لیتے ہیں۔

www.dawateislami.net

حدیث میں کیا درجہ اور کیا مقام ہے، طلبہ کو اس سے بھی آ گاہی بخشتے ہیں آپ کے درس میں طلباء نہ کبھی تھکتے ہیں نہ کبھی بے کیف ہوتے ہیں، از اول تا آخر یکساں دلچسپی یکساں لذتِ علم محسوس کرتے ہیں یہی خصوصیات آپ کو طلبہ میں مقبول و ہر دلعزیز بنائے ہوئے ہیں ایک اور خصوصیت جو آپ کو اپنے معاصرین میں امتیاز بخشتی ہے وہ آپ کا توکل اور غناءِ نفس ہے، آپ نے اپنے تمام معاملات دینی و دنیوی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا آپ دین کی خدمت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے اور جو کچھ وظیفہ ملتا رہا اسی پر قناعت کی، رزق کے حصول میں آپ نے کبھی بے صبری نہیں کی، نہ اہل ثروت سے اپنی غرض کے لیے کوئی ربط قائم کیا، نہ دولت کے حصول کے لیے ادھر ادھر نگاہ ڈالی بڑے صبر و سکون سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہے اور جو کچھ بارگاہِ الٰہی سے ملتا رہا برضا و رغبت اسی پر قناعت کی، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت کا کفیل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے یہ حصہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کو نہ سرمایہ دار اور دولتمند بننے کی تمنا ہوئی اور نہ آپ نے ایسے ذرائع اختیار کیے جو شرعی قباحتوں کے ساتھ آپ کو مال و دولت سے ہم آغوش کریں، آپ دوبار قومی اسمبلی کے ممبر رہے، اس درمیان میں بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں سے آپ کا ربط وضبط رہا، کافی تعداد میں ایسے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن یہ آپ کا تَدَیُّن تقویٰ اور قناعت اور ایثارِ نفس تھا کہ آپ نے ان سب سے خود کو محفوظ رکھا اور مالدار بننے کی کوئی خواہش اپنے اندر نہ پیدا ہونے دی، آپ جس مکان میں رہتے تھے اسی میں رہتے رہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

آپ نے اس قول کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش [1]

بلاشبہ آپ دریائے مال ومنفعت اور دولت وثروت کے سمندر میں قناعت کے ایک تختہ پر تیرتے رہے، مگر اپنے اس تقویٰ پر خواہشاتِ نفس کے چھینٹے بھی نہ آنے دیئے ۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو غناءِ نفس، قناعت صبر و توکل کا ایک مقام عطا فرمایا ہے جو ہر ایک کا نصیب نہیں، آپ نہایت متواضع، خلیق، مہمان نواز، خوش مزاج اور خندہ جبیں ہیں، عالمانہ کمال وجلال کے ساتھ فقر و درویشی آپ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ان میں سے ایک عظیم نعمت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں ریاء ونفاق نہیں ہے جو آپ کا ظاہر ہے وہی باطن ہے، عبادت میں، ریاضت اور اوراد و وظائف میں، تعلیم وتعلُّم میں، آپ کی رفتار و گفتار میں، نشست و برخاست میں، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں آپ کے عمل میں یکسانیت ملے گی، ظاہر و باطن کا کوئی تضاد آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔ سلسلۂ روحانی میں آپ کی بیعت وارادت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے، آپ کی عمر مبارک اُس وقت پانچ سال کی ہوگی، آپ کا سلسلہ قادریہ رضویہ ہے، آپ کا نام بھی اعلیٰ حضرت نے ہی ''عبدالمصطفیٰ'' رکھا جب کہ حضرت صدر الشریعہ نے آپ کا نام

1 ...... ترجمہ: بیچ دریا میں ایک تختے پر باندھ کر پھر تو مجھ سے کہتا ہے کہ دامن بھی تر نہ ہو ہوشیار رہوں۔

www.dawateislami.net

''ماجدعلی'' رکھا تھا۔ سنِ شعور کو پہنچ کر جب آپ درسِ نظامی سے فارغ ہوئے اور شعر گوئی کا ذوق پیدا ہوا آپ نے اپنا تخلص ''ماجد'' رکھا۔ یہ وہی نام ہے جو آپ کے والدِ محترم حضرت صدر الشریعہ نے ابتداءً آپ کا رکھا تھا۔ شعر گوئی میں آپ نے اصنافِ سخن میں ''صنف نعت'' کو اختیار فرمایا۔ آپ کی مشقِ سخن کا میدان نعت گوئی ہے، آپ نے اپنا کوئی دیوان مرتب فرمایا یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں البتہ یہ ضرور معلوم ہے کہ آپ نے بہت سی نعتیں کہی ہیں۔ تدریسی مشغلہ جاری رہنے کی وجہ سے آپ تصانیف کتب کے لئے تو وقت نہیں نکال سکے، جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے، ان مصروفیات نے تصنیف وتالیف کا موقعہ نہیں دیا۔ صرف تفسیر قرآن کریم کی طرف توجہ فرمائی جس میں آپ نے پانچ پاروں کی تفسیر مکمل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے یہ خدمت لے لے اور یہ تفسیر مکمل ہوجائے، آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو نورانی صورت عطا فرمائی ہے، بڑی بڑی غزالی آنکھیں، گول چہرہ تقریباً بلالی رنگ، قد میانہ، جسم موزوں، لباس شریعت کے مطابق سادہ اور دیدہ زیب، مزاج میں خوش خلقی، آپ کی مجلس باغ و بہار، آپ کی مجلس میں کوئی رنجیدہ دل اور ملول نہیں ہوتا بلکہ محزون ومغموم اپنا غم بھلا دیتے ہیں، دینی اور دنیاوی لحاظ سے آپ کی مجلس وصحبت کے لیے بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی — وہ اپنی ذات میں اِک انجمن ہیں

یہ ہیں علامہ عبدالمصطفٰی ازھری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی مقبول عوام وخواص

۱۴جنوری ۱۹۸۶ء

(۲) اَلحَاجُ قَارِیْ رَضَاءُ المُصطفٰے

آنکھیں روشن اور پُرنور، اونچی ناک وگلفام لب، بیضاوی چہرہ، کشادہ پیشانی، ہلکا پھلکا چاق وچوبند جسم اور میانہ قد، خندہ رو، خندہ جبیں، سانولا رنگ، شگفتہ مزاج اور صاحبِ صدق وصفاء، یہ ہیں الحاج قاری مولانا رضاءالمصطفٰی۔ آپ صدرالشریعہ حضرت مولانا امجدعلی صاحب بہارِ شریعت علیہ الرحمہ کے پانچویں صاحبزادے اور علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کے برادرخورد، آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) اپناوطن شہر کراچی (پاکستان) ۱۹۲۵ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳٦ء میں دارالعلوم عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ (انڈیا) میں حفظ قرآن کیا، آپ کے استاذ مولوی حافظ صوفی عبدالرحیم مرحوم ہی تھے، جونہایت نیک متقی اور پاک باز تھے، بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ طلبہ کو قرآن حفظ کراتے اور صحت تلفظ کا خیال رکھتے تھے۔ درسِ نظامیہ کی تعلیم کا آغاز دادوں ہی میں ہوگیا تھا۔ اس وقت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ دادوں کے مدرسہ میں ہی صدرمدرس اور شیخ الحدیث تھے، آواخر ۱۹۴۳ء میں حضرت صدرالشریعہ نے دادوں چھوڑ دیا، اس کے بعد قاری صاحب نے بریلی، مبارک پور، الٰہ آباد اور میرٹھ میں علم کی تکمیل کی، الٰہ آباد مدرسہ سُبحانیہ میں تجوید وقرأت حاصل کی، آپ کے

www.dawateislami.net

مشہور اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ وحافظ ملت مولانا عبد العزیز، مولانا عبد الرؤف، مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی صاحبِ بشیر القاری میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان اور علامہ عبد المصطفیٰ ازہری ہیں۔

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے سِرّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

قاری صاحب کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ جہدِ مسلسل اور عمل پیہم اور اپنی دنیا آپ بنانے کی بہترین تفسیر ہے۔ آپ ابتدا ہی سے سخت جفاکش رہے اور بڑے ہی صبر آزما حالات سے دوچار رہے لیکن کسی بھی دشواری اور پریشانی نے آپ کا حوصلہ پست نہ کیا۔ آپ کی والدہ محترمہ مرحومہ کا انتقال ابتدائی عمر میں ہی ہو گیا تھا، آپ نے ہوش سنبھالا تو ماں کی شفقت ورحمت کا کوئی حصہ آپ کو نہ ملا، تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جو بڑی ہی محنت طلب ہے اور سخت جدوجہد کی طالب ہے۔ دن ورات کی محنت سے بحمدہٖ تعالیٰ آپ بہت جلد اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور صرف دس گیارہ سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کریم کی عظیم نعمت حاصل ہوگئی۔ پھر آپ درسِ نظامی کے حصول وتکمیل کی طرف متوجہ ہو گئے اور علم کی طلب اور اس کے حصول میں آپ کو جن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزرنا پڑا ان سے آپ مایوس ہوئے اور نہ حوصلہ ہارا، جدوجہد جاری رہی منزل کی طرف قدم بڑھتے رہے اور عزم و ارادوں کا کارواں برابر چلتا رہا، آخر کار منزل سے ہمکنار ہوئے اور درسِ نظامی سے سندِ فراغت حاصل کی، اس درمیان میں والد محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا سایۂ عاطفت بھی اُٹھ گیا۔ علامہ ازہری پہلے ہی پاکستان تشریف لے جاچکے تھے، قاری صاحب نے درس نظامیہ سے فراغت کے بعد دار العلوم سے باہر قدم نکالا تو آپ نے معرکۂ وجود اور کارگاہِ ہستی میں خود کو تنہا پایا بجز جبہ ودستار اور سند الفراغ کے اور کوئی آپ کا رفیق اور مونس ودمساز نہ تھا لیکن آپ کی ہمت بلند اور عزم جواں تھا۔ علم وعرفان کی شمع ہاتھ میں لئے آپ سب سے پہلے ظلمت وجہالت سے تاریک وسیاہ سرزمین پـچھـڑوا ضلع دیوریا میں تشریف لے گئے اور وہاں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ایک چھوٹا سا دینی مدرسہ قائم کیا، اور اسے اپنی محنت و جانفشانی سے بہت جلد ترقی کے راستے پر ڈال دیا، آج وہ ایک بڑا مدرسہ بن گیا ہے جو الہ آباد بورڈ یوپی سے منظور شدہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے امداد مل رہی ہے آپ نے پـچھـڑوا کے لوگوں کا شعور بیدار کیا ان میں علمی ذوق پیدا کیا اور علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوئے اور پـچھڑوا علم کی روشنی سے جگمگانے لگا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے وہاں کے لوگوں کی معاشی اور سماجی خدمات کیں، آج بھی وہاں کے لوگ دینی ودنیاوی دونوں معاملوں میں آپ کے احسان مند ہیں اور آپ کے گیت گاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی رنگ وروپ، ایک ہی عقل وفہم، ایک ہی اہلیت وصلاحیت اور ایک ہی عادت وخلق پر پیدا نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انسان کی معاشی ومعاشرتی اور سیاسی وذاتی، مقامی وآفاقی، اصلاحی وعرفانی اور روحانی ضرورتیں الگ الگ ہیں یہ وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسانی زندگی کی بقاونشوونما اور ترقی کا دارومدار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو

www.dawateislami.net

جداگانہ شاکلہ عطا فرمایا۔جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ﴾ ہر ایک اپنی اہلیت، صلاحیت اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے اسی اعتبار سے اس کا شاکلہ پیدا فرماتا ہے، اور اس میں اسی مناسبت سے قابلیت اور اہلیت عطا فرماتا ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہوں یا اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالی یا علماء و دانشوران ہوں یا اصحاب صنعت وحرفت، اہل سیاست ہوں یا سلاطین واصحاب حکومت "ہر کسے را بہر کارے ساختند"[1] کا اُصول ہر طبقہ اور ہر فرد میں نظر آئے گا، قاری رضاء المصطفیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک شاکلہ عطا فرمایا ہے اسی کے مطابق آپ کا عمل جاری ہے۔آپ نہایت متحرک، فعال، سیماب پا، جفاکش، طباع اور ذہین ہیں۔دینی وملی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں اور قومی مسائل سے بھی ایک گونہ دلچسپی ہے۔قرآن پاک سے آپ کو بے حد شغف ہے اور وقت کے قدر شناس۔یہ ہے وہ شاکلہ اور صلاحیتیں جو قدرت نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔اس شاکلہ کے ساتھ جب آپ امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے اس کی ذمہ داریوں کو بوجہ احسن ادا کیا، آپ کے مقتدی آپ سے مطمئن اور مسرور اور آپ ان میں مقبول وہردلعزیز ۱۹۵۸ء سے آپ نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ کی مقبولیت روزافزوں ہے۔حکام، افسران، تجار اور جملہ خواص وعوام آپ کا احترام کرتے ہیں یہ آپ کے اخلاص عمل کی دلیل ہے۔

آپ نے دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۸۳ء تک تدریسی خدمات انجام دیں اسی درمیان میں آپ نے ایک نئے ادارہ کی بنیاد قائم کی جو دارالعلوم نوریہ رضویہ کے نام سے معروف ہے، کہکشاں میں آپ نے اس کی شاندار عمارت تعمیر کرائی نہایت خوبصورت اور جدید رہائشی تقاضوں کو پورا کرنے والی یہ عمارت فی الحال دو منزلہ ہے، تاکہ علم دین حاصل کرنے والے طلبہ زندگی کے جدید تقاضوں سے ناآشنا نہ رہیں اور اپنی زندگی میں احساسِ کمتری کا نشانہ نہ بنیں، اسی کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی زیر تعمیر ہے جو ہر مسلمان کی ایک لازمی وبنیادی ضرورت ہے، یہ درس گاہ ۱۹۸۱ء میں تعمیر ہوئی، قاری صاحب اس کے مینجنگ ٹرسٹی بھی ہیں اور اس میں اپنے مخصوص انداز میں تعلیم بھی دیتے ہیں، عربی زبان آپ ڈائریکٹ میتھڈ سے پڑھاتے ہیں، جس سے محنتی طلبا بہت جلد باصلاحیت ہوجاتے ہیں، قاعدہ خواں بچوں کا تلفظ صحیح کرانے میں آپ کو کمال حاصل ہے، چند ہی دنوں میں آپ قرآن پڑھنے والے بچوں میں اتنا شعور پیدا کردیتے ہیں کہ وہ بآسانی بہت جلد قرآن پاک ختم کرلیتے ہیں اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے لگتے ہیں۔

قرآن پاک سے آپ کا شغف

آپ حافظ قرآن مجید بھی ہیں، آپ کا شمار جید حفاظ وقراء میں ہے۔قرآن پاک کا ورد کرنے میں بھی آپ نے اپنا ایک مخصوص طریقہ اپنایا ہے، آپ روزانہ ہی ورد کرتے ہیں، آپ کے ورد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو برائے تلاوت

[1] ......جو شخص جس کے قابل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ویسی ہی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔

www.dawateislami.net

تین حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں اور ہر ثلث سے ترتیب وار روزانہ ایک ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں۔قرآن شریف پڑھانے کا بھی آپ کو بہت زیادہ شوق ہے اس طرح آپ اس فضیلت کے حامل ہیں جس کے متعلق حدیث میں فرمایا:"خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ" تم میں سے سب سے بہتر قرآن سیکھنے اور سکھانے والا ہے۔

۱۹۵۷ء میں اشاعت وطباعت قرآن پاک کے لئے ایک مکتبہ قائم ہوا جو مکتبۂ رضویہ آرام باغ کے نام سے متعارف ہے۔اس مکتبہ کا جملہ انتظام وانصرام آپ کی ذمہ داری ہے۔اس مکتبہ سے آپ نے بہت بڑی تعداد میں قرآن پاک کی طباعت کرائی اب تک تیس ہزار کی تعداد میں قرآنِ پاک آپ نے رفاہِ عام کے لیے بلا قیمت تقسیم کرا چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی مکتبہ سے آپ نے قرآنِ پاک معہ ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کنزالایمان وتفسیر نعیمی موسوم بہ خزائن العرفان ہزاروں کی تعداد میں طبع کر کے شائع کیا۔جس سے امت مسلمہ کو عظیم دینی فائدہ حاصل ہوا،اس کی طباعت میں آپ ہر بار نئے نئے افادات کا اضافہ کرتے ہیں،مثلاً تلاوت قرآن کے قواعد،فضائل قرآن،مسائل تلاوت قرآن،تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ وغیرھا،اس قسم کے افادات مقدمۂ اشاعت وطباعت میں بیان کرتے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کی رغبت مزید ہو۔اس مکتبہ کو آپ نے دینی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے اور اس سے ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں جس سے ملّت بیضاء کے عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدے پہونچیں۔اسی مکتبہ سے آپ بہارِ شریعت مکمل شائع کر رہے ہیں،اور اسی مکتبہ سے امام الفقہ مجدد دین وملّت،فقیہ الزماں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الاراء وبے مثال تصنیف"فتاویٰ رضویہ" شائع کی اور اس کی اِشاعت برابر جاری ہے،تزکیۂ نفس اور روحانی سکون حاصل کرنے والوں کے لئے نیز اپنے دینی ودنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے آپ نے مجموعۂ وظائف بھی شائع کیا ہے جو بہت بڑی تعداد میں بلا قیمت تقسیم کرتے ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے قدر شناس ہیں۔اپنا زیادہ تر وقت تو دین کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور بقیہ اپنی ذاتی،خانگی،خاندانی اور معاشرتی جائز ضرورتوں میں،آپ کا نظام الاوقات کچھ اس طرح ہے،علی الصبح اُٹھنا ضروریات سے فارغ ہو کر نماز فجر پڑھانا،کچھ تلاوت کرنا،بعدہٗ ناشتہ سے فارغ ہو کر فوراً دارالعلوم نوریہ رضویہ کلفٹن جانا وہاں تعلیم دینا اور اس کا انتظام دیکھنا،ساڑھے بارہ بجے وہاں سے روانہ ہو کر ایک بجے تک نیومیمن مسجد پہنچ کر امامت کا فرض انجام دینا،نماز سے فراغت کے معاً بعد مکتبۂ رضویہ آرام باغ چلا جانا اور وہاں قرآن پاک اور دینی کتب کی اشاعت وطباعت سے متعلق کام دیکھنا،وہاں سے آ کر نماز عصر پڑھانا،عصر ومغرب کے درمیان اپنے کمرہ میں قیام رکھتے ہیں،اور منصب قاضی نکاح سے متعلق امور کی انجام دہی کرتے ہیں اور بعد نماز مغرب مابین مغرب وعشاء بھی فرائض انجام دیتے ہیں،عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور رات کا ایک حصہ خانگی امور اور اعزّہ سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں،آپ اپنے وقت کی کتنی قدر کرتے ہیں اور اسے کس طرح کارآمد بناتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس طرح سے لگا سکتے ہیں کہ گھر سے دارالعلوم نوریہ جانے تک راستہ میں

www.dawateislami.net

اور وہاں سے واپسی میں، پھر مکتبہ رضویہ جانے اور آنے میں راستہ میں جو وقت ملتا ہے اس میں آپ طبع کی جانے والی کتابوں کی تصحیح کرتے ہیں اس طرح یہ وقت بھی بے کار امور میں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ان عظیم مشاغل اور مصروفیتوں کے باوجود آپ جماعت قراء پاکستان کے صدر بھی ہیں یہ ذمہ داری ۱۹۸۰ء سے آپ کے پاس ہے اور آپ پوری توجہ اور للّٰہیت کے ساتھ قراءت کے ملکی اور بین الاقوامی مقابلوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان اجتماعات کی صدارت کے فرائض انجام دیتے ہیں، قومی و ملکی مسائل سے دلچسپی اور وطن کی خدمت کے جذبہ نے آپ کو آمادہ کیا کہ آپ ''جماعت اہل سنت پاکستان'' کے نائب صدر ہونے کا منصب قبول کرلیں۔ بین الاقوامی جماعت ''ورلڈ اسلامک مشن'' کراچی شاخ کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں۔ اس کا دفتر بھی آرام باغ میں مکتبہ رضویہ کے ساتھ ساتھ ہے آپ کی ذہانت وذکاوتِ طبع کا تَیَقُّن اس طرح سے کیا جا سکتا ہے آپ واقف ہفت زبان ہیں، اردو تو آپ کی مادری زبان ہے، عربی ادب و دیگر علوم عربیہ کی آپ نے دس سال تعلیم حاصل کی، عربی و فارسی میں آپ بلا تکلّف کلام کر لیتے ہیں۔ پنجابی، سندھی، پشتو، ان کے ساتھ گجراتی اور بنگالی میں بات کر لیتے ہیں۔ بلاشبہ قدرت نے آپ کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اپنی بے شمار نعمتیں بھی عطا کی ہیں' اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ شگفتہ مزاجی کی نعمت بھی آپ کو مبدء فیاضی سے عطا ہوئی ہے، احباب کے ساتھ حسنِ سلوک شرعاً ایک محمود صفت ہیں اور آپ اسی سے متصف ہیں، آپ کے دو صاحبزادے ہیں (۱) مصطفیٰ انور (۲) مصطفیٰ سرور اول الذکر لندن میں انجینئر ہیں اور چھوٹے صاحبزادے حافظ مولوی مصطفیٰ سرور کو آپ نے اولاً حفظِ قرآن کرایا اور پھر درسِ نظامیہ کی تکمیل کرائی اور ان کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، مولوی حافظ مصطفیٰ سرور بھی نہایت سعادت مند اور فرمانبردار فرزند ہیں، اپنے والدِ محترم کے اشاروں پر چلتے ہیں اور والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، مکتبہ رضویہ سے دین کی تبلیغ و تعلیم سے متعلق جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سب کی دیکھ بھال یہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں دین کی خدمت کی توفیق و اہلیت عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری صاحب اب تک آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور نو مرتبہ عمرہ ادا کر چکے ہیں۔ اس طرح آپ سترہ بار زیارت بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مبارک سے فیوضِ روحانی حاصل کرتے رہے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم رؤف و رحیم انہیں دنیا و آخرت کی سعادتیں اور نعمتیں عطا فرمائے ان کی زندگی میں برکتیں دے اور امت مسلمہ کے لیے انہیں مفید اور باعثِ برکت بنائے

آمین بِجاہِ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ الکَرِیمِ عَلَیہِ اُلُوفُ التَّحِیَّةِ وَالتَّسلِیمِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ وَنُورِ عَرشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ۔

۷ جنوری ۱۹۸۹ء

☆☆☆☆☆

www.dawateislami.net

مؤلف کتاب

نوٹ : ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰی انجم بستوی استاد شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے یہ مضمون بعنوان مولانا سید ظہیر احمد زیدی، ایک تعارف تحریر فرمایا جس میں مصنف سے متعلق اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات مختصر انداز میں بیان کیے ہیں، ان کی خواہش پر اس کو شائع کیا جارہا ہے، قارئین کرام دعائے خیر فرمائیں۔

فروری ۱۹۲۶ء میں جب شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب کی تشکیل ہورہی تھی تو اس میں ملک کے جن متبحر علماء کو دعوت دی گئی تھی ان میں نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا عبدالعزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی بھی تھے۔''

(معارف فروری ۱۹۲۶ء ص ۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی)

صدر الشریعہ نے اس اجلاس میں جب شرکت کی تھی تو ان دنوں دار العلوم معینیہ اجمیر میں عہدۂ صدارت پر مامور تھے، پھر بریلی شریف آکر تدریسی خدمات میں مصروف ہوئے، وہاں تقریباً تین سال کا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ ۱۹۳۶ء میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں مرحوم کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لائے، دادوں اس زمانے میں مذہبی علوم کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کررہا تھا۔ علی گڑھ کے علاوہ دوسرے کئی اضلاع میں اس کی شہرت پھیل چکی تھی، اقصائے عالم سے تشنگانِ علوم کا وہاں جھمگٹا ہوگیا تھا، جن جن لوگوں نے حضرت صدر الشریعہ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل کی وہ اپنے زمانے کے تشنگانِ علوم کے لیے ابر کرم ثابت ہوئے اُن ہی علمی پیاس بجھانے والوں میں مولانا مبین الدین امروہوی مرحوم، مولانا مفتی محمد خلیل خاں مرحوم مارہروی اور وقت کے دوسرے اجلہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بھی تھے۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت میں اپنی مثال آپ ہیں، خاندانی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے، والد کے توسُّط سے ان کا تعلق مظفر نگر کے سادات بارہہ[1] اور پھر ان سے ہوتے ہوئے زید شہید

---

[1] ......سادات بارہہ سے متعلق بعض ثقہ حضرات کا خیال ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ ابو الفرح واسطی بیرون ہند یعنی ملک عراق سے آئے تھے اس لئے ان کی نسل کو ''سادات باہرہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا جو بعد میں کثرتِ استعمال سے ''سادات بارہہ'' میں تبدیل ہوگیا۔ اس سلسلہ میں ایک دوسرا قیاس یہ بھی ہے کہ ان سادات میں سے کچھ لوگ مذہبی عقیدہ کی بناء پر اثناء عشری شیعہ ہیں، یعنی بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں اس لیے یہ لوگ ''سادات بارہ'' کہلائے جو بعد میں کثرتِ استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہوگیا۔ (سید سلیمان علی خان سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ ص ۱۲ دہلی ۱۹۸۰ء) ==

www.dawateislami.net

بن امام زین العابدین علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے جاملتا ہے جب کہ ماں کی نسبت سے ان کا سلسلہ سید شاہ کمال الدین ترمذی نزیل ہانسی پنجاب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے، شاہ کمال الدین ترمذی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے، آج بھی ان کا مزارِ اقدس مرجع انام ہے، حضرت زید شہید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی نسبت سے سید صاحب اپنے نام کے ساتھ زیدی لکھتے ہیں۔ سادات بارہہ میں سے کچھ بزرگ منصور پور ضلع مظفر نگر یوپی سے ترک وطن کرکے نگینہ ضلع بجنور میں آبسے، سید ظہیر احمد کی ولادت ۱۳۳۹ھ یا ۱۳۴۰ھ میں عالی جناب سید دائم علی زیدی مرحوم کے گھر ہوئی، خاندان متدین پا کباز تھا اس لئے گھر والوں نے بچے کو حصولِ علمِ دین کی طرف لگادیا، پہلے تو انہوں نے مسجد کفر توڑ اور مدرسہ قاسمیہ نگینہ بجنور ہی میں درس لیا۔ ۱۹۳۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ سے وابستہ ہوگئے اور ایسا وابستہ ہوئے کہ پھر ہمیشہ کے لیے علی گڑھ ہی کے ہوکر رہ گئے دار العلوم حافظیہ کا نصاب تعلیم دس سال کا تھا مگر سید صاحب نے اسے آٹھ ہی سال میں مکمل کرلیا۔ دورانِ تعلیم دوبار دہری ترقی ملی اور اس طرح درسِ نظامی کی تکمیل کی، صدر الشریعہ اور دیگر اساتذۂ دار العلوم سے اکتسابِ فیض کیا اور ۱۹۴۳ء میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی دورانِ تعلیم دادوں میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ صدر الشریعہ کی خدمت میں گزارتے جس کے سبب صدر الشریعہ سے انہیں ایک روحانی تعلق ہوگیا تھا۔ صدر الشریعہ خود بھی سید صاحب سے بہت پیار ومحبت فرماتے تھے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی صدر الشریعہ کے آخری دور کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تو بے جانہ ہوگا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جس کا اعتراف صدر الشریعہ نے خود کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا گیا''۔

(مولانا امجد علی، بہار شریعت، (۱۰۲:۱۷) مطبوعہ لاہور)

مولانا سید ظہیر احمد زیدی فراغت کے بعد دوسال مدرسہ عربیہ خدّام الصوفیہ گجرات پنجاب میں تدریسی خدمات انجام

= سادات بارہہ کے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے وہ سید عبد اللہ الحسن ابو الفرح الواسطی ۱۰۵۵ھ ہیں۔ ہوا یوں کہ سلطان محمود غزنوی جب آخری بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو مذکورۃ الصدر بزرگ سے اس فوج میں شرکت کے لئے کہا چنانچہ وہ اپنے چار صاحبزادگان سمیت اس فوج میں شریک ہوگئے، جب ہندوستان فتح ہوگیا تو سلطان محمود نے شاندار کامیابی پر مسرور ہوکر اور ان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے سرہند اور کلانور کا علاقہ انہیں بطورِ انعام جاگیر کی صورت میں عطا کیا، سید عبد اللہ خود تو سلطان کے ہمراہ واسط چلے گئے مگر ان کے صاحبزادے ہندوستان رہ گئے۔ پھر انہیں میں سے کچھ لوگ آکر مظفر نگر میں آبسے موجودہ سادات بارہہ انہیں کی نسل سے ہیں۔ انہیں میں سے ایک بزرگ امیر سید ابو المظفر جنھیں نواب خاں سے شہرت حاصل تھی، شاہجہاں کے دورِ حکومت میں اہم منصب پر فائز تھے انہوں نے اپنا وطن منصور پور کو قرار دیا۔ آج بھی ان کا مقبرہ منصور پور ضلع مظفر نگر میں ہے، سید ظہیر احمد زیدی صاحب انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔

www.dawateislami.net

دیتے رہے ان دنوں اس ادارہ میں مدرس اوّل حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر ایک سال کے لیے مدرسہ عربیہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی چلے آئے اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ محدث پاکستان، مولانا وقار الدین پیلی بھیتی حال مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ان کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوگیا جہاں وہ عبد اللہ کالج میں پہلے لیکچرار رہے پھر ۱۹۵۴ء میں اسی یونیورسٹی کے سٹی ہائی اسکول میں دینیات کے استاد مقرر ہوئے اور ۱۹۸۴ء تک انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوگئے، اس طرح بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب زندگی کے جس مرحلے پر ہیں بچپن سے لے کر اب تک عمر کا بیشتر حصہ دین سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوا ہے۔ علی گڑھ کالج اور اسکول میں جن طلباء نے ان سے دینیات پڑھی ان کی فہرست موجب تطویل ہونے کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے، البتہ مدارس عربیہ میں جن لوگوں نے ان سے اکتسابِ فیض کیا ہے ان میں درجِ ذیل حضرات کافی مشہور ہوئے

(۱) مولانا تحسین رضا خاں بریلوی شیخ الحدیث مدرسہ نوریہ بریلی شریف

(۲) مولانا سبطین رضا خاں بریلوی مقیم حال مدھ پردیش

(۳) مولوی معین الدین بانی مدرسہ نوریہ غوثیہ فیصل آباد پاکستان

(۴) مولانا عبد القادر شہید گجراتی ثم فیصل آبادی

(۵) مولانا مفتی لطف اللہ خطیب جامع مسجد متھرا

(۶) مولانا مظہر ربانی صاحب باندہ

مولانا سید ظہیر احمد زیدی وعظ و تبلیغ میں بھی اپنی یگانگت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کما حقہ تبلیغی خدمات اس زمانے میں تو نہ کرسکے جب ان کا یونیورسٹی سے تعلق رہا لیکن تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد بڑے بڑے سیرت کے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت ہونے لگی، وعظ و تبلیغ میں ان کا لب ولہجہ شستہ ہوتا ہے، ایک ایک بات دلائل کی روشنی میں سمجھا کر کہنے کی عادت ہے، بے جا الفاظ کا استعمال ان کے یہاں ہرگز نہیں، فتویٰ کی زبان بولتے اور لکھتے بھی ہیں اسی وجہ سے شاید ان کی تقریروں سے عوام سے زیادہ خواص کا طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے، بہرحال مولانا کا انداز منفرد و یگانہ ہے، عبرت آمیز نصیحت انگیز اور سبق آموز مقررین میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تحریری صلاحیتوں کا اندازہ زیر نظر کتاب سے با آسانی کرسکتے ہیں، اس کتاب سے جہاں ان کے قلم کی شستگی اور نپے تلے الفاظ کی بندش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں مولانا کی علوم مرجہ و متداولہ میں فقہ سے دلچسپی اور لگاؤ کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔ فقہ اور اس کے اصول و قواعد سے متعلق کچھ رسالے بھی زیب قرطاس بنے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقالات و مضامین بھی رسائل و جرائد میں چھپ کر اربابِ فکر و نظر سے خراجِ تحسین حاصل کرچکے ہیں، مقالات کی فہرست تو دستیاب نہ ہوسکی، البتہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب و رسائل کی فہرست جن سے ان کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتا چلتا ہے یہ ہے:

www.dawateislami.net

(۱) رسالہ مسلم پرسنل لا مطبوعہ فروری ۱۹۷۲ء محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

(۲) مسلم تاریخ تمدن غیر مطبوعہ

(۳) بہار شریعت کتاب الوصایا انیسواں حصہ

(۴) رسالہ الحج غیر مطبوعہ

(۵) رسالہ القواعد الفقہیہ والاصول الکلیۃ

مولانا ظہیر احمد صاحب کو زبان وادب سے گہرا ربط ہے، اردو، فارسی ہو یا عربی انھیں تمام زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے ان تینوں زبانوں میں مشق سخن کرتے رہتے ہیں، شاعری کا تخلص ''سید'' اختیار فرماتے ہیں۔ مولانا کوئی باضابطہ صاحب دیوان شاعر تو نہیں البتہ اردو، فارسی اور عربی نعتوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ درج ذیل اشعار ان کی سخن گستری اور سخن سنجی کی بین دلیل ہیں۔

فَوَاللّٰہِ لَا یَمْتَدُّ عُمْرُکَ سَاعَةً — اِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰہِ لَاقَتْ شَدَائِدُ
لقد بعثت خیراً بالمعاصی وتحسب — بانک تبغی دائماً لا تباعدُ [1]

....

جَعَلَنَا فِی الْخَلَائِقِ خَیْراً — بَعَثَ فِیْنَا حُبَّهٗ خبرا
حَفِظَنَا مِنْ عَدُوِّنَا حِفْظاً — نَصَرَنِیْ مِنْ مَعَارِضِی نَصْراً [2]

....

اَسْرٰی بِکَ سُبْحَانَهٗ — اَجْلٰی بِکَ بُرْهَانَهٗ
قَدْ اَنْزَلَ قُرْآنَهٗ — اِسْمَعْ لَنَا اَدْرِکْ لَنَا [3]

....

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُسْتَجِیْرٌ — وَاَنْتَ بِرَحْمَةِ اللّٰہِ شَهِیْرٌ
نَدِیْمِیْ لَا تَخَفْ مِنْ شَرِّ عَادٍ — اَنَا فِیْ حَضْرَةِ الرَّبِّ سَمِیْرٌ [4]

---

1 ...... ترجمہ: اللہ کی قسم تجھے ایک لمحے کی مہلت نہیں ملے گی، جب اللہ کا حکم آ جائے تو مصائب وآلام آ پہنچتے ہیں، نیکیوں کے ساتھ ساتھ تو نے گناہوں کے ڈھیر لگا دیئے اور تیرا خیال ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں۔

2 ...... ترجمہ: ہمیں تمام امتوں میں بہترین امت بنایا، ہم میں اپنا محبوب پیغمبر مبعوث فرمایا، ہمیں ہمارے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا، مصائب وآلام میں ہماری مدد ونصرت کی۔

3 ...... ترجمہ: اللہ عزوجل نے آپ کو سیر کرائی، اور آپ کے ذریعے اپنی برہان کو واضح کیا، آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا، اے حبیب ہماری فریاد سنیے، ہماری فریادرسی کیجئے۔

4 ...... ترجمہ: یارسول اللہ! میں پناہ کا طلبگار ہوں۔ اور آپ رحمة للعالمین کے لقب سے مشہور ہیں، اے میرے دوست! دشمن کے شر سے خوفزدہ نہ ہو، میں بارگاہِ الٰہی میں شب کو مناجات کرنے والا ہوں۔

www.dawateislami.net

فَاَکْرِمْنِیْ بِلُطْفِکَ یَا حَبِیْبِیْ   اَنَا مِنْ اَفْقَرِ النَّاسِ حَقِیْرٌ[1]

....

عرفان و وصل و جام و شراب محمد است   ذوالفضل والکمال خطاب محمد است
دیدم ہزار بار و لیکن تواں نہ دید   صد جلوۂ کمال نقاب محمد است
سیّد پناہ دامن محبوب حق بجو   حقا کہ "ھب لی امتی" تاب محمد است[2]

....

بہ چشم زیست نازاں بود شب جائے کہ من بودم   بہار وصل ساماں بود شب جائے کہ من بودم
کجا ہستی کجا مستی کجا ہنگامۂ آرائی   جمال یار مہماں بود شب جائے کہ من بودم
قرار آمد نگار آمد جہاں بادہ خوار آمد   نشاط روئے تاباں بود شب جائے کہ من بودم[3]

....

کچھ اس اداء سے وہ سرتاج مہوشاں گزرے   مہک رہی ہیں فضائیں جہاں جہاں گزرے
وفور شوق میں گشتۂ جمال اَلست   کہاں کہاں تجھے پایا کہاں کہاں گزرے

....

تو نہ ہوتو بزم سخن نہو، تو نہ ہوتو رنگ چمن نہ ہو   کوئی اور تجھ سا حسین نہیں کوئی اور رشک جناں نہیں
تو ہی روحِ بزم وجود ہے تو ہی سِرِّ جلوۂ ذات ہے   تو ضیائے عالم کن فکاں ترا نور حسن کہاں نہیں

....

موسیٰ کی تمنا کہوں عیسیٰ کی بشارت   اللہ کا احسان ہو آدم کی صدا ہو
تم رحمتِ باری ہو صدا بادِ بہاری   کلیوں کا تبسّم ہو عنادل کی نوا ہو
مل جائے جو سیّد کو ترے در کی حضوری   پھر تو مری تقدیر میں جنّت کی ہوا ہو

---

1 ......ترجمہ: اے میرے حبیب (علیه الصلاة والتسليم)! اپنے لطف وکرم سے میری عزت افزائی کیجئے، میں محتاج ترین لوگوں میں سے حقیر ہوں۔

2 ......ترجمہ: عرفان ووصل وجام وشراب عشق محمد عربی ہیں، ذوالفضل والکمال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لقب ہے،
میں نے ہزار بار دیکھا مگر نہ دیکھ سکا، رُخِ مصطفیٰ میں سینکڑوں جلوۂ کمال پنہاں ہیں۔
سیّد محبوب خدا کے دامن میں پناہ تلاش کر، بے شک "رب ھب لی اُمَّتی" کہنے کی ہمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کو ہے۔

3 ......ترجمہ: زندگی میری آنکھ پہ نازاں تھی، آج شب میں جہاں تھا۔ سامانِ وصل سے لطف اندوز ہوا ہوں آج شب میں جہاں تھا۔
احساسِ وجود کہاں کیفیت جنوں کہاں وجد و بے خودی کہاں، جمال یار مہماں تھا آج شب میں جہاں تھا۔
بڑی پرسکون وآرئش والی جگہ تھی جہاں مے خوار تھا، روئے تاباں کی شادمانی تھی آج شب میں جہاں تھا۔

www.dawateislami.net

ا اپریل ۱۹۸۰ء میں جب میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حصولِ علم کی غرض سے حاضر ہوا تو ان دنوں سید صاحب یونیورسٹی میں استاد تھے، میری ان سے پہلی ملاقات ان کے دولت کدہ ''بیت السادات'' محبّ گرامی ڈاکٹر محبّ الحق کی معیت میں ہوئی، میں موصوف کا ممنون کرم ہوں کہ انہوں نے علی گڑھ کے آخری ایام میں ایسے معزز اور مخلص لوگوں سے تعلقات پیدا کر دیئے جن کی شخصیت آج بھی ہمارے لئے ابر کرم اور ترقی درجات کے لیے مشعل راہ ہیں، اگر چہ میں ان دنوں علی گڑھ کے لیے بالکل نیا تھا علی گڑھ کا ہر ذرہ میرے لئے اجنبی تھا، مگر سید صاحب اور ان جیسے دوسرے کرم فرماؤں کی عنایات ونوازشات اس طرح ہوئیں کہ چند ہی دنوں میں اس دیار کے ہر کوچے اور ہر ذرّے سے محبت کی بو آنے لگی۔

سید صاحب سے قربت اس لیے بھی ہوئی کہ اس دور کے چند مخلص طلباء نے ایک باوقار سنجیدہ تنظیم بنائی جس کا نام ''مرکز تعلیمات اسلامی'' رکھا گیا جس کے اغراض ومقاصد میں دو باتیں بڑی اہم تھیں ایک تو ہفتہ وار قرآن وحدیث کی تعلیم اور دوسرے ایک موقر ''سہ ماہی جریدہ'' ''تعلیمات'' کا اجراء۔

میرے علی گڑھ آنے کے بعد اس تنظیم کی تشکیل جدید ہوئی اور اس مجلّہ کا مدیر معاون مجھے بنایا گیا، جب کہ ادارت کی ذمہ داری تاجدار مارہرہ حسن میاں کے فرزند ارجمند سید محمد امین کے سپرد کی گئی اور اسی نشست میں حکیم خلیل احمد جائسی اور سید صاحب کو علی الترتیب مربی ومرشد نامزد کیا گیا۔ اگر چہ کچھ اسباب کی بناء پر تنظیم تو کامیاب نہ ہوسکی مگر ملاقات کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا اس طویل ملاقات میں میں نے انہیں ہمدرد اور کہتر نواز، مہمان نواز پایا۔

سید صاحب کی وجیہہ اور پُر وقار شخصیت کی بناء پر حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰی رضا خاں اور حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمہ نے شرف خلافت سے نوازا جب کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بیعت و اِرادت کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سے وابستہ کرلیا۔ سید ظہیر احمد زیدی صاحب صوری اور معنوی دونوں حُسن سے مزین ہیں، صاف وشفاف نورانی چہرہ، سفید داڑھی جس سے بزرگی کے آثار نمایاں، چمکتی دور بیں آنکھیں، موزوں قد، بڑے مشکلات کی گرہیں کھولنے والی چھوٹی چھوٹی انگلیاں مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت ہر اعتبار سے سید ظہیر احمد زیدی منفرد ونمایاں ہیں اور حدیث مبارکہ اِبْتَغُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْه[1] کا مصداق ہیں، اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ سید صاحب کے حسن وجمال میں مزید نکھار پیدا کر دے، اور اس کی نورانیت سے لوگوں کے دلوں کو منور وروشن کرے۔ آمین بجاہ حبیبہ سیِّدِ المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہ الطیبین والطاھرین.

1 ...... ''مصنف'' لابن ابی شیبة، کتاب الأدب، باب ماذکر فی طلب الحوائج، الحدیث: ۲، ج ٦، ص ۲۰۸ .
بہار شریعت میں حدیث ان الفاظ سے مرقوم ہے ''اِبْتَغُوا الْخَيْرَ فِي وُجُوْهِ الْحِسَانِ'' ترجمہ: ''خوبصورت چہروں کے ہاں بھلائی تلاش کرو''، جبکہ کتب حدیث میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہمیں نہیں ملی لہٰذا جن الفاظ کے ساتھ ہمیں ملی ان الفاظ کے ساتھ متن میں ذکر کر دیا گیا، مزید تفصیل کے لیے فتاوی رضویہ، ج ۲۱ ص ۳۱۱ تا ۳۱٦ ملاحظہ کیجئے۔ ... علمیه

www.dawateislami.net

باسمہٖ تبارک وتعالٰی

مُقدمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد:

بہارِشریعت کا انیسواں حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، رب تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے اور میرے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔فقیہِ وقت مصنف بہارِ شریعت ابوالعلیٰ صدرالشریعہ حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے مکمل فقہ حنفی کو عام فہم اردو زبان میں منتقل کرنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس کی نہ ماضی میں کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی امید،حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے دین کے مسائل سے بہ سہولت مستفید ہوجائیں،حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ اخلاصِ فکروعمل کے ساتھ ارادہ رکھتے تھے کہ جملہ ابواب فقہ سے ضروری اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق مفتیٰ بہ شرعی احکام اردو زبان میں بیان فرمادیں۔ان کی حیاتِ مبارکہ میں کتاب بہارِشریعت کے سترہ حصے مرتب ہوکر طبع ہوچکے تھے کہ آپ مقام ابتلاوآزمائش سے گزرے،بحمدِ اللّٰہ تعالیٰ مژدۂ ﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ سے سرفراز ہوئے،جیسا کہ مقربین بارگاہ کا طرۂ امتیاز ہے،اس وقت تک بہارِشریعت کے سترہ حصے مکمل ہوچکے تھے صرف حدود وقصاص، وصایا اور میراث میں تین حصے اور تصنیف ہونا باقی تھے کہ موانع پیش آگئے،حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ بقیہ یہ تین حصے میرے تلامذہ مکمل کریں گے،چنانچہ دو۲ حصے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی وقاری محبوب رضا خاں صاحب وقاری رضاء المصطفیٰ صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی نے تالیف فرمادیئے،یعنی اٹھارہواں حصہ کتاب الحدود والقصاص میں اور بیسواں حصہ کتاب المیراث میں،باقی رہا انیسواں حصہ کتاب الوصایا،اس کی تالیف وترتیب اس ناچیز کے حصے میں آئی،اس سلسلے میں بہ خلوص قلب شکرگزار ہوں اپنے استاذزادہ مولانا الحاج قاری رضاء المصطفیٰ زادشرفہ کا کہ ان کے پیہم اصرار اور تعاون نے مجھے مجبور کردیا کہ میں یہ سعادت وفضیلت حاصل کروں۔جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرَالْجَزَا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ

ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ بیسواں حصہ آخری حصہ ہے جو مسائل میراث میں ہے،لیکن تالیف کے اعتبار سے انیسواں حصہ آخری ہے جوسب سے آخر میں اس ناچیز نے مرتب کیا ہے۔یہ حصہ مسائل وصیت میں ہے،اس میں **450** مسائل بیان کئے گئے ہیں۔وصیت کے مسائل بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں،شریعت مطہرہ نے وصیت کو بڑی اہمیت دی ہے اور بعض مقامات پر اسے ضروری اور واجب قرار دیا۔

www.dawateislami.net

وصیت کی اہمیت وافادیت

شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس شخص کو جو وصیت کر کے وفات کر گیا متقی، شہید اور عامل بالسنۃ فرمایا اور اسکی مغفرت کی بشارت دی۔[1] (مشکوۃ) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تیرا اپنے ورثا کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔''[2] اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مفلس ونادار غیر وارث کے لیے وصیت کرنی چاہیئے تاکہ انہیں بھی مال کا ایک حصہ مل جائے اور ان کی غربت وناداری اور افلاس دور ہو اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں اور خود وصیت کرنے والوں کو تقویٰ وشہادت اور مغفرت کا مقام مل جائے، ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے، اور شہادت کا درجہ مل جائے اور یہ بات بھی اس کے لیے کس درجہ عزت، اجر اور نیک نامی کی ہے کہ اس کے غیر وارث اَعِزَّہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل ورسوا نہ ہوں اور معاشرہ میں آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

وصیت کی افادیت

(۱) یہ ہے کہ متوفی کے ایسے اعزہ جو وارثوں میں شامل نہیں ہیں مگر نادار اور حاجتمند ہیں، ان کو اس کے مال سے نفع پہنچے اور کسبِ معاش کے لئے سہارا مل جائے، جیسے وہ بچہ جس کے باپ کا انتقال اس کے دادا کی حیات میں ہوگیا اور دادا کا انتقال بعد میں ہوا اور دادا نے وارثوں میں بیٹا بھی چھوڑا تو بچہ محروم ہوجائے گا۔ اس کے لیے دادا کو انتقال سے پہلے وصیت کرنا چاہیے۔

(۲) ایسے پڑوسی یا احباب یا دیگر حضرات جو نہ رشتہ دار ہیں اور نہ وارث مگر سخت احتیاج وتنگدستی اور پریشانی میں ہیں ان کو متوفی وصیت کے ذریعے اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنادے اور اس طرح ان کی مدد ہوجائے۔

(۳) متوفی اگر مدرسہ، مسجد، سرائے، قبرستان یا دیگر امور خیر اپنی موت کے بعد بھی کرنا چاہتا ہے اور وہ رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام انجام دینا چاہتا ہے تو بذریعہ وصیت اپنے مال کا ایک حصہ ان کی انجام دہی کے لیے مقرر کردے، لیکن شریعت نے متوفی کو ورثاء کی موجودگی میں اپنے تمام مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اس سے وارثوں کو ضرر پہنچتا ہے، اور ان کا حق ضائع ہوتا ہے، قرآن پاک میں ﴿مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّةٍ یُّوۡصٰی بِهَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ۙ غَیۡرَ مُضَآرٍّ ۚ﴾[3] فرما کر یہی ہدایت فرمائی

---

1 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الوصايا، باب الحث على الوصية، الحديث: ٢٧٠١، ج٣، ص٣٠٤.

2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الوصايا، باب ان يترك ورثتهٗ ... إلخ، الحديث ٢٧٤٢، ج٢، ص٢٣٢.

3 ...... پ ٤، النساء: ١٢.

www.dawateislami.net

کہ وصیت تو کرو مگر وارثوں کو نقصان پہنچا کر نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے گا۔'' (1) (مشکوٰۃ)

شریعت اسلامیہ نہ یہ اجازت دیتی ہے کہ وارث کو اس کی میراث سے محروم کر دیا جائے، نہ یہ گوارا کرتی ہے کہ اہلِ ثروت اپنے غیر وارث اعزہ کو محتاجی و ناداری کی حالت میں چھوڑ کر وفات پائیں، بلکہ ایسے محتاج غیر وارث اعزہ کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے مال کا ایک حصہ ان کو پہنچادیں۔ مسلمان اگر شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق وصیت کے طریقے کو اپنائیں تو اس سے عظیم فائدے اور فیوض و برکات حاصل ہوں، اور دشمنانِ اسلام نے بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کے محروم الارث ہونے پر شریعت اسلامیہ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی اُٹھایا اور آج بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ نہ اٹھا سکتے، اگرچہ اس کا مدلل و معقول جواب بارہا دیا جاچکا ہے، لیکن مخالفینِ اسلام، اسلام دشمنی میں شر پھیلانے سے نہیں تھکتے، ان کا مقصد حق وصداقت کو سمجھنا نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنا ہے، اگر مسلمان بذریعہ وصیت یتیم اور محروم الارث پوتے کو اپنی حیثیت کی مناسبت سے مال کا ایک حصہ دیا کرتے تو معترضین اسلام کو یہ ایک عملی جواب بھی ہوتا، وہ عنداللہ ماجور بھی ہوتے اور ایک بہتر معاشرہ بھی وجود میں آتا۔

وصیت کا طریقہ

مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگرچہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے اسی لیے اس کا نام بھی Will جس کے معنی ہیں ''خواہش'' عام طور سے وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے Will لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس ول Will اور وصیت میں زبردست فرق ہے، وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور وِل Will اپنی خواہشات نفس کے مطابق، ول لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرہ میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرہ کی فلاح اور اعمالِ خیر کا اجراء مقرر کیا ہے۔ اسی لیے اس نے معصیت کے کاموں کے لیے اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لیے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ناانصافی ہوگی اگر میں الحاج مولانا قاضی عبدالرحیم، (2) مفتی آستانہ رضویہ رضانگر محلّہ سوداگران بریلی کا شکریہ نہ ادا

---

1 ...... ''سنن ابن ماجه''، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، الحديث: ٢٧٠٣، ج٣، ص٣٠٤.

2 ...... قاضی عبدالرحیم صدیقی موضع جگجگا تحصیل ڈومریا گنج پرگنہ رسول پور ضلع بستی کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے، مڈل پاس کرنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم دار العلوم فضل رحمانیہ پچھپڑوا بازار ضلع دیوریا میں ==

www.dawateislami.net

کروں، عزیز موصوف نے اپنا بیش قیمت وقت خالصتاً لوجہ اللّٰہ تعالٰی اس کتاب پر نظر ثانی کرنے کے لئے دیا، ان کے اس تعاون سے میں اس قابل ہوسکا کہ اس میں مندرجہ مسائل کے لیے کتب فقہ کے حوالوں میں اضافہ کروں جس نے کتاب کے اعتبار و استناد میں اضافہ کیا ہے۔ موصوف ایک صاحبِ نظر اور ذہین عالم ہیں، فقہ میں بصیرت رکھتے ہیں، آپ کے پاس اعلٰی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قلمی حاشیہ جدالممتار ہے، جو ردالمحتار پر تحریر فرمایا گیا ہے، اس کے حوالے بھی اس کتاب میں ملیں گے، اللہ تعالٰی موصوف کے علم، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین۔ اسی کے ساتھ عزیز گرامی قدر مولوی عطاء المصطفٰی زادعلمہ مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا اصل سے مقابلہ کرنے میں مدد دی، جس سے نقل میں جو اغلاط تھے وہ صحیح ہوگئے۔ موصوف ایک باشرع، صالح، سعادت مند اور باادب عالمِ دین ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ صاحبِ بہارِ شریعت کے پوتے ہیں اور خدمتِ دین کرنے کا بااخلاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کے علم و عمل صالح میں ترقی عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت دے آمین۔

آخر میں اللہ جل وعلا تبارک وتعالٰی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے اس عاجز و حقیر بندے کی اس خدمت کو قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے اور دین کی خدمت کرنے کی مزید توفیق و اہلیت عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولانا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین.

الفقیر الی اللّٰہ الصمد

ظہیر احمد زیدی غفرلہ ولوالدیہ

جمادی الاولٰی ۱۴۰۹ھ

مطابق ۵ جنوری ۱۹۸٦ء

☆☆☆☆☆

= مولانا رضاء المصطفٰی پسر حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ آخر میں ۱۹۵٦ء سے ۱۹٦۰ء تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلّہ اندر کوٹ میرٹھ میں عالم شہیر امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عربیہ کی تکمیل اور ۱۹٦۱ء سے مرکزی دارالافتاء محلّہ سوداگران بریلی میں زیر تربیت ونگرانی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفٰی رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ افتاء نویسی کی خدمت ۱۹٦۹ء تک انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آج تک اکتیس ۳۱ سال ہوئے جارہے ہیں آپ اسی مرکزی دارالافتاء سے افتاء نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اکتیس سال میں آپ نے ہر قسم کے فتوے تحریر کئے ہیں۔ ہندوستان کے مفتیان کرام میں فی الوقت آپ غالبًا سب سے کہنہ مشق اور صاحبِ تحریر مفتی ہیں۔

www.dawateislami.net

وصیت کا بیان

وصیّت کرنا قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُؕ وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًاؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱﴾ ﴾[1]

(جزء ۴، سورۃ النساء، رکوع ۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر، تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اُس کے لئے آدھا، اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو، پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ، پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ، بعد اس وصیّت کے جو کر گیا اور بعد دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا، یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔''

قرآن مجید کے چوتھے پارے میں سورۂ نساء کے اس دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے وصیّت کا ذکر چار مرتبہ فرمایا جس میں تقسیم وراثت کو ادائیگی وصیّت اور ادائیگی قرض کے بعد رکھا اسی رکوع کی آخری آیات سے کچھ پہلے فرمایا:

﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌؕ ﴿۱۲﴾ ﴾[2]

''میت کی وصیّت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِؕ ﴾[3] (سورۂ مائدہ، پ۷)

---

1 ...... پ ٤، النساء: ١١.
2 ...... پ ٤، النساء: ١٢.
3 ...... پ٧، المائدہ: ١٠٦

www.dawateislami.net

''یعنی اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی، جب تم میں کسی کو موت آئے وصیّت کرتے وقت، تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے۔''

احادیثِ وصیت

حدیث ۱ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل کوئی شے ہو اور وہ بلا تاخیر اس میں اپنی وصیّت تحریر نہ کردے۔ (1) (مشکوۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۵)

حدیث ۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اس قدر بیمار ہوا کہ موت کے قریب ہوگیا تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت فرمانے کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے پاس کثیر مال ہے اور میری بیٹی کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں (اصحاب فرائض میں سے) تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیّت کردوں، آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا دو ثلث کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا آدھے مال کی، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا کہ کیا تہائی مال کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: ''تہائی مال'' اور تہائی مال بہت ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور بلا شبہ تو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے کچھ خرچ نہیں کرے گا مگر یہ کہ تجھے اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کے منھ میں اٹھا کر رکھے۔ (2) (متفق علیہ، مشکوۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۵)

حدیث ۳ امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری بیماری میں عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیّت کردی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کتنے مال کی وصیّت کی؟ میں نے عرض کیا: راہ خدا میں اپنے کل مال کی، آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اغنیا یعنی صاحب مال ہیں، آپ نے فرمایا: دسویں حصہ کی وصیّت کرو۔ تو میں برابر کم کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ثلث مال کی وصیّت کرو اور ثلث مال بہت ہے۔ (3) (مشکوۃ، ص ۲۶۵)

1 ......''صحیح البخاري''، کتاب الوصایا، باب الوصایا...إلخ، الحدیث: ۲۷۳۸، ج ۲، ص ۲۳۰.

2 ......''مشکاۃ المصابیح''، کتاب الفرائض والوصایا، باب الوصایا، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۱، ص ۵۶۶.

3 ......''جامع الترمذي''، کتاب الجنائز، باب ماجاء في الوصیۃ بالثلث...إلخ، الحدیث: ۹۷۷، ج ۲، ص ۲۹۲.

www.dawateislami.net

حدیث ۴: ابوداود اور ابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالٰی نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرمادیا پس وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں۔[1] (مشکوۃ،ص ۲۶۵) ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ ''بچہ عورت کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری، اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''[2] دارقطنی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ''وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔''[3] (مشکوۃ،ص ۲۶۵)

حدیث ۵: امام ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرد وعورت اللہ جل جلالہ کی اطاعت وفرمانبرداری ساٹھ سال (لمبے زمانہ) تک کرتے رہیں پھر ان کا وقت موت قریب آجائے اور وصیّت میں ضرر پہنچائیں تو ان کے لئے دوزخ کی آگ واجب ہوتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیت تلاوت فرمائی۔

﴿ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَآ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ ﴾ اللہ تعالٰی کے کلام ﴿ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴾ تک۔[4] (مشکوۃ،ص ۲۶۵)

حدیث ۶: ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی موت وصیّت پر ہو (جو وصیت کرنے کے بعد انتقال کرے) وہ عظیم سنت پر مرا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی اور اس حالت میں مرا کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔[5] (مشکوۃ، باب الوصایا،ص ۲۶۶)

حدیث ۷: ابوداود حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ شعیب سے اور شعیب اپنے باپ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیّت کی کہ اس کی جانب سے سَو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے پھر اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ اس کی جانب سے بقایا پچاس غلام آزاد کردے پس اس نے (اپنے بھائی یا ساتھیوں یا اپنے دل میں) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کرلوں پس وہ آئے نبی

---

1 ......"سنن ابن ماجه"،كتاب الوصايا، باب لا وصية لوارث،الحديث:۲۷۱۳،ج۳،ص۳۱۰.

2 ......"جامع الترمذي"،كتاب الوصايا،باب ما جاء لا وصية لوارث،الحديث: ۲۱۲۷،ج٤،ص٤۲.

3 ......"سنن الدار قطني"،كتاب الفرائض...إلخ،الحديث:٤۱۰٤،ج٤،ص۱۱۲.

4 ......"جامع الترمذي"،كتاب الوصايا،باب ما جاء في الضرارفي الوصية،الحديث:۲۱۲٤،ج٤،ص٤۱ و پ٤،النساء:۱۲،۱۳.

5 ......"سنن ابن ماجه"،كتاب الوصايا،باب الحث على الوصية،الحديث:۲۷۰۱،ج۳،ص۳۰٤.

www.dawateislami.net

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے باپ نے وصیّت کی تھی کہ اس کی جانب سے سَو غلام آزاد کئے جائیں اور یہ کہ ہشام نے اس کی جانب سے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں اور اس پر پچاس باقی رہ گئے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے (اپنے باپ کی طرف سے) یہ پچاس آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج ادا کرتے تو اس کو یہ پہنچتا۔[1] (مشکوٰۃ ص ۲۶۶)

حدیث ۸ ابن ماجہ و بیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔''[2] (مشکوٰۃ ص ۲۶۶)

مسائل فقہیّہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[3] (جوہرہ نیرہ ج ۲، وبدائع ج ۷، ص ۳۳۰) شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا[4] (تبیین از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰) وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے ''میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰) وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ① موصی یعنی وصیّت کرنے والا ② موصٰی لہ یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے ③ موصٰی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے ④ وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔[6] (کفایہ، عنایہ و عالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

مسئلہ ۱ وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔[7] (تبیین از عالمگیری ج ۶، ص ۹۰ وقدوری، درمختار، ردالمحتار)

1 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الوصایا، باب ما جاء في وصیة الحربي...إلخ، الحدیث: ۲۸۸۳، ج۳، ص ۱۶۳.

2 ...... ''سنن ابن ماجه''، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، الحدیث: ۲۷۰۳، ج۳، ص ۳۰٤.

3 ...... ''بدائع الصنائع''، کتاب الوصایا، ج ٦، ص ٤۲۲.

4 ...... ''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج٦، ص ۹۰.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲: وصیت چار قسم کی ہے۔ ① واجب جیسے زکوٰۃ کی وصیّت اور کفارات واجبہ کی وصیت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیّت ② مباحہ، جیسے وصیّت اغنیا کے لئے[1] ③ وصیّت مکروہہ، جیسے اہل فسق ومعصیت کے لئے وصیت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیّت گناہ میں صرف کرے گا۔ (درمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۳) ④ اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔[2]

مسئلہ ۳: وصیّت کا رکن ایجاب وقبول ہے، ایجاب وصی کی طرف سے اور قبول موصیٰ لہ کی طرف سے، امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک۔[3] (بدائع ج ۷، ص ۳۳۱)

مسئلہ ۴: موصیٰ لہ صراحۃً یا دلالۃً موصی کی وصیّت کو قبول کرلے، صراحۃً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً موصیٰ لہ وصیّت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کر جائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔[4] (الوجیز لکردری از عالمگیری ج ٦، ص ۹۰)

مسئلہ ۵: وصیّت قبول کرنے کا اعتبار موصی کی موت کے بعد ہے اگر موصیٰ لہ نے موصی کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصیٰ لہ کو اختیار رہے گا کہ وہ موصی کے انتقال کے بعد وصیّت کو قبول کرے۔[5] (سراجیہ از عالمگیری ج ٦ ص ۹۰)

مسئلہ ٦: وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔[6] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦، ص ۹۰)

مسئلہ ۷: وصیّت کی شرط یہ ہے کہ موصی مالک بنانے کا اہل ہو اور موصیٰ لہ مالک بننے کا اہل ہو اور موصیٰ بہ موصی کی موت کے بعد قابل تملیک مال یا منفعت ہو۔[7] (کفایہ، عالمگیری ج ٦ ص ۹۰، بدائع ج ۷، ص ۳۳۲، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۴)

مسئلہ ۸: ایصاء کا حکم یہ ہے کہ مال وصیّت[8] موصیٰ لہ کی ملکیت میں اسی طرح داخل ہوجاتا ہے جیسے ہبہ کیا ہوا مال۔[9] (کفایہ از عالمگیری ج ٦ ص ۹۰، درمختار وبدائع ج ۷، ص ۲۳۳)

---

1 ......یعنی مالداروں کے لیے۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الوصایا، ج ۱۰، ص ۳۵٤.

3 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، ج ٦ ص ٤٢٥.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول في تفسيرها... إلخ، ج٦، ص ۹۰.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی جس مال کے متعلق وصیت کی گئی ہے۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول في تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ۹۰.

www.dawateislami.net

مَسْئَلَة ۹ مستحب یہ ہے کہ انسان اپنے تہائی مال سے کم میں وصیّت کرے خواہ ورثاء مالدار ہوں یا فقراء۔[1] (ہدایہ و عالمگیری ج۶ ص۹۰، قدوری، جوہرہ نیرہ)

مَسْئَلَة ۱۰ جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال[2] سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔[3] (ردالمحتار ج۵، بدائع ج۷، خزانة المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مَسْئَلَة ۱۱ موصیٰ لہ[4] وصیّت قبول کرتے ہی موصیٰ بہ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصیٰ بہ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصیٰ لہ نے وصیّت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔[5] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مَسْئَلَة ۱۲ وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی[6] کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کر دیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۰ و ہدایہ)

مَسْئَلَة ۱۳ وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیّت صحیح ہے۔[8] (تبیین از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مَسْئَلَة ۱۴ موصی نے اگر اپنے کل مال کی وصیّت کر دی اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیّت نافذ ہو جائے گی بیت المال سے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔[9] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مَسْئَلَة ۱۵ احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

2 ......یعنی تہائی مال۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

4 ......جس کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

6 ......وصیت کرنے والا۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ٩٠.

8 ......المرجع السابق۔ 9 ......المرجع السابق۔

www.dawateislami.net

دیدیں اور اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیّت کی تو اجنبی کے حق میں صحیح ہے اور وارث کے حق میں ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر انھوں نے جائز کردی تو جائز ہے اور اجازت نہیں دی تو باطل، اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی پھر بھی انھیں موصی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰)

مسئلہ ۱۶ وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ کہ بوقت وصیت یعنی اگر موصیٰ لہ بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیّت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (تبیین از عالمگیری ج ۶ ص ۹۱)

مسئلہ ۱۷ وارثوں کی اجازت سے جب وصیّت جائز ہوگئی تو جس کے حق میں وصیّت جائز کی گئی وہ موصیٰ بہ کا مالک ہوجائے گا خواہ اس نے قبضہ نہ لیا ہو وارث کو اب رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، وارث کی اجازت صحیح ہونے کے لئے شیوع مانع نہیں (یعنی موصیٰ بہ کا مشترک ہونا)۔[3] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۱)

مسئلہ ۱۸ کسی نے وارث کے لئے وصیّت کی دوسرے وارث نے اس کی اجازت دیدی اگر یہ اجازت دینے والا وارث بالغ مریض ہے تو اگر یہ اپنے مرض سے صحت یاب ہوگیا تو اس کی اجازت صحیح ہوگئی اور اگر اس بیماری میں فوت ہوگیا تو اس کی یہ اجازت بمنزلہ ابتدائے وصیّت کے قرار پائے گی یہاں تک کہ اگر موصیٰ لہ اس متوفی[4] اجازت دینے والے کا وارث ہے تو یہ وصیّت جائز نہ ہوگی مگر یہ کہ متوفی کے دوسرے ورثاء اس کی اجازت دیدیں اور اگر اس صورت میں موصیٰ لہ وارث نہیں بلکہ اجنبی تھا تو یہ وصیّت صحیح ہوگی مگر ثلث مال میں جاری ہوگی۔[5] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۹۱ مطبوعہ پاکستان)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب الاول فی تفسیرها...إلخ،ج ٦، ص ٩٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق،ص ٩١.

4 ......فوت شدہ۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا،الباب الاول فی تفسیرها...إلخ،ج ٦،ص ٩١.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۹ جس وصیّت کا جواز ونفاذ[1] ورثہ کی اجازت پر ہے اُن میں اگر بعض ورثہ نے اجازت دے دی اور بعض نے اجازت نہ دی یعنی بعض نے رد کردی تو اجازت دینے والے ورثہ کے حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسرے کے حق میں باطل۔[2] (کافی از عالمگیری ج۶،ص۹۱)

مسئلہ ۲۰ ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو۔[3] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶،ص۹۱)

مسئلہ ۲۱ موصی کی وصیّت اپنے قاتل کے لئے جائز نہیں خواہ موصی کا قتل اس نے عمداً کیا ہو یا خطاءً، خواہ موصی نے اپنے قاتل کے لئے وصیّت زخمی ہونے سے قبل کی ہو یا بعد میں لیکن اگر وارثوں نے اس وصیّت کو جائز کردیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج۶،ص۹۱ وقدوری)

مسئلہ ۲۲ ان صورتوں میں قاتل کے لئے وصیّت جائز ہے جب کہ قاتل نابالغ بچہ یا پاگل ہو اگرچہ ورثہ اس کو جائز نہ کریں یا یہ کہ قاتل کے علاوہ موصی کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ص۹۱)

مسئلہ ۲۳ کسی عورت نے مرد کو کسی دھاردار لوہے کی چیز سے یا بغیر دھار چیز سے مارا پھر اُسی مرد نے اس قاتلہ کے لئے وصیّت کی پھر اس سے نکاح کرلیا تو اس عورت کو اس مرد کی میراث نہ ملے گی نہ وصیّت، اس کو صرف اس کا مہر مثل ملے گا، مہر مثل مہر معین سے جس قدر زیادہ ہوگا وہ وصیت شمار ہوکر باطل قرار پائے گا۔[6] (عالمگیری ج۶،ص۹۱)

مسئلہ ۲۴ عمداً[7] قتل میں معاف کردینا جائز ہے اور اگر خطاءً قتل ہوا اور معاف کردیا تو یہ وصیّت شمار ہوگا لہٰذا ثُلث مال میں نافذ ہوگا۔[8] (عالمگیری ج۶،ص۹۱)

مسئلہ ۲۵ موصی نے کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر موصٰی لہ کے خلاف دلیل قائم ہوگئی کہ وہ موصی کا قاتل ہے اور

1 ...... یعنی جائز ونافذ ہونا۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ٩١.

3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ٩١.

7 ...... ارادۃً، جان بوجھ کر۔

8 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ٩١.

www.dawateislami.net

بعض ورثاء نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب، تو موصیٰ لہ مقتول کی دیت ادا کرنے میں تکذیب کرنے والے وارثوں کے بقدر حصہ بری ہوگا اور موصی کی وصیت ان کے حصہ میں بقدر ثلث نافذ ہوگی اور تصدیق کرنے والے ورثہ کو موصیٰ لہ بقدر ان کے حصہ کے دیت ادا کرے گا اور ان کے حصہ میں اُس کے لئے وصیّت باطل ہوگی۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٦ وصیّت جائز ہے اپنے وارث کے بیٹے کے لئے اور جائز ہے وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے۔[2] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٧ اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے گھوڑے پر ہر ماہ دس روپے خرچ کئے جائیں تو وصیّت صاحب فرس (یعنی گھوڑے کے مالک) کے لئے ہے لہٰذا اگر مالک نے گھوڑا بیچ دیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٨ مسلم کی وصیّت ذمی کے لئے اور ذمی کی وصیّت مسلمان کے لئے جائز ہے۔[4] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٢٩ ذمی کی وصیّت کافر حربی غیر مستامن کے لئے (جو دارالاسلام میں امان لئے نہ ہو) صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ٣٠ کافر حربی دارالحرب میں ہے اور مسلمان دارالاسلام میں ہے اس مسلمان نے اس کافر حربی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں اگرچہ ورثہ اس کی اجازت دیں اور اگر حربی موصیٰ لہ دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور اپنی وصیّت حاصل کرنے کا قصد و ارادہ کیا تو اسے مال وصیّت سے کچھ لینے کا اختیار نہیں خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں اور اگر موصی بھی دارالحرب میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔[6] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

مسئلہ ٣١ کافر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا مسلمان نے اس کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت ثُلث مال میں جائز ہوگی خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں یا نہ دیں لیکن ثُلث مال سے زائد میں ورثہ کی اجازت کی ضرورت ہے، کافر حربی مستامن کے لئے یہی حکم ہبہ کرنے اور صدقہ نافلہ دینے کا ہے۔[7] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

مسئلہ ٣٢ مسلمان کی وصیّت مرتد کے لئے جائز نہیں۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٢)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص٩٢.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۳۳ کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے[1] تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کردیں۔[2] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۴ وصیت کرنا اس کا صحیح ہے جو اپنا مال بطور احسان و حسن سلوک کسی کو دے سکتا ہو لہٰذا پاگل، دیوانے اور مکاتب و ماذون کا وصیت کرنا صحیح نہیں اور یونہی اگر مجنون نے وصیّت کی پھر صحت پا کر مرگیا یہ وصیّت بھی صحیح نہیں کیونکہ بوقت وصیت وہ اہل نہیں تھا۔[3] (ہدایہ والاختیار شرح المختار از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۵ بچہ کی وصیت خواہ وہ قریب البلوغ ہو جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۶ وصیّت مذاق میں، جبر واکراہ کی حالت میں اور خطاءً مونھ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۷ آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیت جائز ہے اور وہ مسافر جو اپنے مال سے دور ہے اس کی وصیت جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۸ پیٹ کے بچہ کی اور پیٹ کے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقت وصیّت سے چھ ماہ سے پہلے پہلے پیدا ہو جائے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۹ اگر کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ ''میری یہ لونڈی فلاں کے لئے ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ نہیں'' تو یہ وصیّت اور استثناء دونوں جائز ہیں۔[8] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۴۰ موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مرگیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی، اور اگر موصی کی بیوی کے دو جڑواں بچے ہوئے یعنی ایک ہی حمل میں اور ان میں سے ایک زندہ اور ایک مردہ ہے تو وصیّت زندہ کے حق میں نافذ ہوگی اور اگر دونوں زندہ پیدا ہوئے پھر ایک انتقال کر گیا تو وصیّت ان دونوں کے درمیان نصف نصف نافذ ہوگی اور جس بچہ کا انتقال ہوگیا اس کا حصہ

---

1 ......یعنی گھیرے ہوئے ہے۔

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج ۶، ص ۹۲.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

اس کے وارثوں کی میراث ہوگا۔[1] (عالمگیری ج۶،ص۹۲)

مسئلہ ۴۱ موصی نے یہ وصیّت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس کے لئے دو ہزار روپے کی وصیّت ہے پھر اس عورت نے چھ ماہ سے ایک یوم قبل لڑکی کو جنم دیا اور اس کے دو دن یا تین دن بعد لڑکا جنا تو دونوں کے لئے وصیّت نافذ ہوگی اور موصی کے تہائی مال سے دی جائے گی۔[2] (عالمگیری ج۶،ص۹۲)

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

مسئلہ ۱ وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کرلے، یہ رجوع کبھی صریحاً ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً۔ صریحاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کرلیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے اور دلالۃً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کرلینے پر دلالت کرے، اس کے لئے اصل کلی[3] یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر[4] میں عمل میں لانے سے مالک کا حق منقطع[5] ہوجائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصٰی بہ میں زیادتی اور اضافہ ہوجائے اور اس زیادتی کے بغیر موصٰی بہ[6] کو موصٰی لہ[7] کے حوالے نہ کیا جاسکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصٰی بہ کو موصی کی ملکیت سے خارج کردے یہ بھی رجوع کرنا ہے۔[8] (عالمگیری ج۶،ص۹۲) ان اصولوں سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:

مسئلہ ۲ موصی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کرلینے کی ہیں۔[9] (عالمگیری ج۶،ص۹۳)

مسئلہ ۳ چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنالی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول في تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩٢.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی قاعدہ کلیہ۔ 4 ......یعنی دوسرے کی ملکیت۔ 5 ......ختم۔

6 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔ 7 ......جس کے لیے وصیت کی گئی۔

8 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول في تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩٢.

9 ......المرجع السابق، ص٩٢، ٩٣.

www.dawateislami.net

بنالیایہ رجوع صحیح نہیں ہے۔[1] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۴ اگرموصی نے موصٰی بہ کوفروخت کردیا پھراس کوخریدلیایااس نے موصٰی بہ کو ہبہ کردیا پھراس سے رجوع کرلیاتو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۵ جس بکری کی وصیت کردی تھی اُسے ذبح کرلیا یہ بھی وصیت سے رجوع کرلینا ہےلیکن جس کپڑے کی وصیّت کی تھی اسے دھویاتو یہ رجوع نہیں۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۶ پہلے وصیّت کردی پھراس سے منکر ہوگیا تو اس کا یہ انکار اگرموصٰی لہ کی عدم موجودگی میں ہوتو یہ رجوع نہیں لیکن اگرموصٰی لہ کی موجودگی میں انکارکیاتو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۷ موصی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جوبھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا ربٰو (سود) ہےتو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہےتو یہ رجوع ہے۔[5] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۸ لوہے کی وصیّت کی پھراس کی تلوار یازرہ[6] بنالی تو یہ رجوع ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۹ گیہوں کی وصیّت کی پھراس کا آٹا پسوالیایا آٹے کی وصیّت کی پھراس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کرلیناہے۔[8] (عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۱۰ گھرکی وصیّت کی پھراس میں گچ کرایا[9] یااس کوگرادیاتو یہ رجوع نہیں اگراس کی بہت زیادہ لہسائی[10] کرائی تو یہ رجوع ہے۔[11] (قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۹۳)

مسئلہ ۱۱ زمین کی وصیّت کی پھراس میں انگورکا باغ لگایایادیگرپیڑلگادیئےتو یہ رجوع ہےاوراگرزمین کی وصیّت کی پھراس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔[12] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۹۳)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الاول فی تفسيرها...إلخ،ج٦،ص٩٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......جنگ میں پہناجانے والالوہے کالباس۔

7 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ،ج٦،ص٩٣.

8 ......المرجع السابق.

9 ......یعنی چونے کاپلسترکرایا۔ 10 ......گیلی مٹی یاگارے سے دیواروں کولیپ کرہموارکرنا،لپائی۔

11 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الاول فی تفسيرها...إلخ،ج٦،ص٩٣.

12 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۲ انگور کی وصیت کی پھر وہ منقّی ہوگیا یا چاندی کی وصیت کی پھر وہ انگوٹھی میں تبدیل ہوگئی یا انڈے کی وصیت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بال کی وصیت کی پھر وہ گیہوں ہوگیا اگر یہ تبدیلیاں موصی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیت باطل ہوگئی اور اگر موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیت نافذ ہوگی۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۹۴ مطبوعہ پاکستان)

مسئلہ ۱۳ ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار روپے کی وصیت کسی کے لئے کردی یا اُس کے کپڑے کی وصیت کردی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کردیا تو اس مالک کے لئے اس وصیت سے رجوع کرلینا جائز ہے جب تک موصٰی لہ کے سپرد نہ کردے لیکن اگر موصٰی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیت نافذ ہوجائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔[2] (مبسوط از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

وصیّت کے الفاظ کا بیان

''کن الفاظ سے وصیّت ثابت ہوتی ہے اور کن الفاظ سے نہیں نیز کونسی وصیّت جائز ہے اور کونسی نہیں۔''

مسئلہ ۱ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ اس کا وصی ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو وہ اس کا وکیل ہوگا۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۲ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ تجھے سَو روپے اجرت ملے گی اس شرط پر کہ تو میرا وصی بن جائے، تو یہ شرط باطل ہے سَو روپے اس کے حق میں وصیت ہیں اور وہ اس کا وصی مانا جائے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۳ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کردی اور میں نے وصیّت کی کہ میرے مال میں فلاں کے ایک ہزار روپے ہیں تو پہلی صورت وصیّت کی ہے اور دوسری صورت اقرار کی ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۴ کسی نے وصیّت میں یہ لفظ کہے کہ میرا تہائی مکان فلاں کے لئے ہے میں اس کی اجازت دیتا ہوں، تو یہ وصیّت ہے اور اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے مکان میں فلاں شخص کا چھٹا حصہ ہے تو یہ اقرار ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۹۴) اسی

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج۶، ص۹۴.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج۶، ص۹۴.

4 ......المرجع السابق، ص۹۴.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

اصول پر اگر اس نے وصیّت کے موقع پر یوں کہا کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ استحساناً وصیّت ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے مال میں ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۵ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان (گھر) فلاں کے لئے اور اس وقت وصیّت کا کوئی ذکر نہ تھا نہ یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد، تو یہ ہبہ ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کرنے والے کی زندگی ہی میں قبضہ لے لیا تو صحیح ہو گیا اور اگر قبضہ نہ لیا تھا کہ ہبہ کرنے والے کی موت واقع ہوگئی تو ہبہ باطل ہو گیا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ٦ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد میرا تہائی مکان ہبہ کر دیا جائے تو یہ وصیت ہے اور اس میں موصی کی زندگی میں قبضہ لینا شرط نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۷ مریض نے کسی شخص سے کہا کہ میرے ذمہ کا قرض ادا کر دے تو یہ شخص اس کا وصی بن گیا۔[4] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۸ کسی شخص نے حالت مرض یا حالت صحت میں کہا کہ اگر میرا حادثہ ہو جائے تو فلاں کے لئے اتنا ہے تو یہ وصیّت ہے، اور حادثہ کا مطلب موت ہے، اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں کے لئے میرے ثلث مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۹ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرے والد کی وصیّت سے جو تحریر شدہ وصیّت ہے اور میں نے اسے نافذ نہ کیا ہو تو تم اسے نافذ کر دینا یا اس نے بحالت مرض اپنے نفس پر اس کا اقرار کیا (یعنی یہ اقرار کیا کہ میرے والد کی وصیّت کا نفاذ میرے ذمہ باقی ہے) تو وصیّت ہے اگر ورثا اس کی تصدیق کر دیں اور اگر ورثہ نے اس کی تکذیب کی تو یہ موصی کے ثلث مال میں نافذ ہوگی۔[6] (ظہیریہ از عالمگیری ج ٦ ص ٩٤)

مسئلہ ۱۰ مریض نے صرف اتنا کہا کہ میرے مال سے ایک ہزار نکال لو یا یہ کہا ''ایک ہزار درہم نکال لو'' اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہا پھر وہ مر گیا تو اگر یہ الفاظ وصیّت میں کہے تو وصیّت صحیح ہوگئی، اتنا مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ اسی طرح کسی مریض سے کہا گیا کہ کچھ مال کی وصیّت کر دو اس نے کہا ''میرا تہائی مال''، اس سے زیادہ نہ کہا، تو اگر یہ سوال کے فوراً بعد کہا تو اس کا تہائی مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص٩٥.

www.dawateislami.net

مَسْئَلَہ ۱۱ ایک شخص نے وصیّت کی کہ لوگوں کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں تو یہ وصیّت باطل ہے اگر اس نے یہ کہا ایک ہزار درہم صدقہ کردو تو یہ جائز ہے فقراء پر خرچ کئے جائیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مَسْئَلَہ ۱۲ ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں اپنے اس سفر میں مرجاؤں تو فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درہم قرض ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی اور اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مَسْئَلَہ ۱۳ کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا جنازہ فلاں بستی یا شہر میں لے جایا جائے اور وہاں دفن کیا جاوے اور وہاں میرے تہائی مال سے ایک رباط (سرائے)[3] تعمیر کیا جائے تو یہ رباط تعمیر کرنے کی وصیّت جائز ہے اور جنازہ وہاں لے جانے کی وصیّت باطل اور اگر وصی بغیر ورثہ کی اجازت ورضا مندی کے اُس کا جنازہ وہاں لے گیا تو اس کے اخراجات کا ضامن خود ہوگا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مَسْئَلَہ ۱۴ اگر کسی شخص نے اپنی قبر کو پختہ خوبصورت بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مَسْئَلَہ ۱۵ کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو یہ وصیّت ثلث مال میں نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کر کے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کرادیا کہ یہ لوگ کھا چکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مَسْئَلَہ ۱٦ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن کھانا پکوایا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥، جد الممتار حاشیہ ردالمحتار مخطوط)

فائدہ: اہل مصیبت یعنی جس کے گھر میں موت ہوئی ان کو کھانا پکا کر دینا اور کھلانا پہلے دن میں جائز ہے کیونکہ وہ

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......مسافرخانہ۔

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

میت کی تجہیز و تکفین میں مشغولیت اور شدتِ غم کی وجہ سے کھانا نہیں پکا سکتے ہیں لیکن موت کے بعد تیسرے دن غیر مستحب مکروہ ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۹۵، کشف الغطاء و تاتارخانیہ از فتاویٰ رضویہ) اور اگر تعزیت کے لئے عورتیں جمع ہوں کہ نوحہ کریں تو انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ ۱۷ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اسے ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کی قیمت کا کفن دیا جائے تو یہ وصیّت نافذ نہ ہوگی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی۔ (واقعات الناطفی از عالمگیری ج۶ ص۹۵) اسی میں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ و عیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اُسے دیا جائے گا۔[3] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۸ عورت نے اپنے شوہر کو وصیّت کی کہ اس کا کفن وہ اس کے مہر میں سے دے جو شوہر پر واجب ہے تو عورت کا اپنے کفن کے بارے میں کچھ کہنا یا منع کرنا باطل ہے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۹ اپنے گھر میں دفن کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنا دیا جائے تو پھر اس گھر میں اس کا دفن کرنا جائز و صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۰ یہ وصیّت کی کہ مجھے اپنے کمرے میں دفن کیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں، اسے مقابر مسلمین میں دفن کیا جائے گا۔[6] (الفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۱ یہ وصیّت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (العیون والفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۲ کسی نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسلمان میتوں کے کفن یا اُن کی گورکنی میں[8] یا مسلمانوں کو پانی پلانے میں خرچ کیا جائے، تو یہ وصیّت باطل ہے اور اگر وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فقرائے مسلمین کے کفن میں خرچ کیا جائے یا ان کی قبریں کھودوانے میں خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے وصیّت صحیح ہے۔[9] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
2 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، ج٢، ص٤٢٢.
3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
4 ......المرجع السابق.
5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق.
7 ......المرجع السابق.
8 ......یعنی قبریں کھودنے میں۔
9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

www.dawateislami.net

مَسْئَلَہ ۲۳ موصی نے وصیّت کی کہ میرا گھر قبرستان بنادیا جائے پھر اس کے کسی وارث کا انتقال ہوا تو اس میں اس وارث کو دفن کرنا جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج۶،ص۹۵)

مَسْئَلَہ ۲۴ کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا گھر لوگوں کو ٹھہرانے کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں۔[2] (فتاویٰ الفضلی از عالمگیری ج۶،ص۹۵) بخلاف اس کے کہ اگر یہ وصیّت کی کہ میرا گھر سقایہ[3] بنادیا جائے تو وصیّت صحیح ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶،ص۹۵)

مَسْئَلَہ ۲۵ مرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اسی ٹاٹ یا کمبل میں دفن کیا جائے یا میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگادی جائے یا میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے تو یہ وصیّت خلاف شرع اور باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج۶،ص۹۶) اور اسے کفن مثل دیا جائے گا اور اسے عام مسلمانوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

مَسْئَلَہ ۲۶ اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ[6] تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیّت نافذ ہوگی۔[7] (عالمگیری ج۶،ص۹۶)

مَسْئَلَہ ۲۷ اپنے مرض الموت میں کسی نے اپنی لڑکی کو پچاس روپے دیئے اور کہا کہ اگر میری موت ہوجائے تو میری قبر تعمیر کرانا اور اسی کے قریب رہنا اور اس میں سے تیرے لئے پانچ روپے ہیں باقی روپے سے گیہوں خرید کر کے صدقہ کردینا تو اس لڑکی کو یہ پانچ روپے لینا جائز نہیں اور اگر قبر کو مضبوطی کے لئے بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ زینت و آرائش کے لئے تو بقدر ضرورت اسے تعمیر کرایا جائے گا اور باقی فقراء پر صدقہ کردیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج۶،ص۹۶)

مَسْئَلَہ ۲۸ یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآن پاک کی تلاوت

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج۶، ص۹۵.

2 ......المرجع السابق.

3 ......پانی کی سبیل، پانی پلانے کی جگہ۔

4 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج۶، ص۹۵.

5 ......المرجع السابق، ص۹۵.

6 ......یعنی گنبد۔

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج۶، ص۹۶.

8 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

کرے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۲۹ کسی نے وصیّت کی کہ اس کی کتابیں دفن کردی جائیں تو ان کتابوں کو دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کتابوں میں ایسی چیزیں ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہوں یا ان کتابوں میں ایسا مواد ہو جس سے فساد پیدا ہوتا ہو۔[2] (محیط) فساد معاشرہ کا ہو یا عقیدہ و مذہب کا۔ (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۰ بیت المقدس کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو جائز ہے اور یہ مال بیت المقدس کی عمارت اور چراغ بتی و روشنی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔ (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦) فقہاء نے اس مسئلہ سے وقف مسجد کی آمدنی سے مسجد کے اندر روشنی کرنے کے جواز کا قول کیا ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۱ موصی نے اپنے مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی وصیّت کی تو وصی کو جہاد کرنے والے شخص کو اس کے کھانے پینے آنے جانے اور مورچہ پر رہنے کا خرچہ موصی کے مال سے دینا ہوگا، لیکن مجاہد کے گھر کا خرچ اس میں نہیں، اگر مجاہد پر خرچ کرنے سے کچھ مال بچ گیا تو وہ موصی کے ورثہ کو واپس کردیا جائے گا اور مناسب یہ ہے کہ موصی کی طرف سے جہاد کے لئے موصی کے گھر سے روانہ ہو جیسے کہ حج کی وصیّت میں موصی کے گھر سے روانہ ہونا ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۲ مسلمان کی وصیّت عیسائی فقراء کے لئے جائز ہے لیکن ان کے لئے گرجا تعمیر کرنے کی وصیّت جائز نہیں کیوں کہ یہ گناہ ہے اور جو شخص اس گناہ میں اعانت کریگا گناہگار ہوگا۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۳ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسجد پر خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ مال مسجد کی تعمیر اور اس کے چراغ و بتی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۴ ایک شخص نے اپنی اس زمین کی وصیّت کی جس میں کھیتی[7] کھڑی ہے لیکن کھیتی کی وصیّت نہیں کی تو یہ جائز ہے اور یہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اس میں باقی رہے گی اور اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔[8] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٦)

مسئلہ ۳۵ کسی نے وصیّت کی کہ میرا گھوڑا میری طرف سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں استعمال کیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے اور اسے غزوہ میں استعمال کیا جائے گا، استعمال کرنے والا امیر ہو یا غریب اور جب غازی غزوہ سے واپس آئے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی فصل۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

www.dawateislami.net

تو گھوڑا ورثہ کو واپس کردے اور ورثہ اس گھوڑے کو ہمیشہ غزوہ کے لئے دیتے رہیں گے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۶ اگر کسی نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار فی سبیل اللہ ہیں تو اس کا مطلب کسی کو مالک بنا دینا ہے لہٰذا کوئی غریب وفقیر آدمی ان کا مالک بنادیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۳۷ کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اس کی آراضی[3] مساکین کے لئے قبرستان کردی جائے یا یہ وصیّت کی کہ اسے آنے جانے والوں کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳۸ مصحف[5] کی وصیّت کی کہ وہ مسجد میں وقف کردیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳۹ یہ وصیّت کی کہ اس کی زمین مسجد بنادی جائے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۰ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے راستے میں خرچ ہوگا اور فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۱ وصیّت کرنے والے نے کہا میرا تہائی مال فی سبیل اللہ (راہ خدا میں) ہے یہاں فی سبیل اللہ کا مطلب غزوہ ہے۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۲ اگر یہ کہا کہ میرا تہائی مال نیک کاموں کے لئے ہے تو اسے تعمیر مسجد اور اسکی چراغ وبتی میں خرچ کرنا جائز ہے لیکن مسجد کی آرائش وزیبائش میں خرچ کرنا جائز نہیں۔[10] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۳ اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وجوہ خیر میں خرچ کرنے کی وصیّت کی تو اُسے پل بنانے، مسجد بنانے اور طالبانِ علم پر خرچ کیا جائے گا۔[11] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۴۴ کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کے مصالح میں خرچ کیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[12] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... زمین۔

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٧.

5 ...... قرآن شریف۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٧.

7 ...... المرجع السابق. 8 ...... المرجع السابق. 9 ...... المرجع السابق.

10 ...... المرجع السابق. 11 ...... المرجع السابق. 12 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

ثلث مال کی وصیّت کا بیان

''وصیت ثُلث مال کی یا زیادہ یا کم کی، ورثہ نے اس کی اجازت دی یا نہ دی یا بعض نے اجازت دی، بعض نے نہ دی، بیٹی یا بیٹے کے حصہ کے برابر کی وصیّت وغیرہ۔''

مسئلہ ۱: مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال سات حصوں میں منقسم[1] ہو کر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیّت والے کو ملیں گے۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۲: ایک شخص کے حق میں اپنے ثُلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے دو۲ حصے ثلث مال کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔[3] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا کل مال فلاں شخص کو دیدیا جائے اور ایک دوسرے شخص کے لئے وصیت کی کہ اسے میرے مال کا تہائی حصہ دیا جائے تو اگر اس کے وارث نہیں ہیں یا ہیں مگر انھوں نے اس وصیت کو جائز کر دیا تو اس کا مال دونوں (موصیٰ لہما)[4] کے درمیان بطریقِ منازعت تقسیم ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ ثلث مال نکال کر بقیہ کل اس کو دیدیا جائے گا جس کے حق میں کل مال کی وصیّت ہے رہا ثلث مال تو وہ دونوں کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۸)

مسئلہ ۴: موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے بھی اپنے ثلث مال کی

---

1 ...... تقسیم۔

2 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج ۶، ص ۹۷.

3 ...... المرجع السابق، ص ۹۸.

4 ...... یعنی جن دونوں کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ...... ''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج ۶، ص ۹۸.

www.dawateislami.net

وصیّت کردی اور ورثہ اس کے لئے راضی نہ ہوئے تو اس کا ثلث مال دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔[1] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۸)

مسئلہ ۵ کسی نے وصیّت کی کہ میرے مال کا ایک حصہ یا میرا کچھ مال فلاں شخص کو دیدیا جائے تو اسکی تشریح کا حق موصی کو ہے اگر وہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد اس کی تشریح کا حق ورثہ کو ہے۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج۶ ص۹۸)

مسئلہ ۶ کسی نے اپنے مال کے ایک جزو کی وصیت کی تو ورثہ سے کہا جائے گا کہ تم جتنا چاہو موصیٰ لہ کو دیدو۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۹۸)

مسئلہ ۷ اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کی پھر اُس کا انتقال ہوگیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے تو موصیٰ لہ کو نصف ملے گا اور نصف بیت المال[4] میں جمع ہوگا۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۹۹)

مسئلہ ۸ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک ماں اور ایک بیٹا چھوڑا اور یہ وصیت کرگیا کہ فلاں کو میرے مال سے بیٹی کا حصہ ہے (اگر بیٹی ہوتی اور اُسے حصہ ملتا) تو وصیّت جائز ہے اور اس کا مال سترہ حصوں میں منقسم ہوکر موصیٰ لہ کو پانچ حصے ملیں گے دو حصے ماں کو اور دس حصے بیٹے کو ملیں گے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۹۹)

مسئلہ ۹ اگر میت نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا اور ایک دوسرے بیٹے کے برابر حصہ کی وصیّت کسی کے لئے کی (اگر دوسرا بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز رکھا تو اس کا ترکہ پندرہ حصوں میں منقسم ہوگا، موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیّت کی) کو سات حصے، بیوہ بیوی کو ایک حصہ اور بیٹے کو سات حصے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۹)

مسئلہ ۱۰ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا اور کسی شخص کے لئے بقدر حصہ بیٹے کے وصیّت کی (اگر ہوتا) اور وارثوں نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ کو اس کے مال کے دوثلث (دو تہائی) حصے ملیں گے اور ایک ثلث بھائی اور بیٹی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ کو ایک ثلث ملے گا اور دوثلث بھائی اور بیٹی میں نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[8] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۰)

مسئلہ ۱۱ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ورثہ میں ایک بھائی اور ایک بہن چھوڑے اور یہ وصیّت کی کہ فلاں کو میرے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص٩٨.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.

4 ......آج کل بیت المال کا وجود نہیں اس لئے یہ مال کسی مسلم مسکین یا مدارس دینیہ میں دے دیا جائے۔۱۲ عطاء المصطفٰے قادری۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص٩٩.

6 ......المرجع السابق.　7 ......المرجع السابق.　8 ......المرجع السابق، ص١٠٠.

www.dawateislami.net

مال سے بقدر بیٹے کے حصے کے دینا (اگر بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی اجازت دیدی تو اس صورت میں کل مال موصی لہ کو ملے گا اور بھائی اور بہن کو اس کے مال سے کچھ حصہ نہ ملے گا اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کو بیٹے کے حصے کے مثل دینا تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کے مال کا نصف ملے گا اور باقی نصف میں بھائی بہن شریک ہوں گے بھائی کو ۲ دو حصے اور بہن کا ایک حصہ۔[1] (عالمگیری ج ٦، ص ١٠٠)

مسئلہ ١٢ وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں کو بقدر بیٹی کے حصے کے دیا جائے اور وارثوں میں اس نے ایک بیٹی، ایک بہن چھوڑی تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کا تہائی مال ملے گا ورثہ اجازت دیں یا نہ دیں۔[2] (عالمگیری ج ٦، ص ١٠٠)

مسئلہ ١٣ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں ایک بیٹا اور باپ چھوڑے اور وصیّت کی کہ فلاں شخص کو میرے بیٹے کے حصہ کے مثل حصہ دیا جائے تو اگر وارثوں نے اس کی وصیت کو جائز رکھا تو اس کا مال گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر موصٰی لہ کو پانچ حصے، باپ کو ایک حصہ اور بیٹے کو پانچ حصے ملیں گے اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو موصٰی لہ کو اس کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور باقی باپ اور بیٹے کے درمیان حصہ رسدی تقسیم ہوگا باپ کو ایک حصہ، بیٹے کو پانچ، یعنی کل مال کے نو حصے کئے جائیں گے، تین حصے موصٰی لہ کو، ایک حصہ باپ کو اور پانچ حصے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔[3] (عالمگیری ج ٦، ص ١٠٠)

مذکورہ بالا صورتوں میں میت کے وارثوں میں سے اگر ایک نے میت کی وصیّت کو جائز نہ کیا اور ایک نے جائز کر دیا تو جائز کرنے والے وارث کے حصے میں موصٰی لہ کو حصہ ملے گا اور جائز نہ کرنے والے وارث کے حصے میں سے نہیں ملے گا بلکہ اس کا پورا پورا حصہ ملے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر ایک وارث نے وصیّت کو جائز کیا اور دوسرے وارث نے جائز نہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ دونوں وارثوں کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب گیارہ حصوں سے ہوا تھا اور اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب نو ۹ سے ہوا تھا، ان دونوں کو باہم ضرب کیا جائے ١١x٩=٩٩ ہوئے، اب دونوں کے وصیّت کو جائز نہ کرنے کی صورت میں ننانوے ۹۹ میں سے ایک ثلث یعنی ٣٣ حصے موصٰی لہ کو ملیں گے اور بقیہ ٦٦ حصوں میں سے ایک سدس (چھٹا حصہ) یعنی گیارہ باپ کو ملیں گے اور بقیہ پانچ سدس یعنی ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ٩٩۔ اور وارثوں کے اس وصیّت کو جائز کرنے کی صورت میں موصٰی لہ کو گیارہ میں سے ۵x٩=۴۵، باپ کو گیارہ میں سے ١x٩=٩، اور بیٹے کو بقیہ ۵x٩=۴۵ حصے ملیں گے (کل میزان ٩٩) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حالتوں کے درمیان موصٰی لہ کو بارہ حصے زیادہ ملے جن میں سے دو حصے باپ کے حق میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

سے اور دس حصے بیٹے کے حق میں سے، کیونکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں باپ کو گیارہ حصے ملے اور اجازت دینے کی صورت میں نو، فرق دو حصوں کا ہوا اور بیٹے کو اجازت دینے کی صورت میں ۴۵ حصے ملے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں ۵۵، فرق دس حصوں کا ہوا۔ اس طرح دس اور دو بارہ حصے موصٰی لہ کو زیادہ ملتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موصٰی لہ کو باپ کے حق میں سے دو حصے اور بیٹے کے حق میں سے دس حصے ملے لہٰذا اگر باپ نے وصیّت کو جائز رکھا اور بیٹے نے نہیں تو باپ کے حق میں سے دو حصے موصٰی لہ کو مل جائیں گے اور بیٹے کو اس کا پورا حق ملے گا۔ اس طرح ننانوے میں سے ۳۳+۲=۳۵ حصے موصٰی لہ کو، نو حصے باپ کو اور ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے، کل میزان ۹۹ ہوا۔ اور اگر بیٹے نے وصیّت کو جائز رکھا اور باپ نے نہیں تو بیٹے کے حق میں سے دس حصّے موصٰی لہ کو مل جائیں گے باپ کو اس کا پورا حق ملے گا یعنی ننانوے میں سے ۳۳+۱۰=۴۳ حصّے موصٰی لہ کو، گیارہ حصے باپ کو اور ۴۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ۹۹ ہوا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

فائدہ: اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح ایک بار کی جائے۔ اس صورت میں کہ سب وارثوں نے اجازت دیدی اور دوسری بار مسئلہ کی تصحیح کی جائے اس صورت میں کہ کسی وارث نے اجازت نہیں دی پھر دونوں تصحیحوں کو ایک مبلغ سے کر دیا جائے (یعنی دونوں تصحیحوں کو باہم ضرب دیدی جائے) پھر اس صورت میں کہ ایک وارث نے اس وصیّت کو جائز کر دیا اور دوسرے نے جائز نہ کیا یا اس کی اجازت معتبر نہ ہو جیسے بچہ اور پاگل کی اجازت معتبر نہیں، تو جائز کرنے والے وارثوں کے سہام کو مسئلہ اجازت سے لیا جائے اور باقی دوسروں کے سہام کو مسئلہ عدم اجازت سے لیا جائے وہ ہر وارث کا حصہ ہوگا اور جو باقی بچے گا وہ موصٰی لہ کے لئے ثلث پر زیادہ ہوگا (یعنی موصٰی لہ کے ثلث میں بڑھا دیا جائے گا)[2] (جدالممتار حاشیہ ردالمحتار از افادات اعلٰی حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۳۹) اس کی مثال یہ ہے موصی نے باپ اور بیٹے کو چھوڑا اور موصٰی لہ کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیّت کی۔ ورثہ کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصٰی لہ
۱	۵	۳
۱۱	۵۵	۳۳

ورثہ کے اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ ۹ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصٰی لہ
۱	۵	۵
۹	۴۵	۴۵

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٠.

2 ......"جدالممتار" على "ردالمحتار"، كتاب الوصايا، ج٥، ص١٣٥، ١٣٦. (مخطوطه)

www.dawateislami.net

ضابطہ کے مطابق دونوں تصحیحوں کا مبلغ واحد کیا ۱۱×۹=۹۹ مبلغ واحد ہوا۔

مجیز [1] اگر باپ ہو تو اجازت کی صورت میں باپ کا حصہ ۹ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۸۸ سہام ہے دونوں کو جمع کیا ۹+۸۸=۹۷، فرق ۹۹-۹۷=۲ سہام لہٰذا موصیٰ لہ کو دو سہام زائد علی الثلث ملیں گے یعنی ۳۳+۲=۳۵ سہام اور مجیز اگر بیٹا ہو تو اجازت کی صورت میں اس کا حصہ ۴۵ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۴۴ سہام ہے، دونوں کو جمع کیا ۴۵+۴۴=۸۹ فرق ۹۹-۸۹=۱۰ لہٰذا موصیٰ لہ کو دس ۱۰ سہام زائد علی الثلث ملیں گے، ۳۳+۱۰=۴۳ سہام۔

مسئلہ ۱۴ مرنے والے نے دو بیٹے چھوڑے اور ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور ایک دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کی وصیّت کی اور دونوں وارث بیٹوں نے مرنے والے باپ کی دونوں وصیّتوں کو جائز رکھا تو اس صورت میں جس کے لئے تہائی مال کی وصیّت کی اسے میت کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو ثلث دونوں بیٹوں اور اس شخص کے درمیان جس کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیت کی تہائی تہائی تقسیم ہوگا۔ حساب اس کا اس طرح ہوگا کہ کل مال نو حصوں میں منقسم ہوگا اس میں سے تین حصے اُسے ملیں گے جس کے لئے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت ہے باقی رہے چھ حصے تو دو دو حصے دونوں بیٹوں کے درمیان اور دو حصے اُس کے جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل وصیّت کی ہے۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر ان دونوں بیٹوں نے باپ کی وصیّت کو جائز نہ کیا تو ایک تہائی مال اُن دونوں موصٰی لہ کو دیا جائے گا جن کے حق میں وصیّت ہے اور بقیہ دو ثلث (دو تہائی) دونوں بیٹوں کو مل جائے گا۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر دونوں بیٹوں نے ثلث مال کی وصیّت کو جائز نہ رکھا اور اس وصیّت کو جائز جو اس نے دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کے کی تھی تو اس صورت میں صاحب ثلث یعنی ثلث مال کی وصیّت والے کو نصف ثلث یعنی سدس (چھٹا حصہ) ملے گا اور صاحبِ مثل یعنی جس شخص کے حق میں مثل حصہ بیٹے کے وصیّت کی اسے بقیہ مال کا ایک ثلث ملے گا۔ اس صورت میں حساب ایسے عدد سے ہوگا جس میں سے اگر سدس (چھٹا حصہ) نکالا جائے تو بقیہ مال ایک ایک تہائی کے حساب سے تقسیم ہو جائے اور ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد اٹھارہ ہے لہٰذا کل مال وصیّت اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، چھٹا حصہ یعنی تین حصے ثلث مال کی وصیّت والے کو، باقی پندرہ حصوں میں ایک ثلث یعنی پانچ حصے اس شخص کو جس کے لئے مثل بیٹے کے حصے کی وصیّت کی بقیہ ایک ثلث یعنی پانچ پانچ حصے دونوں بیٹوں کو۔ [2] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر یہ صورت ہے کہ ایک بیٹے نے صاحب مثل کے حق میں وصیّت کو جائز رکھا اور صاحب ثلث کے حق میں وصیّت کو رد کر دیا اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیّتوں کو رد کر دیا تو مسئلہ اس طرح ہوگا کہ صاحب مثل کو چار حصے اور

---

1 ...... یعنی اجازت دینے والا۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص ١٠٠.

www.dawateislami.net

صاحب ثلث کو تین حصے اور جس بیٹے نے ایک وصیت کو جائز کیا اس کو پانچ حصے اور جس بیٹے نے دونوں وصیّتوں کو رد کر دیا اس کو چھ ۶ حصے، کل میزان اٹھارہ حصے، اس طرح صاحب مثل کے حق میں وصیّت جائز رکھنے والے بیٹے کا ایک حصہ صاحب مثل کو ملا اور اُس کا حصہ بجائے تین کے چار ہو گیا اور اس بیٹے کے چھ کے بجائے پانچ حصے رہ گئے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰)

مسئلہ ۱۵ ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیّت کی........ کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال میں سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دینا اور ثلث مال میں سے یہ حصہ نکال کر بقیہ کا ثلث ایک دوسرے شخص کو دیا جائے، تو اس وصیّت کرنے والے کا کل مال اکیاوّن ۵۱ حصوں میں تقسیم ہو کر ان میں سے آٹھ حصے اس موصٰی لہ کو ملیں گے جس کے حق میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیّت کی اور تین حصے دوسرے موصٰی لہ کو ملیں گے جس کے حق میں ثلث ماقی من الثلث کی وصیّت کی (یعنی جس کے حق میں باقی ماندہ ثلث مال سے ایک ثلث کی وصیّت کی)۔[2] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۶ ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دیا جائے اور اس ثلث مال سے یہ حصہ نکال کر جو باقی بچے اس کا ثلث (یعنی تہائی) ایک دوسرے شخص کو دیا جائے تو اس صورت میں اس وصیّت کرنے والے کا مال اکیاوّن ۵۱ حصوں میں تقسیم ہو کر جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیّت کی ہے اسے آٹھ حصے ملیں گے، اور اسکے ثلث مال میں سے یہ آٹھ نکال کر جو باقی بچے گا اس کا ایک ثلث یعنی تین حصے اس کو ملیں گے، جس کے لئے ثلث ماقی من الثلث (یعنی اس کے تہائی مال سے آٹھ حصے نکال کر جو باقی بچا اس کا تہائی حصہ) کی وصیّت کی تھی اور پانچ بیٹوں میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی کہ پانچ بیٹوں کو بحساب فی کس ایک حصہ = پانچ حصے اور ایک حصہ اس میں صاحب مثل کا بڑھایا (یعنی اس کا جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیّت کی) اس طرح کل چھ حصے ہوئے چھ کو تین میں ضرب دیا جائے ۶x۳=۱۸ ہوئے، اٹھارہ ۱۸ میں ایک کم کیا جو زیادہ کیا گیا تھا تو سترہ ۱۷ رہ گئے یہ سترہ ۱۷ اس کے کل مال کا ایک ثلث ہے اس کے دو ثلث چونتیس ۳۴ ہوئے، اس طرح کل حصے اکیاوّن ۵۱ ہوئے، جب یہ معلوم ہو گیا کہ ثلث مال (تہائی مال) سترہ ۱۷ حصے ہیں تو اس میں سے صاحب مثل کا حصہ (یعنی جس کے لئے ایک بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیّت کی) معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل حصہ کی طرف دیکھا جائے وہ پانچ بیٹوں کے پانچ اور صاحب مثل کا ایک تھا، اس ایک کو تین سے ضرب کیا تو تین ہوئے پھر تین کو تین سے ضرب کیا تو نو ۹ ہوئے، نو ۹ میں سے ایک جو بڑھایا تھا کم کیا تو آٹھ باقی رہے، یہ حصہ ہوا صاحب مثل کا، پھر اس آٹھ کو سترہ میں سے گھٹایا تو نو ۹ باقی رہے اس کا ایک تہائی یعنی تین حصے دوسرے شخص کے جس کے حق میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٠.

2 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

ثلث مابقی من الثلث کی (بقیہ تہائی مال کے تہائی کی) وصیت کی تھی، نو میں سے تین نکال کر چھ بچے، ان چھ کو دو تہائی مال یعنی چونتیس حصوں میں جمع کیا تو چالیس ہوگئے اور یہ چالیس پانچ بیٹوں میں برابر برابر بحساب فی کس آٹھ حصے تقسیم ہوں گے یہ کل ملا کر اکیاون ۵۱ ہوئے یعنی موصٰی لہ نمبر ایک کو آٹھ، موصٰی لہ نمبر ۲ کو تین اور پانچ بیٹوں کو چالیس = کل اکیاون ۵۱ [1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۱)

مسئلہ ۱۷ کسی شخص نے وصیت کی کہ ''میرے مال کا چھٹا حصہ فلاں شخص کے لئے ہے'' پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اسی کے لئے میرے مال کا تہائی حصہ ہے اور وارثوں نے اسے جائز کر دیا تو اسے تہائی مال ملے گا اور چھٹا حصہ اسی میں داخل ہو جائے گا۔ [2] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۱)

مسئلہ ۱۸ کسی نے وصیت کی کہ فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپیہ ہے اور اس کا کچھ مال نقد ہے اور کچھ دوسروں کے ذمہ ادھار ہے، تو اگر یہ ایک ہزار روپیہ اس کے نقد مال سے نکالا جا سکتا ہے تو یہ ایک ہزار روپیہ موصٰی لہ کو ادا کر دیا جائے گا اور اگر یہ روپیہ اس کے نقد مال سے نہیں نکالا جا سکتا تو نقد مال کا ایک تہائی جس قدر رہتا ہے وہ فی الوقت ادا کر دیا جائے گا اور ادھار میں پڑا ہوا روپیہ جیسے جیسے اور جتنا جتنا وصول ہوتا جائے گا وصول شدہ روپیہ کا ایک تہائی موصٰی لہ کو دیا جاتا رہے گا تا آنکہ اس کی ایک ہزار کی رقم پوری ہو جائے جو کہ مرنے والے نے اس کے لئے وصیت کی تھی۔ [3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۵)

مسئلہ ۱۹ زید نے وصیت کی کہ اس کا ایک تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اور بکر کا انتقال ہو چکا ہے خواہ اس کا علم موصی یعنی وصیت کرنے والے کو ہو یا نہ ہو، یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اگر بکر زندہ ہو حالانکہ وہ انتقال کر چکا ہے یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس گھر میں ہو اور اس گھر میں کوئی نہیں ہے یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس کے بعد ہونے والے بیٹے کے لئے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور بکر کے بیٹے کے لئے اور بکر کا بیٹا وصیت کرنے والے سے پہلے مر گیا تو ان تمام صورتوں میں اس کا تہائی مال پورا پورا صرف اکیلے عمرو کو ملے گا۔ [4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۵)

مسئلہ ۲۰ کسی نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور بکر کا اس وقت انتقال ہو چکا ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے درمیان تقسیم کیا جائے اگر وہ میرے بعد زندہ ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فقیر کے مابین تقسیم ہو پھر اس کا انتقال ہو گیا اور فقیر زندہ ہے یا مر چکا یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم ہو اگر بکر گھر میں ہو اور

---

1 ...... ''الفتاوی الهندية''، کتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج ٦، ص ١٠٠.

2 ...... المرجع السابق، ص ١٠٤.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق، ص ١٠٥.

www.dawateislami.net

وہ گھر میں نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے لڑکے کے درمیان تقسیم ہو اور بکر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا یا لڑکا موجود تھا پھر مرگیا اور دوسرا لڑکا پیدا ہوگیا، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فلاں کے لڑکے کے مابین تقسیم ہوا گر وہ لڑکا فقیر ہو اور وہ لڑکا فقیر و محتاج نہ ہوا تھا یہاں تک کہ موصی کا انتقال ہوگیا، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور اس کے وارث کے لئے ہے، یا زید اور اس کے دو بیٹوں کے لئے ہے اور اس کے بیٹا صرف ایک ہے تو ان تمام صورتوں میں زید کو نصف ثلث یعنی اس کے مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۱ موصی (وصیّت کرنے والا) نے زید اور عمرو کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیت کی، یا یہ کہا کہ میرا ثلث مال زید اور عمرو کے مابین تقسیم کیا جائے پھر موصی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد زید اور عمرو دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا تو جو زندہ رہا اس کو ثلث مال (تہائی مال) کا آدھا ملے گا اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا یہی حکم اس وقت ہے جب موصی کے انتقال کے بعد موصیٰ لہما یعنی زید اور عمرو میں سے کسی کے وصیّت قبول کرنے سے پہلے ایک کا انتقال ہو جائے اور دوسرا جو زندہ رہا اس نے وصیّت کو قبول کرلیا تو دونوں وصیّت کے مال کے مالک ہوں گے آدھا زندہ کو اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا، اور اگر ان دونوں میں سے ایک وصیّت کرنے والے سے پہلے انتقال کرگیا تو اس کا حصہ موصی کو واپس ہو جائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۲ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (تہائی مال) زید کے لئے ہے اور اس کے لئے جو عبداللہ کے بیٹوں میں سے محتاج وفقیر ہو پھر موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوگیا اور عبداللہ کے سب بیٹے اس وقت غنی اور مالدار ہیں تو اس کا ثلث مال سب کا سب زید کو مل جائے گا، اور اگر موصی کی موت سے قبل عبداللہ کے کچھ بیٹے (یعنی سب نہیں) غریب وفقیر ہو گئے تو اس کا ثلث مال زید اور عبداللہ کے غریب بیٹوں کے درمیان بحصہ مساوی ان کی تعداد کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر عبداللہ کے سب ہی بیٹے غریب وفقیر ہیں تو ان کو کچھ حصہ نہ ملے گا وصیّت کا کل مال زید کو مل جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ ۲۳ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں صرف اپنا شوہر چھوڑا اور اپنے نصف مال کی وصیّت کردی کسی اجنبی شخص کے لئے، تو یہ وصیّت جائز ہے اس صورت میں شوہر کو ثلث ملے گا، اجنبی کو نصف، بچا سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا، تقسیم اس طرح ہوگی کہ پہلے متوفیہ کے مال سے بقدر ثلث مال کے نکال لیا جائے گا کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے، تہائی مال نکالنے کے بعد دو تہائی مال باقی بچا اس میں سے نصف شوہر کو وراثت میں دیا جائے گا جو کہ کل مال کے ایک

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

ثلث کے برابر ہے اب باقی رہا ایک ثلث اس کا کوئی وارث ہے ہی نہیں لہٰذا متوفیہ کی باقی وصیّت اس میں جاری ہوگی اور موصیٰ لہ جس کو ثلث ملا تھا اس کا نصف پورا کرنے کے لئے اس بقیہ ثلث میں سے ایک حصہ دے کر اس کا نصف پورا کر دیا جائے گا، اب باقی بچا ایک سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا کیونکہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ٢٤ شوہر کا انتقال ہوا، وارثوں میں اس نے ایک بیوی چھوڑی اور اپنے کل مال کی کسی اجنبی کے لئے وصیّت کر دی لیکن اس کی زوجہ نے اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو اس کا کل مال چھ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور پانچ حصے اجنبی کو ملیں گے جس کے حق میں کل مال کی وصیّت کی تھی، مال ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل مال کے چھ حصے کر کے پہلے اس میں سے ایک ثلث یعنی دو حصے اجنبی کو ملیں گے کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے بقیہ چار حصوں میں سے ایک ربع یعنی ایک حصہ بیوی کو ملے گا باقی رہے تین حصے، یہ بھی اجنبی کو مل جائیں گے کیونکہ وصیّت بیت المال پر بھی مقدم ہے۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ٢٥ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے بیٹوں کے لئے ہے اور بوقت وصیّت فلاں کے بیٹے نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے اس کے بعد موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوا تو اس کا تہائی مال اس فلاں کے بیٹوں میں تقسیم ہوگا اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹے موجود تھے لیکن وصیّت کرنے والے نے نہ اُن بیٹوں کے نام لئے نہ ان کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اس طرح کہنا کہ ان بیٹوں کے لئے) تو یہ وصیت ان بیٹوں کے حق میں نافذ ہوگی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں گے خواہ یہ بیٹے وہی ہوں جو بوقت وصیّت موجود تھے یا وہ بیٹے مر گئے ہوں اور دوسرے پیدا ہوئے اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹوں میں سے ہر ایک کا نام لیا تھا یا ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا تو یہ وصیّت خاص انہی کے حق میں ہوگی، اگر ان کا انتقال موصی کی موت سے پہلے ہو گیا تو وصیّت باطل ٹھہرے گی۔[3] (عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ٢٦ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال عبد اللّٰہ اور زید اور عمرو کے لئے ہے اور عمرو کو اس میں سے سو روپے دیں اور اس کا تہائی مال کل ١٠٠ سو ہی روپے ہے تو یہ کل عمرو کو ملے گا اور اگر اس کا تہائی مال ایک سو پچاس ١٥٠ روپے ہے تو اس صورت میں ١٠٠ سو روپے عمرو کو اور باقی پچاس میں آدھے آدھے عبد اللّٰہ اور زید کو ملیں گے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ٢٧ کسی کے لئے ثلث مال کی وصیّت کر دی اور وصیّت کرنے والے کی ملکیت میں بوقت وصیّت کوئی مال ہی نہ تھا بعد میں اس نے کما لیا تو بوقت موت وہ جتنے مال کا مالک ہے اس کا ثلث موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیّت کی) کو ملے گا جب

1 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٥.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق. 4 ……المرجع السابق.

www.dawateislami.net

کہ موصٰی بہ شئے معین اورنوع معین نہ ہو۔[1] (عالمگیری ج٦،ص١٠٦)

مسئلہ ٢٨ اگرکسی نے اپنے مال میں سے کسی خاص قسم کے مال کے ثلث حصہ کی وصیّت کی مثلاً کہا کہ میری بکریوں یا بھیڑوں کا تہائی حصہ فلاں کو دیا جائے اور یہ بکریاں یا بھیڑیں موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہوجائیں تو یہ وصیّت باطل ہوجائے گی حتیّٰ کہ اس نے ان کے ہلاک ہونے کے بعد دوسری بکریاں یا بھیڑیں خریدیں تو موصٰی لہ کا ان بکریوں یا بھیڑوں میں کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج٦،ص١٠٦)

مسئلہ ٢٩ وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ایک بکری ہے اوراس کے مال میں بکری موجود نہیں تو موصٰی لہ کو بکری کی قیمت دی جائے گی اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں کے لئے ایک بکری ہے یہ نہیں کہا تھا کہ "میرے مال سے" اوراس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو بقول بعض وصیّت صحیح نہیں اور بقول بعض وصیّت صحیح ہے اور اگر یوں وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میری بکریوں میں سے ایک بکری ہے اوراس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو وصیّت باطل ٹھہرے گی اسی اصول پر گائے، بھینس اوراونٹ کے مسائل کا استخراج کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج٦،ص١٠٦)

مسئلہ ٣٠ یہ وصیّت کی کہ میرے مال کا تہائی حصہ صدقہ کردیا جائے اور کسی شخص نے وصی سے وہ مال غصب کرلیا اور ضائع کردیا اور وصی یہ چاہتا ہے کہ وصیّت کے اس مال کو اس غاصب پر بھی صدقہ کردے اور غاصب اس مال کا اقراری ہے تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج٦،ص١٠٦)

مسئلہ ٣١ وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تیرے لئے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیّت کی تو اس وصیّت کا تعلق اس بکری سے نہ ہوگا جو وصیّت کرنے کے دن اس کی ملکیت میں تھی بلکہ اس کا تعلق اس بکری سے ہوگا جو موصی کی موت کے دن اس کی ملکیت میں ہوگی اور جب یہ وصیّت صحیح ہے تو موصی کی موت کے بعد اگراس کے مال میں بکری ہے تو وارثوں کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو موصٰی لہ کو بکری دیدیں یا چاہیں تو بکری کی قیمت دیدیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج٦،ص١٠٦)

مسئلہ ٣٢ ایک شخص نے کہا کہ میرا سرخ رنگ کا عجمی النسل گھوڑا فلاں کے لئے وصیّت ہے تو یہ وصیّت اس میں جاری ہوگی جس کا وہ وصیّت کے دن مالک تھا نہ کہ اس میں جو وہ بعد میں حاصل کرلے ہاں اگر اس نے یہ کہا کہ میرے گھوڑے فلاں کے لئے وصیّت ہیں اوران کی تعیین یا تخصیص نہ کی تو اس صورت میں وصیّت بوقتِ وصیّت موجود گھوڑوں اور بعد میں حاصل کئے جانے والے گھوڑوں دونوں کو شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری ج٦،ص١٠٦)

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الوصایا،الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ،ج٦،ص١٠٥.

2 ......المرجع السابق،ص١٠٦   3 ......المرجع السابق.   4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.   6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۳۳ اگر کسی نے اپنے ثلث مال کی فلاں شخص اور مساکین کے لئے وصیت کی تو اس ثلث مال کا نصف فلاں کو دیا جائے گا اور نصف مساکین کو۔[1] (ہدایہ جلد۴ از عالمگیری ج۶، ص۱۰۶)

مسئلہ ۳۴ کسی نے اپنے ثلث مال کی وصیت ایک شخص کے لئے کی، پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے اس وصیت میں اس کے ساتھ شریک کر دیا تو یہ ثلث ان دونوں کے لئے ہے اور اگر ایک کے لئے سو روپے کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے سو کی پھر تیسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے ساتھ شریک کیا تو اس تیسرے کے لئے ہر سَو میں تہائی حصہ ہے۔[2] (عالمگیری ج۶، ص۱۰۶)

مسئلہ ۳۵ کسی اجنبی شخص اور وارث کے لئے وصیت کی تو اجنبی کو وصیت کا نصف حصہ ملے گا اور وارث کے حق میں وصیت باطل ٹھہرے گی، اس طرح اپنے قاتل اور اجنبی کے حق میں وصیت کی تھی تو وصیت قاتل کے حق میں باطل اور اجنبی کو نصف حصہ ملے گا۔ (عالمگیری ج۶، ص۱۰۶) اس کے برخلاف اجنبی یا وارث کے لئے عین (نقد) یا دین کا اقرار کیا تو اجنبی کے لئے صحیح نہیں اور وارث کے لئے صحیح ہے۔[3] (تبیین از عالمگیری ج۶، ص۱۰۶)

مسئلہ ۳۶ متعدد کمروں پر مشتمل ایک مکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک نے کسی کے لئے ایک معین کمرے کی وصیت کر دی تو مکان تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ معین کمرہ موصی کے حصہ میں آ گیا تو وہ موصیٰ لہ کو دے دیا جائے گا اور اگر وہ معیّن کمرہ دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصیٰ لہ کو بقدر کمرے کے زمین ملے گی۔[4] (عالمگیری ج۶، ص۱۰۷، درمختار، ردالمحتار ج۵، ص۴۷۳)

مسئلہ ۳۷ وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیت کی اور کچھ گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے باپ نے کسی دوسرے کے لئے ثلث مال کی وصیت کی تو فیصلہ گواہوں کی گواہی کے مطابق ہوگا اور وارث نے جس کے لئے اقرار کیا اسے کچھ نہ ملے گا۔[5] (عالمگیری ج۶، ص۱۰۷)

مسئلہ ۳۸ اگر کسی وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے اپنے ثلث مال کی وصیت فلاں کے لئے کی پھر اس کے بعد کہا کہ بلکہ اس کی وصیت فلاں کے لئے کی، تو اس صورت میں جس کے لئے پہلے اقرار کیا اس کو ملے گا اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں۔ (عالمگیری ج۶، ص۱۰۷) اور اگر اس نے دونوں کے لئے متصلاً بلافصل اقرار کیا تو ثلث مال دونوں کے مابین نصف نصف کر دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج۶، ص۱۰۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٠٧.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۳۹ وارث تین ہیں اور مال تین ہزار ہے ہر وارث نے ایک، ایک ہزار پایا پھراُن میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اور باقی دو وارثوں نے انکار کیا تو اقرار کرنے والا اپنے حصے میں سے ایک تہائی اس کو دے گا جس کے لئے اس نے اقرار کیا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٧)

مسئلہ ۴۰ اگر دو بیٹوں میں سے ایک نے تقسیم ترکہ کے بعد اقرار کیا کہ مرحوم باپ نے ثلث مال کی وصیّت فلاں کے لئے کی تھی تو اس کا اقرار صحیح ہے اور اس اقرار کرنے والے ہی کے حصے کے ثلث میں نافذ ہوگی۔[2] (درمختار) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کے کئی بیٹوں میں سے ایک نے اقرار کیا ہو تو اقرار کرنے والے کے حصہ کے ثلث میں وصیّت نافذ ہوگی۔[3] (مجمع وردالمحتار ج ۵ ص ۴۷۳)

مسئلہ ۴۱ وارث دو ہیں اور مال ایک ہزار نقد ہے اور ایک ہزار ان میں سے ایک پر اُدھار ہے پھر اس وارث نے جس پر اُدھار نہیں ہے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے کسی کے حق میں ایک ثلث کی وصیّت کی تھی تو اس ایک ہزار نقد میں سے تہائی حصہ لے کر موصٰی لہ کو دیا جائے گا اور اقرار کرنے والے کو باقی دو تہائی ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٧)

تنبیہ: موصٰی بہ[5] سے پیدا ہونے والی کوئی بھی زیادتی جیسے بچہ، یا غلہ وغیرہ اگر موصی کی موت کے بعد اور موصٰی لہ کے قبول وصیّت سے پہلے ہو تو وہ زیادتی اور اضافہ موصٰی بہ میں شمار ہوگا اور ثلث مال میں شامل ہوگا لیکن اگر یہ اضافہ اور زیادتی موصٰی لہ کے قبول وصیّت کے بعد مگر مال تقسیم ہونے سے پہلے ہو تب بھی وہ موصٰی بہ میں شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج ٦ ص ١٠٧) مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس چھ سو درہم اور ایک لونڈی قیمتی تین سو درہم کی ہیں اس نے کسی آدمی کے لئے لونڈی کی وصیّت کی اور مر گیا پھر لونڈی نے ایک بچہ جنا جس کی قیمت تین سو درہم کے برابر ہے پس یہ ولادت اگر تقسیم مال اور قبول وصیّت سے پہلے ہوئی تو موصٰی لہ کو وصیّت میں وہ لونڈی ملے گی اور اس بچہ کا تہائی حصہ، اور اگر موصٰی لہ کے وصیّت قبول کرنے کے بعد اور مال تقسیم ہو جانے کے بعد ولادت ہوئی تو بلا اختلاف موصٰی لہ کی ملکیت ہے اور اگر موصٰی لہ نے وصیّت قبول کرلی تھی اور مال ابھی تقسیم نہ ہوا تھا کہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوگیا تب بھی وہ موصٰی بہ میں شامل ہوگا جیسا کہ قبول وصیّت سے قبل

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، ج١٠، ص٤٠١.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، ج١٠، ص٤٠١.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

5 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

www.dawateislami.net

کی صورت میں وہ موصٰی بہ میں شامل کیا گیا تھا، اور اگر لونڈی نے موصی کی موت سے پہلے بچہ جنا تو وہ وصیّت میں داخل نہ ہوگا۔[1] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

بیٹے کا اپنے مرض الموت میں اپنے باپ کی وصیّت کوجائز کرنے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ کے اوپر دین (ادھار) کا اقرار کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے تین ہزار روپے اور ایک بیٹا چھوڑا اور دو ہزار روپے کی کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر بیٹے نے اپنے مرض الموت میں اس وصیّت کو جائز کر دیا اور مرگیا اور بیٹے کا بجز اس وراثت کے اور کوئی مال بھی نہیں تو اس صورت میں موصٰی لہ ایک ہزار روپے تو بیٹے کی اجازت کے بغیر ہی پانے کا مستحق ہے اور بقیہ دو ہزار میں سے ایک ثلث اور پائے گا جو کہ بیٹے کے مال کا تہائی حصہ ہوتا ہے۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ۲: وارث کی طرف سے مرض الموت میں اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کرنا بمنزلہ وصیّت کرنے کے ہے اسی طرح مرض الموت میں اپنی موت کے بعد غلام کو آزاد کرنا بھی بمنزلہ وصیّت کے ہے اور جب دو وصیّتیں جمع ہوں جن میں سے ایک عتق (آزاد کرنا) ہو تو عتق مقدم واولیٰ ہے اور دَین (یعنی ادھار) مقدم ہے وصیّت پر۔[3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ۳: وارث نے اگر بحالت صحت وتندرستی اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کر دیا تو وہ اولیٰ اور مقدم ہے عتق سے، اور ادھار کے اقرار سے اور وصیّت سے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ۴: وارث نے اگر بحالت صحت اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا پھر اپنے باپ پر ادھار ہونے کا اقرار کیا تو پہلے باپ کی وصیّت پوری کی جائے گی اس کے بعد اگر کچھ بچے گا تو ادھار والوں کو ادا کیا جائے گا لیکن وارث کی کی صورت میں ان اُدھار والوں کے ادھار کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار نہ ہوگا ہاں اگر وصیّت پوری کرنے کے بعد اتنا مال بچ رہا کہ ادھار کی کامل ادائیگی ہو جائے تو اُدھار کا اقرار کرنے کے بعد وہ اس کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور اگر وہ بچا ہوا مال قرض کی ادائیگی کے لئے پورا نہ ہو تو اقرار کرنے والا وارث اتنا ادا کرنے کا ضامن ہوگا جتنے کا اُس نے اقرار کیا ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ۵: ایک شخص نے اپنے باپ پر دَین کا دعوٰی کیا اور موصٰی لہ نے میت کی طرف سے دعوٰی کیا کہ اس نے اپنے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع في اجازة الولد من وصية...إلخ، ج٦، ص١٠٨.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا ہے اور اس شخص نے ان دونوں باتوں کی تصدیق کی تو دَین کی ادائیگی مقدم ہوگی اور وہ صاحب اجازت کے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہ ہوگا خواہ اس نے یہ تصدیق بحالت صحت کی ہو یا بحالت مرض۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ٦ مریض وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کیا پھر اس نے اپنے باپ پر دَین (اُدھار) کا اقرار کیا اور اپنی ذات پر بھی دَین کا اقرار کیا تو پہلے باپ کا دَین ادا کیا جائے گا پھر اس کا اپنا دَین ادا کیا جائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ٧ وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کی اجازت دے دی پھر اپنی ذات پر دَین کا اقرار کیا تو دین مقدم واولیٰ ہے، پہلے دین ادا ہوگا اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر دَین کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ رہا تو اگر اس وارث کے ورثہ نے اس وصیّت کو جائز نہیں کیا جس کو وارث نے جائز کر دیا تھا تو بقیہ مال کا ثلث اس وصیّت میں دیا جائے گا۔[3] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ٨ ایک مریض جس کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال نہیں، اس کا انتقال ہوا اس نے کسی شخص کے لئے ان میں سے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور ایک دوسرے شخص کے لئے بقیہ ایک ہزار کی وصیّت کر دی اور اس کے وارث بیٹے نے اس کی ان دونوں وصیّتوں کو یکے بعد دیگرے اپنی بیماری کی حالت میں جائز کر دیا اور اس وارث بیٹے کے پاس سوائے ان دو ہزار روپے کے جو وراثت میں ملے اور مال نہیں ہے تو اس صورت میں ان دو ہزار کا تہائی حصہ ان دونوں کو نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا جن کے لئے میت اول نے وصیّت کی تھی۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٨)

مسئلہ ٩ ایک شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اس نے ان کی کسی شخص کے لئے وصیّت کر دی اور انتقال کر گیا اس کا وارث جو اس کے مال کا مالک ہوا اس کی ملکیت میں بھی ایک ہزار درہم تھے۔ (یعنی اس کے پاس کل دو ہزار درہم ہوگئے) پھر اس وارث نے کسی شخص کے لئے اپنے ذاتی ایک ہزار درہم کی اور ان ایک ہزار درہم کی جو وراثت میں ملے تھے دونوں کی وصیّت کر دی پھر اس وارث کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنا ایک وارث چھوڑا اس نے اپنے باپ اور اپنے دادا کی وصیّت کو اپنے مرض الموت میں جائز کر دیا اور مر گیا اور اس مرنے والے کا بجز اس ترکہ کے اور کوئی مال نہیں تو اس صورت میں پہلے والے موصیٰ لہ کو یعنی دادا کے موصیٰ لہ کو پہلے ایک ہزار درہم کا ایک ثلث وصیّت جائز کئے بغیر ہی ملے گا پھر باقی دو تہائی کو دوسرے ایک ہزار درہم میں ملا دیا جائے گا اور اس مجموعہ کا ایک ثلث موصیٰ لہ دوم کو یعنی اس میت کے باپ کے موصیٰ لہ کو ملے گا اور یہ بھی وصیّت کو جائز کئے بغیر ہی دے دیا جائے گا۔ یہ ثلث ادا کرنے کے بعد اس تیسری میّت کے بقیہ مال کو دیکھا جائے اور اسے موصیٰ لہ اول اور موصیٰ لہ دوم کے درمیان وصیّت جائز کر دینے کے بعد بقدر اپنے اپنے بقیہ حصے کے تقسیم کر دیا جائے گا۔[5] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٩)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع في اجازة الولد من وصية... إلخ، ج٦، ص١٠٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٠٩.

www.dawateislami.net

کس حالت میں وصیّت معتبر ھے

مسئلہ ۱ مریض نے کسی عورت کے لئے دَین (اُدھار) کا اقرار کیا یا اس کے لئے وصیّت کی یا اُسے کچھ ہبہ کیا اس کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا اس کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا تو اس کا اقرار جائز ہے اور وصیّت اور ہبہ باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶،ص ۱۰۹)

مسئلہ ۲ مریض نے اپنے کافر بیٹے یا غلام کے لئے وصیّت کی یا اسے کچھ ہبہ کیا اور اسے سونپ دیا، یا اس کے لئے دَین کا اقرار کیا، بعد میں وہ کافر بیٹا مسلمان ہوگیا یا غلام آزاد ہوگیا اور یہ مریض کی موت سے پہلے پہلے ہوگیا تو یہ وصیّت یا ہبہ یا اقرار باطل ہوجائے گا۔[2] (کافی از عالمگیری ج ۶،ص ۱۰۹)

مسئلہ ۳ مریض نے وصیّت کی اس حالت میں کہ وہ ضعف وناطاقتی کی وجہ سے بات کرنے پر قادر نہ تھا، اس نے سر سے اشارہ کیا اور یہ معلوم ہو کہ اگر اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا تو وہ جان لے گا کہ اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا ہے تو اس کی وصیّت جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مریض کلام کرنے پر قدرت حاصل ہونے سے قبل ہی انتقال کرجائے کیوں کہ اس صورت میں یہ ظاہر ہوگا کہ اس کے کلام کرنے سے ناامیدی ہوگئی ہے لہٰذا وہ اخرس یعنی گونگے کی طرح ہے۔[3] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۹)

مسئلہ ۴ جس کے ہاتھ مارے گئے ہوں یا جس کے پیر مارے گئے ہوں، فالج زدہ اور تپ دق[4] کا مارا جبکہ ان کے امراض کو لمبی مدت گزر جانے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے تو یہ سب صحیح الجسم[5] کے حکم میں ہیں کہ اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کردیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے لیکن اگر دوبارہ ان کو مرض ہو تو وہ بمنزلہ نئے مرض کے ہے اگر اس وقت ان کی موت کا اندیشہ ہو تو یہ ان کا مرض الموت ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں ان کا ہبہ کرنا صرف تہائی مال میں معتبر ہوگا یعنی وہ اپنا تہائی مال ہبہ کرسکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۹) اگر اُسے ان امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہوا اور وہ صاحبِ فراش ہوا تو یہ اس کا مرض الموت ہوگا اور اُس کا ہبہ ثلث مال میں جاری ہوگا۔[6] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۹)

مسئلہ ۵ کسی نے وصیّت کی پھر اس پر جنون طاری ہوگیا اگر اس کا جنون مطبق ہے (یعنی ہمہ وقت مستقل ہے) تو معاملہ قاضی کی رائے پر ہے اگر وہ اس کی وصیّت کو جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ باطل، اور اگر جنون سے اچھا ہونے کی

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فى اجازة الولد...إلخ، فصل فى اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

2 ……المرجع السابق.

3 ……المرجع السابق.

4 ……ٹی بی کا بخار۔

5 ……یعنی غیر مریض۔

6 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فى اجازة الولد...إلخ، فصل فى اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

www.dawateislami.net

میعاد مقرر کرنے کی ضرورت ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ حق تصرفات میں جنون مطبق کی مدت ایک سال مقرر کی جاتی ہے۔[1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۶ جو شخص قید خانے میں محبوس ہے، قصاص میں قتل کیا جائے یا رجم (سنگسار) کیا جائے وہ مریض کے حکم میں نہیں ہے۔ (عالمگیری) لیکن جب وہ قتل کرنے کے لئے نکالا جائے اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں داخل ہے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۷ جو شخص میدان کارزار میں قتال کرنے والوں کی صف میں ہو وہ صحیح وتندرست کے حکم میں ہے لیکن جب وہ جنگ وقتال شروع کردے تو وہ مریض کے حکم میں ہے۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۸ جو شخص کشتی میں سفر کررہا ہے اس کا حکم صحیح وتندرست آدمی کا ہے لیکن اگر دریا میں زبردست تموّج ہو کہ کشتی ڈوب جانے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں ہے۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۹ قیدی قتل کے لئے لایا گیا لیکن قتل نہیں کیا گیا قید خانہ واپس بھیج دیا گیا یا جنگ کرنے والا جنگ کے بعد بخیریت اپنی صف میں واپس آ گیا یا دریا کا تموج ٹھہر گیا اور کشتی سلامت رہی تو ان صورتوں میں اس شخص کا حکم اس مریض جیسا ہے جو اپنے مرض سے شفا پا گیا اچھا ہوگیا اب اس کے تمام تصرفات اس کے تمام مال میں نافذ ہوں گے۔[5] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۱۰ مجذوم (کوڑھی) اور باری سے بخار والا خواہ چوتھے دن بخار آتا ہو یا تیسرے دن، یہ لوگ اگر صاحب فراش ہوں تو اس مریض کے حکم میں ہیں جو مرض الموت میں ہے۔[6] (عینی شرح الہدایہ از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۱۱ کسی شخص پر فالج گرا اور اس کی زبان جاتی رہی یعنی بیکار ہوگئی یا کوئی شخص بیمار ہوا اور کلام کرنے پر قدرت نہیں پھر اس نے کچھ اشارے سے کہا یا کچھ لکھ دیا اور اس کا یہ مرض طویل ہوا یعنی ایک سال تک چلتا رہا تو وہ بمنزلہ گونگے کے ہے۔[7] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۰۹)

مسئلہ ۱۲ عورت کو دردزہ[8] ہوا، اس حالت میں وہ جو کچھ کرے اس کا نفاذ ثلث مال میں ہوگا اور اگر وہ اس دردزہ

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصیة، ج٦، ص١٠٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی بچے کی پیدائش کا درد۔

www.dawateislami.net

سے جانبر ہوگئی[1] تو جو کچھ اس نے کیا پورا پورا نافذ ہوگا۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٩)

کون سی وصیّت مقدم ھے کون سی مؤخر

مسئلہ ١: جب متعدد وصیّتیں جمع ہو جائیں تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں، اگر ثلث مال سے وہ تمام وصیّتیں پوری ہوسکتی ہیں تو وہ پوری کردی جائیں گی اور اگر ثلث مال میں وہ تمام وصیّتیں پوری نہیں ہوسکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کردیا تب بھی وہ تمام وصیّتیں ادا کی جائیں گی لیکن اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یا بعض تَقَرُّب اِلَی اللہ کے لئے اور بعض بندوں کے لئے یا کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں، اگر کل وصیّتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کل ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کل وصیّتیں واجبات سے ہیں یا کل کی کل نوافل سے ہیں، اگر کل وصیّتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصی نے پہلے کیا۔[3] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ١١٤)

مسئلہ ٢: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو، اور کفارۂ قتل اور کفارۂ یمین[4] میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی نے مقدم کیا اور ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ میں اور قتل خطاء کے کفارہ میں کفارۂ قتل خطاء مقدم ہوگا۔[5] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ٣: حج اور زکوٰۃ مقدم ہیں کفارات پر، اور کفارات مقدم ہیں صدقۃ الفطر پر، اور صدقۃ الفطر مقدم ہے قربانی پر، اور اگر قربانی سے پہلے منذور بہ[6] کو ذکر کیا تو منذور بہ مقدم ہے قربانی پر، اور قربانی مقدم ہے نوافل پر۔ (عالمگیری) اور ان سب پر اعتاق مقدم ہے خواہ اعتاق منجز ہو یا اعتاق معلق بالموت ہو۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ٤: حج کی وصیّت کی اور کچھ دیگر تَقَرُّب اِلَی اللہ تعالیٰ چیزوں کی وصیّت کی اور مسجد معیّن کے مصالح کے لئے اور کسی قوم کے کچھ مخصوص و مشخص[8] لوگوں کے لئے وصیّت کی اور ثلث مال میں یہ سب پوری نہیں ہوئی تو ثلث مال کو ان کے مابین

---

1 ...... یعنی زندہ بچ گئی۔

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج٦، ص١٠٩.

3 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباۃ... إلخ، ج٦، ص١١٤، ١١٥.

4 ...... قسم کا کفارہ۔

5 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباۃ... إلخ، ج٦، ص١١٥.

6 ...... جس کی منت مانی گئی۔

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق و المحاباۃ... إلخ، ج٦، ص١١٥.

8 ...... معلوم و معین۔

www.dawateislami.net

تقسیم کر دیا جائے گا، جتنا مال مشخص و معین لوگوں کو ملے گا اس میں سے وہ اپنا اپنا حصہ لے لیں گے اور جتنا مال تَقَرُّب اِلَی اللہ کے حصہ میں آئے گا اگر ان میں سوائے حج کے کوئی دوسرا واجب نہیں ہے تو حج مقدم ہے اگر یہ تمام مال حج ہی کے لئے پورا ہو گیا تو تقرُّب الی اللہ تعالیٰ کی بقیہ وصیّتیں باطل ٹھہریں گی اور اگر کچھ بچ گیا تو تقرب کی وہ وصیّت مقدم ہے جس کو موصی نے پہلے ذکر کیا۔[1] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ۵ کچھ وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیّت کی تو وہ ثلث مال میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال میں جو حصہ ملے گا وہ بلا تقدیم و تاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثُلث مال میں سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ٦ اگر یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال حج، زکوٰۃ، کفارات میں اور زید کے لئے ہے اس صورت میں ثلث مال چار حصوں میں تقسیم ہوگا ایک حصہ موصیٰ لہٗ زید کے لئے، ایک حصہ حج کے لئے، ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے اور ایک حصہ کفارات کے لئے۔[3] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ۷ کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں اس صورت میں اقوی غیر اقوی پر مقدم ہوگی، اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ میت نے کس کا ذکر پہلے کیا تھا اور کس کا بعد میں، اگر وہ سب قوت میں برابر ہوں تو ہر ایک کو ثلث مال میں سے بقدر اس کے حق کے ملے گا اور اول و آخر کا لحاظ نہ ہوگا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ۸ اگر تمام وصیّتیں از قسم نوافل ہوں اور ان میں کوئی چیز مخصوص و معیّن نہ ہو تو ایسی صورت میں میت نے جس کا ذکر پہلے کیا وہ مقدم ہوگی۔ (ظاہر الروایہ از عالمگیری ج ٦ ص ١١٥) جیسے اس نے وصیّت کی کہ میرا نفلی حج کرا دینا یا ایک جان میری طرف سے آزاد کر دینا یا اُس نے وصیّت کی کہ میری طرف سے غیر معیَّن فقراء پر صدقہ کر دینا تو ان صورتوں میں جس کا ذکر پہلے کیا وہ پوری کی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١١٥)

مسئلہ ۹ ایک شخص نے وصیّت کی کہ سَو درہم فقراء کو دیئے جائیں اور سَو درہم اقرباء کو اور اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے بدلے میں کھانا کھلایا جائے، پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کی نمازیں باقی تھیں اور اس کا ثلث مال تمام وصیّتوں کے لئے ناکافی ہے تو اس صورت میں ثلث مال کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سو درہم فقراء پر اور سو درہم اقرباء پر اور اس کی ہر نماز

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس في العتق والمحاباة... إلخ، ج ٦، ص ١١٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

کے بدلے نصف صاع گیہوں کی جو قیمت ہو اس پر، پس جو حصہ اقرباء کو پہنچے گا وہ ان کو دیدیا جائے گا اور جو حصہ فقراء اور کھانے کا ہے اس سے کھانا کھلایا جائے اور جو کمی پڑے گی وہ فقراء کے حصہ میں آئے گی۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١١٦)

مسئلہ ١٠ حَجَّةُ الْاِسْلَام یعنی حج فرض کی وصیّت کی تو یہ حج مرنے والے کے شہر سے سواری پر کرایا جائے گا لیکن اگر وصیّت کے لئے خرچ پورا نہ ہو تو وہاں سے کرایا جائے جہاں سے خرچ پورا ہو جائے اور اگر کوئی شخص حج کرنے کے لئے نکلا اور راستہ میں انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیّت کی تو اس کا حج اس کے شہر سے کرایا جائے، یہی حکم اس کے لئے ہے جو حجِ بدل کرنے والا حج کے راستہ میں مرگیا وہ حجِ بدل پھر اُس کے شہر سے کرایا جائے۔[2] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١١٦)

اقارب و ہمسایہ وغیرھم کے لئے وصیّت کا بیان

مسئلہ ١ اقارب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ذی رحم محرم میں سے درجہ بدرجہ زیادہ قریب کے لئے ہے اور اس میں والدین داخل نہیں اور یہ وصیّت ایک سے زیادہ کے لئے ہے۔[3] (ہدایہ ج ٤، عالمگیری ج ٦ ص ١١٦) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں چھ چیزوں کا اعتبار فرمایا ہے۔ پہلی یہ کہ اس لفظ کے مستحق موصی کے ذی رحم محرم ہیں، دوسری یہ کہ ان کے باپ اور ماں کی طرف سے ہونے میں کوئی فرق نہیں، تیسری یہ کہ وہ وارثوں میں سے نہ ہوں، چوتھی یہ کہ زیادہ قریب مقدم ہوگا اور اَبْعَدْ[4] اَقْرَبْ[5] سے محجوب (محروم) ہو جائے گا، پانچویں یہ کہ مستحق دو۲ یا دو۲ سے زیادہ ہوں، اور چھٹی یہ کہ اس میں والد اور ولد[6] داخل نہیں۔[7] (ہدایہ مع الکفایہ ج ٤ و درمختار)

مسئلہ ٢ اقارب کے لئے وصیّت کی تو اس میں دادا اور پوتا داخل نہیں۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ١١٦ و ہدایہ مع الکفایہ ج ٤)

مسئلہ ٣ اقارب کے لئے وصیّت کی تو اگر دو۲ چچا اور دو۲ ماموں ہیں اور وہ وارث نہیں کہ مرنے والے کا بیٹا موجود ہے تو اس صورت میں یہ وصیّت دونوں چچاؤں کے لئے ہے، دونوں ماموؤں کے لئے نہیں۔[9] (بدائع از عالمگیری ج ٦ ص ١١٦)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس في العتق و المحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.

2 ......المرجع السابق، ص١١٦.

3 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٢، ص٥٣٠.

4 ......دور کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا۔

5 ......قریب کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ نہ ہو مثلاً باپ۔

6 ......بیٹا۔

7 ......"الكفاية" على هامش "الفتح القدير"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٩، ص٤٠١.

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس في الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٦.

9 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۴ اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو چچا کو ثلث کا نصف ملے گا اور نصفِ آخر دونوں ماموؤں کو۔ (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶ و بدائع) اور اگر فقط ایک ہی چچا ہے اور ذی رحم محرم میں سے کوئی اور نہیں تو چچا کو نصف ثُلث اور باقی نصف ثلث ورثہ پر رد ہوگا۔[1] (بدائع)

مسئلہ ۵ اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی، ایک ماموں اور ایک خالہ چھوڑے تو یہ وصیّت چچا اور پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔[2] (ہدایہ ج ۴ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۶ اپنے ذی قرابت یا اپنے ذی رحم کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک ماموں چھوڑے تو اس صورت میں اکیلا چچا کل وصیّت کا مالک ہوگا۔[3] (محیط السرخسی وہدایہ ج ۴ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۷ اپنے اہل بیت کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے مورث اعلیٰ (اقصی الاب فی الاسلام) کی تمام اولاد شامل ہوگی حتی کہ اگر موصی علوی ہے تو اس کی وصیّت میں ہر وہ شخص شامل ہوگا جو اپنے باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۸ اپنے نسب یا حسب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ہر اس رشتہ دار کے لئے ہے جس کا نسب اس کے مورث اعلیٰ (اقصیٰ الاب) سے ثابت ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۹ اپنے ثلث مال کی وصیت کی اپنے اہل کے لئے یا کسی[6] کے اہل کے لئے کی تو یہ خاص طور سے زوجہ کے لئے ہے مگر استحساناً تمام گھر والوں کے لئے ہے جو اس کی عیال داری میں ہیں[7] اور جن کے نفقہ کا وہ کفیل ہے لیکن اس میں اس کے غلام شامل نہیں۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶) اور اگر اُس کے اہل دو شہروں میں یا دو گھروں میں رہتے ہیں وہ بھی اس وصیت میں داخل ہیں۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

مسئلہ ۱۰ کسی نے یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال کی وصیّت اپنے قرابت داروں اور غیر کے لئے کی تو یہ کل وصیّت قرابت داروں کے لئے ہے۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

---

1 ...... "بدائع الصنائع"، كتاب الوصايا، وصايا اهل الذمة، ج ٦، ص ٤٥٣.

2 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فى الوصية للأقارب...إلخ، ج ٦، ص ١١٦.

3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

6 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر "دونوں کے اہل کے لئے" لکھا ہوا ہے، جبکہ فتاوی عالمگیری کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہئے "یا کسی کے اہل کے لئے"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

7 ...... یعنی پرورش میں ہیں۔

8 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فى الوصية للأقارب...إلخ، ج ٦، ص ١١٧.

9 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۱ اپنے بھائیوں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو ان تمام بھائیوں کو ملے گی جو اس کے بھائیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں اور اس کی طرف منسوب ہیں۔[1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

مسئلہ ۱۲ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے زوجہ چھوڑی اور اس زوجہ کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں، اس نے کسی اجنبی کے لئے اپنے تمام مال کی وصیّت کی اور اپنی زوجہ کے لئے جمیع مال کی وصیّت کی تو اس صورت میں اجنبی کو پہلے اس کے تمام مال کا ثلث حصہ مل جائے گا بقیہ دو ثلث کا ربع (چوتھائی) میراث میں بیوی کو ملے گا جو کہ کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی رہ گیا نصف مال تو وہ اس بیوی اور اجنبی میں برابر برابر آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷) مثال کے طور پر موصی نے بارہ روپے چھوڑے اس میں سے ایک ثلث یعنی چار روپے تو اجنبی کو بلا منازعت پہلے ہی مل جائیں گے باقی رہے دو ثلث یعنی آٹھ روپے اس کا ربع یعنی دو روپے بیوی کو میراث میں مل جائیں گے جو کہ کُل کا چھٹا حصہ ہے، اب باقی رہا نصف مال یعنی چھ روپے تو یہ اجنبی اور بیوی کے مابین آدھے آدھے تقسیم ہوں گے اس طرح بیوی کو اس کے مال سے پانچ حصے اور اجنبی کو سات حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۳ عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے تمام مال کی شوہر کے لئے وصیّت کی اور اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں اور کسی اجنبی کے لئے بھی تمام مال کی وصیّت کی یا دونوں کے لئے نصف نصف مال کی وصیّت کی اس صورت میں اجنبی کو پہلے کل مال کا ایک ثلث ملے گا بقیہ دو ثلث میں سے آدھا میراث میں شوہر کو ملے گا باقی رہا ایک ثلث، اس کے تین حصے کئے جائیں گے اُن میں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصے شوہر کو ملیں گے۔[3] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷) اس صورت میں اس کا کل مال اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، پہلے اجنبی کو چھ حصے یعنی ایک تہائی ملے گا، باقی رہے دو تہائی یعنی بارہ حصے اس میں سے آدھا یعنی چھ حصے شوہر کو ملیں گے باقی رہے چھ حصے جو کہ کل مال کا ایک ثلث ہیں اس میں سے اجنبی کو ایک ثلث یعنی دو۲ حصے اور شوہر کو دو ثلث یعنی چار حصے ملیں گے، اس طرح شوہر کو بیوی کے کل مال میں سے دس۱۰ حصے اور اجنبی کو آٹھ۸ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۴ اولادِ فُلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے کوئی صلبی اولاد ہی نہیں تو اس وصیّت میں اس کے بیٹوں کی اولاد داخل ہوگی۔[4] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۵ فلاں کے ورثہ کے لئے وصیّت کی تو وصیّت اس طرح تقسیم ہوگی کہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ۔[5] (ہدایہ، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۸)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للأقارب... إلخ، ج ۶، ص ۱۱۷.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق، ص ۱۱۷، ۱۱۸.

5 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۶ فلاں کی بیٹیوں (بنات) کے لئے وصیّت کی اور اس کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہیں تو وصیت خاص طور سے بیٹیوں کے لئے ہے اور اگر اس کے بیٹے ہیں اور پوتیاں ہیں تو وصیّت پوتیوں کے لئے ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۸)

مسئلہ ۱۷ فُلاں فُلاں کے آباء کے لئے وصیت کی اور ان کے آباء واُمّہات[2] دونوں ہیں تو یہ دونوں وصیّت میں داخل ہیں لیکن اگر ان کے آباء اور اُمّہات نہیں بلکہ دادا اور دادیاں ہیں تو یہ وصیّت میں داخل نہیں۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۸)

مسئلہ ۱۸ آلِ فُلاں کے لئے وصیّت کی تو یہ اس کے تمام گھر والوں کے لئے ہے۔[4] (ہدایہ، جلد۴) مگر اس میں بیٹیوں اور بہنوں کی اولاد داخل نہیں نہ ہی ماں کے قرابت دار داخل ہیں۔[5] (زیلعی از حاشیہ ہدایہ)

مسئلہ ۱۹ اپنے پڑوسیوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔[6] (درمختار ج۵ ص۴۷۶)

مسئلہ ۲۰ اپنے پڑوسیوں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اگر وہ گنتی کے ہیں تو یہ ثلث مال ان کے اغنیاء وفقراء دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہی حکم اس وصیّت کا ہے جو اہل مسجد کے لئے کی جائے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ ۲۱ بنی فلاں کے یتامٰی (یعنی فلاں خاندانوں کے یتیموں) کے لئے وصیّت کی اور وہ گنتی کے ہیں تو وصیّت صحیح ہے، ان سب پر خرچ کی جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب یہ کہے کہ میں نے اس گلی کے یتامٰی یا اس گھر کے یتامٰی کے لئے وصیّت کی، اگر وہ گنتی کے ہیں تو غنی وفقیر دونوں پر خرچ ہوگی اور اگر وہ ان گنت ہیں تو وصیّت جائز ہے اس صورت میں صرف فقراء پر خرچ ہوگی۔[8] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹) کتنی تعداد کو ان گنت کہیں گے، بعض علماء نے اس کو رائے قاضی پر رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، امام محمد (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ سَو سے زیادہ تعداد تو لاتحصٰی (ان گنت) ہے اور یہ سہل ہے۔[9] (فتاویٰ قاضی خاں)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب... إلخ، ج٦، ص١١٨.

2 ......یعنی باپ اور مائیں۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب... إلخ، ج٦، ص١١٨.

4 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٢، ص٥٣١.

5 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٧، ص٤١٢، ٤١٣.

6 ......"الدر المختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٠٧.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب... إلخ، ج٦، ص١١٩.

8 ......المرجع السابق.

9 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، فصل فی مسائل متفرقة، ج٢، ص٤٢٩.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲۲ فلاں خاندان کی بیواؤں کے لئے وصیّت کی وہ خواہ گنتی کی ہوں یا ان گنت ہوں دونوں صورتوں میں وصیت جائز ہے، اگر گنتی کی ہیں تو وصیّت اُن پر خرچ ہوگی اور اگر ان گنت ہیں تو جو مل جائیں ان پر خرچ ہوگی۔ [1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۹)

مسئلہ ۲۳ اپنے پڑوس یا فلاں کے پڑوسی کے لئے وصیّت کی اور وہ پڑوسی ان گنت ہیں تو وصیّت باطل ہے ایسے ہی اگر اس نے اہل مسجد کے لئے وصیّت کی یا اہل جیل خانہ (قیدیوں) کے لئے وصیّت کی وہ اَن گنت ہیں تو وصیت باطل ہے۔ [2] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۹)

مسئلہ ۲۴ فلاں خاندان کے اندھوں کے لئے وصیّت کی یا فلاں خاندان کے لُنجوں (یعنی اعضا سے اپاہج) کے لئے وصیّت کی یا قرض دار یا مسافرین یا قیدیوں کے لئے، اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو غنی اور فقیر دونوں شامل ہوں گے اور اگر بے شمار ہیں تو صرف فقراء کے لئے مالِ وصیّت خرچ ہوگا۔ [3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۹)

مسئلہ ۲۵ اپنے اصہار یعنی سسرال والوں کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے لئے ہے، اسی طرح اُس میں اس کے باپ کی بیوی کے ذی رحم محرم بھی داخل ہوں گے اور اُس کے ہر ذی رحم محرم کی زوجہ بھی داخل ہے، یہ سب اس وقت داخل ہوں گے جب موصی کی موت کے دن یہ اس کے صہر ہوں۔ [4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۰)، یعنی موصی کی زوجہ اس کی زوجیت میں ہو، طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ سے عدّت میں نہ ہو، اگر طلاقِ رجعی سے عدّت میں ہے تو وہ زوجیت میں داخل ہے۔ [5] (درمختار، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۷۳)

مسئلہ ۲۶ اپنے اَختان یعنی دامادوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے ہر ذی رحم محرم کا شوہر داخل ہے، جیسے بیٹیوں کے شوہر، بہنوں کے شوہر، پھوپھیوں کے شوہر اور خالاؤں کے شوہر۔ (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۰) بیوی کی لڑکی جو اس کے شوہر اول سے ہے اس کا شوہر موصی کے دامادوں میں شامل نہیں۔ [6] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۰)

مسئلہ ۲۷ اولاد رسول پاک علیہ الصلوۃ والسّلام کے لئے وصیّت کی تو اس وصیّت میں صرف اولاد امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما داخل ہوگی۔ [7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۰)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج ٦، ص ١١٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص ١٢٠.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج ١٠، ص ٤٠٨.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج ٦، ص ١٢٠.

7 ......المرجع السابق، ص ١٢١.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲۸ علویوں[1] کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت جائز نہیں کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور وصیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو فقیر وحاجت مندی کا اشارہ کرے، ہاں اگر فقراء علویوں کے لئے وصیت کی تو جائز ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۲۹ فقہاء کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں اور اگر ان کے فقراء کے لئے وصیت کی تو جائز ہے اسی طرح اگر طلبائے علم کے لئے وصیت کی تو ناجائز اور اگر ان کے فقراء کے لئے کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۰ کسی شہر کے اہل علم کے لئے وصیت کی، اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث شامل ہیں، لیکن اہل منطق و اہل فلسفہ شامل نہیں، نہ ہی اس میں علم کلام پڑھنے والے داخل ہیں۔ حضرت ابوالقاسم فقیہ سے روایت ہے کہ کتبِ کلام کتبِ علم نہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۱ اپنے ثلث مال کی وصیت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے ہے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لئے، تو نصف ثلث فُلاں کو دیا جائے گا اور اس شخص کے لئے کچھ نہیں۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۲ قبر کو لیپنے پوتنے کی[6] وصیت کی اگر یہ حفاظتِ قبر کے لئے ہے تو جائز اور اگر تزئین کے لئے[7] ہے تو ناجائز، اور یہی حکم مزارات پر قبہ[8] بنانے کا ہے خصوصاً اولیاء اللہ کے مزارات پر بہ نیتِ آسائش زائرین[9] وتحصینِ قبر[10]۔[11] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۵۱ بحوالہ درمختار، عالمگیری و بزازیہ)

مسئلہ ۳۳ اپنی قبر پر قرآن شریف پڑھنے کی وصیت کی یہ وصیت جائز ہے مگر اجرت پر جائز نہیں۔[12] (درمختار، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۸۵)

مسئلہ ۳۴ وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں تو یہ وصیت باطل ہے کہ یہ خاص ہے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے، امت کے حق میں مشروع نہیں۔[13] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۵۲ بحوالہ خلاصہ، بزازیہ، تاتارخانیہ وہندیہ)

---

1 ...... علوی کی جمع، حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن مبارک سے نہ ہو۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس في الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١٢١.

3 ......المرجع السابق 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی پلستر وغیرہ کرنے کی۔ 7 ......سجاوٹ وخوبصورتی کے لیے۔ 8 ......گنبد۔

9 ......یعنی زیارت کرنے والوں کے سکون وآرام کے لیے۔ 10 ......یعنی حفاظت قبر کے لیے۔

11 ......"الدرالمختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤١٩.
و"الفتاوى الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٤.

12 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٢٠.

13 ......"الفتاوى الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٥.

www.dawateislami.net

مکان میں رہنے اور خدمت کرنے، درختوں کے پھلوں، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی اور پیداوار کی وصیّت کا بیان

مسئلہ ۱ گھر کے کرایہ کی آمدنی کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کو اس میں رہنے کا حق نہیں اور اگر زید کے لئے ایک سال تک اپنے دار (گھر) میں سکونت کی وصیّت کی اور دار کے موصی کا اور کچھ مال نہیں ہے تو زید اس میں سے تہائی دار میں رہے گا اور ورثہ دو تہائی دار میں، ورثہ کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا مقبوضہ فروخت کردیں۔[1] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۲ یہ کہا یہ بھوسا فُلاں کے جانوروں کے لئے ہے، تو یہ وصیت باطل ہے اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے جانوروں کو کھلایا جائے تو وصیّت جائز ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۳ کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی اور مدت اور وقت مقرر نہیں کیا تو یہ وصیّت تا حیاتِ موصٰی لہ ہے۔[3] (المنتقٰی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۴ کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی تو اسے اس گھر کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲)

مسئلہ ۵ کسی نے اپنے باغ کے محاصل و پیداوار کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کے لئے اس کے موجودہ محاصل و پیداوار ہیں اور جو کچھ آئندہ ہوں۔[5] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۲) ملحوظ رہے کہ عربی زبان میں بستان اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چار دیواری بنی ہو، اس چہار دیواری کے اندر جو درخت یا زراعت ہو وہ سب بستان میں شامل ہے اور باغ سے ان مسائل میں مراد ایسا ہی باغ ہے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۶ کسی کے لئے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہا کہ ہمیشہ کے لئے یا ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا۔ اگر ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس کے باغ میں اس کی موت کے دن پھل لگے ہیں تو موصٰی لہ کے لئے اس کے ثلث مال میں سے صرف ان ہی پھلوں سے دیا جائے گا اور اس کے بعد جو پھل آئیں گے موصٰی لہ کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی موت کے دن باغ میں پھل نہیں لگے تھے تو قیاس یہ ہے کہ یہ وصیّت باطل مگر استحسان میں وصیت باطل نہیں بلکہ موصٰی لہ کو اس کی تا حیات اس باغ کے پھل ملتے رہیں گے بشرطیکہ وہ بستان اس کے ثلث مال سے زائد نہ ہو، یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب موصی نے وضاحت نہیں کی اور اگر اس نے وضاحت کردی اور یوں کہا کہ میں نے تیرے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٢.

www.dawateislami.net

باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اسے موجودہ پھل بھی ملیں گے اور جو بعد میں پیدا ہوتے رہیں وہ بھی۔[1] (عالمگیری ج۶ص۱۲۲)

مسئلہ ۷ اپنے باغ کے پھلوں و پیداوار کی ہمیشہ کے لئے کسی کے لئے وصیّت کی پھر اس کے کھجور کے درختوں کی جڑوں سے اور درخت پیدا ہوگئے تو ان کی پیداوار اور محاصل بھی وصیّت میں داخل ہوں گے۔[2] (المنتقٰی از عالمگیری ج۶ص۱۲۲)

مسئلہ ۸ اپنے باغ کے پھلوں کے ثلث کی وصیّت کی اور موصی کا اور کوئی مال سوائے اس بستان (باغ) کے نہیں ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور موصٰی لہ اس کا ثلث پانے کا مستحق ہے اگر موصٰی لہ نے باغ کا تہائی حصہ ورثہ سے تقسیم کرلیا پھر اس حصہ سے آمدنی ہوئی جو موصٰی لہ کے پاس آیا اور ورثہ کے حصے میں آمدنی نہیں ہوئی یا ورثہ کے حصہ میں آمدنی ہوئی اور موصٰی لہ کے حصہ میں آمدنی نہیں ہوئی تو دونوں صورتوں میں وہ ورثا اور موصٰی لہ ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔[3] (عالمگیری، ج۶،ص۱۲۲)

مسئلہ ۹ کسی کے لئے ثلث بستان کی وصیّت کی تو ورثہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دوثلث بستان فروخت کردیں، ایسی صورت میں دوثلث کا خریدار موصٰی لہ کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔[4] (عالمگیری ج۶،ص۱۲۳)

مسئلہ ۱۰ ایک شخص نے کسی کے لئے اپنی زمین کی پیداوار کی وصیّت کی اور اس زمین میں کھجور کے درخت ہیں اور نہ اور کوئی درخت ہے اور موصی کا اس کے سوا اور مال بھی نہیں ہے تو اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے گا اور اس کرایہ کا ایک ثلث موصٰی لہ کو دیا جائے گا اور اگر اس میں کھجور کے درخت ہیں اور اور بھی درخت ہیں تو ان درختوں کی پیداوار کا ثلث موصٰی لہ کو ملے گا۔[5] (عالمگیری ج۶،ص۱۲۳)

مسئلہ ۱۱ وصیّت کرنے والے نے کسی کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا اپنی بکریوں کے بچوں کی یا ان کے دودھ کی ہمیشہ کے لئے وصیّت کی تو ان تمام صورتوں میں موصٰی لہ کو ان بکریوں کا وہی اون ملے گا جو وصیّت کرنے والے کی موت کے دن ان کے جسم پر ہے اور وہی بچے ملیں گے جو موصی کی موت کے دن ان کے پیٹوں میں ہیں اور وہی دودھ ملے گا جو موصی کی موت کے دن ان کے تھنوں میں ہے خواہ موصی نے وصیّت میں ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا۔[6] (ہدایہ از عالمگیری ج۶،ص۱۲۳)

مسئلہ ۱۲ کسی شخص نے اپنے بستان (باغ) کی پیداوار کی وصیت کی پھر موصٰی لہ نے میت کے ورثہ سے غلہ کے عوض پورا باغ خریدلیا تو یہ جائز ہے اس صورت میں وصیّت باطل ہوجائے گی اسی طرح اگر ورثہ نے باغ اس کو فروخت نہیں کیا لیکن انھوں نے کچھ مال دے کر موصٰی لہ کو اپنے حصہ کے غلّہ سے بری ہونے پر راضی کرلیا تو یہ بھی جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج۶،ص۱۲۳)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب السابع في الوصية بالسكني...إلخ،ج٦،ص١٢٢،١٢٣.

2 ...... المرجع السابق،ص١٢٣. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۳ اپنے گھر کے کرایہ کی مساکین میں تقسیم کرنے کی وصیّت کی تو یہ اس کے ثلث مال میں سے جائز ہے اور اگر مساکین کے لئے اپنے گھر میں رہنے یا اپنی سواری پر سوار ہونے کی وصیّت کی تو یہ جائز نہیں مگر یہ کہ موصیٰ لہ معلوم ہو۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۴ مساکین کے لئے اپنے انگور کے باغ کی بہار کی تین سال تک کے لئے وصیّت کی اور مر گیا اور تین سال تک اس کے انگور کے باغ میں انگور کی بہار نہ آئی تو بعض کے قول پر یہ باغ موقوف رہے گا جب تک اس کی تین سال کی بہار مساکین پر صدقہ نہ کر دی جائے، فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا یہ قول ہمارے اصحاب کے مطابق ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۵ اپنے جسم کے لباس کی وصیّت کی تو یہ جائز ہے اور موصیٰ لہ کو اس کے جُبّے، قمیص، چادریں اور پاجامے ملیں گے، اس کی ٹوپیاں، موزے، جرابیں اس میں شامل نہ ہوں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۶ یہ وصیّت کی کہ یہ کپڑے صدقہ کر دو تو یہ جائز ہے کہ وہ کپڑے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دیں یا چاہیں تو کپڑے فروخت نہ کریں رکھ لیں اور ان کی قیمت دے دیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۷ کسی آدمی کو یہ وصیّت کی کہ میری زمین سے دس جریب (گٹھ) زمین ہر سال کاشت کرے اس صورت میں بیج، خراج (مالگذاری) اور آبپاشی[5] موصیٰ لہ[6] کے ذمہ ہوگی اور اگر وصیّت میں یہ کہا کہ ہر سال میری دس جریب زمین میرے لئے کاشت کرے اس صورت میں بیج، مالگذاری اور آبپاشی متوفّی موصی کے مال سے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۸ کسی شخص کے لئے کھجور کے باغ کی کھجوروں کی وصیّت کی جو کہ تیار تھیں یا کاشت کی وصیّت کی جو کاٹے جانے کے قریب تھیں لیکن فصل کاٹی نہیں گئی تھی تو مال گزاری موصیٰ لہ پر ہے لیکن اگر باغ کے پھل توڑ لئے گئے اور کھیتی کاٹ لی گئی تو متوفّی موصیٰ لہ کے مال سے مال گزاری دی جائے گی۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۹ موصی نے کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیّت کی تو اس میں تلوار کا پرتلہ[9] اور حمائل[10] داخل ہے۔[11] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج ۶، ص ۱۲۳.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی زمین کو پانی دینا۔ 6 ......جس کے لیے وصیت کی۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج ۶، ص ۱۲۴.

8 ......المرجع السابق.

9 ......وہ پیٹی یا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔ 10 ......وہ پرتلا جو شانے پر ترچھا پڑتا ہے۔

11 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج ۶، ص ۱۲۴.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲۰ کسی کے لئے مصحف (قرآن پاک) کی وصیّت کی اور مصحف کا غلاف بھی ہے تو اس کو مصحف ملے گا غلاف نہیں۔[1] (قدوری از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۱ سرکہ کے مٹکے کی وصیّت کی تو اس میں مٹکا شامل ہے اور اگر جانوروں کے گھر (یعنی وہ گھر جس میں جانور رکھے جاتے ہیں) کی وصیّت کی تو وصیّت دار (گھر) کی ہے اس میں جانور شامل نہیں، ایسے ہی کھانے کی کشتی (ٹرے) کی وصیّت کی تو اس میں کا کھانا دیا جائے گا کشتی (ٹرے) نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۲ کسی کے لئے میزان (ترازو) کی وصیّت کی تو اس میں اس کا عمود (ڈنڈی) پلڑے اور اس کی ڈسیں[3] شامل ہیں، باٹ، بٹہ[4] اور مٹھیہ (علاق)[5] شامل نہیں لیکن اگر ترازو معین کر دی تو اس میں باٹ اور علاق بھی شامل ہوں گے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۳ اپنی بکریوں میں سے کسی کے لئے ایک بکری کی وصیّت کی اور یہ نہیں کہا کہ میری ان بکریوں میں سے، پھر وارثوں نے اسے وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ جنا تو یہ بچہ بکری کے ساتھ شامل نہ ہوگا یعنی فقط بکری ملے گی۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۴ اور اگر یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیّت کی اور وارثوں نے اس موصٰی لہ کو وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ دیا تو وہ بچہ اس بکری کا تابع ہوگا یعنی بکری مع بچہ کے موصٰی لہ کو دی جائے گی اور اگر وارثوں نے بکری معیّن کرنے سے پہلے پہلے بچہ کو ضائع کر دیا یعنی ہلاک کر دیا تو ان پر اس کا ضمان نہیں۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۵ دار (گھر) کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی بنیاد کی دوسرے کے لئے، یا یہ کہا کہ یہ انگوٹھی فلاں کے لئے ہے اور اس کا نگینہ دوسرے کے لئے یا یہ کہا کہ یہ کنڈیا (زنبیل)[9] فلاں کے لئے اور اس میں کے پھل فلاں کے لئے، تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے متصلاً بلافصل کہا تو ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وصیّت اس کے لئے کی اور اگر متصلاً نہیں کہا بلکہ

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج ٦، ص ١٢٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......ترازو کی ڈوریاں۔

4 ......اشیاء تولنے کے لیے ترازو پر رکھا جانے والا پتھر وغیرہ۔

5 ......موٹھ جہاں سے ترازو کو پکڑتے ہیں۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج ٦، ص ١٢٤.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق.

9 ......پھلوں کی ٹوکری۔

www.dawateislami.net

فصل کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اصل (یعنی دار یا انگوٹھی یا کنڈیا) تنہا پہلے کو ملے گی اور تابع میں دونوں شریک ہوں گے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵ بحوالہ کافی) یعنی اس صورت میں گھر تنہا پہلے کو ملے گا بناء مشترک ہوگی، کنڈیا پہلے کو ملے گی پھل مشترک ہوں گے اور انگوٹھی پہلے کو ملے گی اور نگینہ مشترک ہوگا۔

مسئلہ ۲۶ اور اگر یہ وصیّت کی کہ یہ گھر فلاں کے لئے ہے اور اس میں رہائش فلاں کے لئے یا یہ درخت فلاں کے لئے ہے اور اس کا پھل فلاں کے لئے یا یہ بکری فلاں کے لئے اور اس کی اُون فلاں کے لئے تو جس کے لئے جو وصیّت کی اس کو بلا اختلاف وہی ملے گا خواہ اس نے یہ متصلاً کہا ہو یا درمیان میں فصل کیا ہو۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۷ کسی شخص کے لئے اپنے دار (مکان) کی وصیّت کی اور اس میں بنے ہوئے ایک خاص بیت (کمرہ) کی وصیّت کسی دوسرے کے لئے کی تو وہ خاص بیت ان دونوں کے درمیان بقدر ان کے حصہ کے مشترک ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۲۸ کسی کے لئے معینہ ایک ہزار درہم کی وصیّت کی اور ان میں سے ایک سو درہم کی دوسرے کے لئے وصیّت کی تو ایک ہزار والے کو نو سو درہم ملیں گے اور سو درہم دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۲۹ اگر ایک شخص کے لئے مکان کی وصیّت کی اور اس کی بناء[5] کی دوسرے کے لئے تو بناء ان دونوں کے درمیان حصۂ رسدی[6] تقسیم ہوگی۔[7] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۳۰ موصی نے اپنے جانور کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی سواری اور منفعت کی دوسرے کے لئے وصیّت کی تو ہر موصٰی لہ کے لئے وہی ہے جس کی اس کے لئے وصیّت کی۔[8] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۳۱ ایک شخص کے لئے اپنے گھر کے کرایہ کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس میں رہنے کی وصیّت کی اور تیسرے شخص کے لئے اس کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ ایک ثلث ہے پس کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس کو منہدم کر دیا تو جتنا اس نے گرایا ہے اس کی قیمت کا تاوان اُس پر ہے پھر اس قیمت سے مکان بنائے جائیں جیسے بنے ہوئے تھے اور کرایہ پر دیا جائے، تو جس کے لئے کرایہ کی وصیّت کی اسے کرایہ اور جس کے لئے سکونت کی وصیّت کی اسے حق سکونت ملے گا، یہی حکم بستان (باغ) کی وصیّت کا ہے کہ اس نے ایک شخص کے لئے بستان کی پیداوار کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس کے رقبہ کی، پھر کسی شخص نے اس میں سے درخت کاٹ لئے تو اس پر درختوں کی قیمت کا تاوان ہے اس قیمت سے

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا،الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ،ج٦،ص١٢٥.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......بنیاد۔ 6 ......جو حصے میں آتا ہے اس کے مطابق۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا،الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ،ج٦،ص١٢٥.

8 ......المرجع السابق،ص١٢٦.

www.dawateislami.net

درخت خرید کر لگائے جائیں گے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٢ موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے باغ کی آمدنی کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ اس کا ثلث مال ہے تو باغ کا رقبہ اس کے لئے ہے جس کے واسطے رقبہ کی وصیت کی اور اس کی آمدنی اس کے لئے جس کے واسطے اس کی آمدنی کی وصیّت کی جب تک موصیٰ لہ زندہ ہے اور اس صورت میں باغ کی آبپاشی، مال گذاری اور اس کی اصلاح ومرمت آمدنی والے پر ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٣ موصی نے ہمیشہ کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا ان کے دودھ کی یا ان کے گھی کی یا ان کے بچوں کی کسی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت صرف اس اون میں جاری ہوگی جو موصی کی موت کے دن ان بکریوں کی پیٹھوں پر ہے یا وہ دودھ جو ان کے تھنوں میں ہے یا وہ گھی جو ان کے تھنوں کے دودھ سے برآمد ہو یا وہ بچے جو ان کے پیٹ میں ہوں جس دن کہ موصی کی موت ہوئی، اس کی موت کے بعد پھر جو کچھ پیدا ہوگا اس میں وصیّت جاری نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٤ موصی نے کسی کے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے کھجوروں کے باغ کے محاصل (آمدنی) کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور اس باغ میں بہار (پھل) نہیں آئی تو اس صورت میں اس کی آبپاشی اور اس کی اصلاح کا خرچہ ومرمت صاحب رقبہ پر ہے پھر جب اس پر پھل آجائیں تو یہ خرچہ آمدنی لینے والے پر ہے اور اگر ایک سال پھل آئے پھر نہ آئے تب بھی اس کی اصلاح وخرچہ کی ذمہ داری آمدنی لینے والے پر ہے، اگر آمدنی لینے والے نے خرچہ نہ کیا اور صاحب رقبہ نے خرچہ کیا یہاں تک کہ باغ میں پھل آگئے تو صاحب رقبہ اس سے اپنا خرچہ وصول کرے گا۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٥ یہ وصیّت کی کہ ان تِلوں کا تیل فلاں کے لئے اور اس کی کُھلی[5] دوسرے کے لئے ہے تو تیل نکالنے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے لئے تیل کی وصیّت کی۔[6] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٦ انگوٹھی کے حلقہ[7] کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کے نگینہ کی دوسرے کے لئے تو یہ وصیّت جائز ہے اگر اس کا نگ نکالنے میں انگوٹھی کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو دیکھا جائے گا اگر حلقہ کی قیمت نگ سے زیادہ ہے تو حلقہ والے سے کہا جائے گا کہ وہ نگ والے کو نگ کی قیمت ادا کرے اور اگر نگ کی قیمت زیادہ ہے تو نگ والے سے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......تیل نکالنے کے بعد تلوں کا بچا ہوا پھوک۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

7 ......نگینے کے علاوہ دھات کی بقیہ انگوٹھی۔

www.dawateislami.net

کہا جائے گا کہ وہ انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ادا کرے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٧ ایک شخص نے کسی کے لئے اپنے بستان (باغ) کے ان پھلوں کی وصیّت کی جو اُس میں موجود ہیں اوراس نے اس کے لئے اس کے پھلوں کی ہمیشہ کے لئے بھی وصیت کی، اس کے بعد موصی کا انتقال ہوگیا اورموصی کا اس کے سوااور مال نہیں ہے اور باغ میں پھل سو روپے کی قیمت کے ہیں اور پورے باغ کی قیمت تین سو روپے کے مساوی ہے، اس صورت میں موصٰی لہ کے لئے باغ میں موجود پھلوں کا تہائی حصہ ہے اور آئندہ جو پھل آئیں گے ان میں سے ہمیشہ اس کو ایک ثلث ملتا رہے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٨ یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں شخص پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں تو اس کے مال کا ایک ثلث رکھ لیا جائے گا تاکہ موصٰی لہ پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جاتے رہیں جیسا کہ موصی نے وصیّت کی ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

مسئلہ ٣٩ ایک شخص نے دو آدمیوں کے لئے وصیّت کی کہ ان میں سے ہر ایک پر میرے مال سے اتنا اتنا خرچ کیا جائے تو اس کا ایک ثلث مال ان دونوں پر خرچ کے لئے رکھ لیا جائے گا پھر اگر وارثوں نے ان میں سے کسی ایک سے کچھ دے کر مصالحت کر لی اور وہ وصیّت سے دستبردار ہوگیا تو اس صورت میں موصی کا کل ثلث مال دوسرے پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لیا جائے گا اور وارثوں کے حق میں دستبرداری دینے والے کا حق وارثوں کو نہ ملے گا۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٤٠ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مال میں سے فلاں شخص پر اس کی تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس صورت میں اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ موصٰی لہ ثلث[5] کو ملے گا اور باقی پانچ حصے محفوظ رکھے جائیں گے ان میں سے پانچ درہم والے پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں گے اور اگر یہ شخص جس کے لئے پانچ درہم ہر ماہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی اپنے حصہ کا محفوظ روپیہ خرچ ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اس کا ثلث پورا کیا جائے گا اور یہ ثلث مال اس دن کے حساب سے لگایا جائے گا جس دن کہ موصی کی[6] موت ہوئی لیکن اگر مال کا دو ثلث حصہ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا اور اب جو باقی بچا اس سے موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس مرنے والے کے حصہ میں سے جو نفقہ بچا ہے وہ اسے دے دیا جائے گا اور اس کا ثلث پورا نہیں کیا جائے گا اور اگر مال اتنا بچ گیا تھا کہ موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا ہوکر بچ گیا تو جو باقی بچا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا نہ کہ اس کے ورثہ کو جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ،ج٦،ص١٢٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق،ص١٢٨. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی جس کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہے۔ 6 ......وصیت کرنے والے کی۔

7 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ،ج٦،ص١٢٨.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۴۱ اگر دو آدمیوں کے لئے یہ وصیّت کی کہ ان دونوں پر ان کی تاحیات میرے مال سے ہر ماہ دس درہم خرچ کئے جائیں اور ایک تیسرے کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دی تو اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں آدمیوں سے جن کے لئے تاحیات دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی ایک آدمی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کو نہیں ملے گا جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی بلکہ جو کچھ ان دو آدمیوں کے لئے محفوظ رکھا تھا وہ ویسے ہی محفوظ رہے گا اور اسے اس ایک پر خرچ کیا جائے گا جو ان دونوں میں سے زندہ باقی ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۸، کتاب الوصایا)

مسئلہ ۴۲ اگر میت نے یہ وصیّت کی کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے اس پر تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیّت کی اور ایک دوسرے کے لئے تاحیات اُس کی اُس پر پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیّت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس کا مال نو حصوں میں منقسم ہوگا، جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اس کو ایک حصہ اور بقیہ بعد والے دونوں موصٰی لہما کے لئے چار چار حصے محفوظ رکھے جائیں گے اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوں گے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۸)

مسئلہ ۴۳ اگر میت نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں پر اس کی تاحیات پانچ درہم ماہانہ خرچ کیا جائے اور فلاں اور فلاں پر ان کی تاحیات دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں، ہر ایک کے لئے پانچ درہم، اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو مال موصٰی لہ اور موصٰی لہما کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اس طرح کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اسے ایک نصف اور جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی انھیں دوسرا نصف، اس طرح نصف مال پہلے ایک کے لئے اور نصف مال دوسرے دو کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور ان پر ماہ بماہ خرچ ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۸) اور اگر اس ایک کا انتقال ہوگیا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی تو جو کچھ بچا وہ ان دو پر خرچ ہوگا جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور اگر ان دونوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا جن کے لئے ایک ساتھ دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور پانچ درہم والا زندہ رہا تو اس صورت میں مرنے والے کا حصہ اس کے شریکِ وصیّت کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور اس پر خرچ کیا جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جب ورثہ نے اجازت دے دی اور اگر ورثہ نے اجازت نہیں دی تو میت کا ثلث مال نصف نصف دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا، نصف ثلث اس کو ملے گا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اور نصف ثلث ان دونوں کو ملے گا جن دونوں کو ایک ساتھ ملا کر ان کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۹)

---

1 ……"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنی...إلخ، ج٦، ص١٢٨.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق، ص١٢٩. 4 ……المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۴۴ ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے رکھا جائے اور اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں جب تک کہ وہ زندہ رہے اور میں نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں فلاں کے لئے ہے ان دونوں پر ہر ماہ تا حیات ان کی دس درہم خرچ کئے جائیں تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو اس میت کے مال کا کامل ثلث (پورا تہائی حصہ) ملے گا وہ جو چاہے کرے اور دس درہم والے دونوں کو اس میت کے مال کا دوسرا ثلثِ کامل ملے گا اور یہ ثلث ان دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا اور محفوظ کچھ نہ رکھا جائے گا، اور اگر ان تینوں موصیٰ لہم (جن کے لئے وصیّت کی گئی) میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کے حصہ کا مال اس انتقال کر جانے والے کے وارثوں کو ملے گا اور اگر ورثہ نے میت کی اس وصیّت کو جائز نہیں کیا تو اس صورت میں چار درہم والے کو نصف ثلث (تہائی مال کا آدھا) ملے گا اور ان دونوں کو جن کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی نصف ثلث ملے گا اور یہ نصف ثلث ان دونوں کے مابین آدھا آدھا بٹے گا۔[1] (بحوالہ جامع الصغیر از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۵ میت نے کہا میں نے فلاں کے لئے ایک ثلث مال کی وصیّت کی اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور میں نے فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی کہ فلاں پر پانچ درہم ماہانہ اور فلاں پر تین درہم، پس اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو ماہانہ اس کے کل مال کا ایک ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دو ثلث ملیں گے اور یہ دو ثلث ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، یہ لوگ اپنے اپنے حصہ کو جیسے چاہیں استعمال کریں، اور اگر ورثہ نے اس کی اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو چار درہم والے کو نصف ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دوسرا نصف ثلث ملے گا اور یہ ان کے مابین آدھا آدھا بٹ جائے گا اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو میراث میں ملے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۶ میت نے وصیّت کی کہ فلاں پر میرے مال سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے پر ہر ماہ پانچ درہم میرے بستانی (چہار دیواری والا باغ) کی آمدنی سے خرچ کئے جائیں اور میت نے بجز بستان کے اور کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں میت کا ثلث (تہائی) بستان ان دونوں کے لئے نصف نصف ہے پھر بستان (باغ) کی ثلث پیداوار فروخت کی جائے گی اور اس کی قیمت وصی کے قبضہ میں یا اگر وصی نہیں ہے تو کسی ایماندار وثقہ آدمی کے قبضہ میں دے دی جائے گی، وہ وصی اور ثقہ ان دونوں پر حصہ رسدی ماہ بماہ خرچ کرے گا اور اگر ان دونوں کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ رہے گا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۷ یہ وصیّت کی کہ فلاں شخص پر میرے مال سے چار روپے ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں پر پانچ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

روپے ماہانہ تو اس صورت میں تنہا ایک کے لئے مال وصیّت کا چھٹا حصہ اور دوسرے دونوں کے لئے، دوسرا چھٹا حصہ خرچ کرنے کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) یعنی میت کا مال بارہ حصوں میں تقسیم ہوگا اس میں سے ایک ثلث یعنی چار حصے وصیّت میں دیئے جائیں گے باقی دو ثلث یعنی آٹھ حصے ورثہ کو ملیں گے پھر ثلث مال کی وصیت کے ان چار حصوں میں سے دو حصے تنہا پہلے موصٰی لہ کے لئے اور دوسرے دو حصے دوسرے دونوں موصٰی لہما کے لئے، اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوگا۔

مسئلہ ۴۸ میت نے اپنی آراضی کی پیداوار کی کسی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے اس آراضی کے رقبہ کی وصیّت کی اور وہ ثلث مال میں ہے پھر اس کو صاحبِ رقبہ نے (یعنی جس کے لئے رقبہ کی وصیّت کی تھی) فروخت کردیا اور اس شخص نے اس بیع کو تسلیم کرلیا جس کے لئے پیداوار کی وصیّت کی تھی تو بیع جائز ہوگئی، اور پیداوار کی وصیّت جس کے لئے تھی وہ وصیّت باطل ہوگئی اب اس کا اس پیداوار کی قیمت میں بھی کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۴۹ مریض نے اپنے بستان کی پیداوار کی وصیّت کسی کے لئے کی اور موصی کی موت سے قبل کئی سال اس میں پیداوار ہوئی پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو موصٰی لہ کا اس پیداوار میں حصہ ہے جو موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد پیدا ہو۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) جو پیداوار موصی کی موت سے پہلے ہوئی اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مسئلہ ۵۰ یہ کہا کہ میں نے ان ایک ہزار کی فلاں کے لئے وصیّت کی اور میں نے فلاں کے لئے اس میں سے ۱۰۰ سَو کی وصیت کردی ہے تو یہ رجوع نہیں ہے، اس صورت میں ۹۰۰ نوسَو پہلی وصیّت والے کے لئے ہیں اور ۱۰۰ سَو میں دونوں آدھے آدھے کے شریک ہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۱ مریض نے کہا کہ میرا ثلث مال فلاں اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اس میں سے ایک سو ہے اور اس کا ثلث مال کل ۱۷ سترہ درہم ہی ہے تو یہ کل ثلث اسی کو ملے گا جس کے لئے ۱۰۰ سَو مقرر کئے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۲ یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال عبد اللّٰہ کے لئے زید وعَمرو کے لئے اور عمرو کے لئے اس میں سے ۱۰۰ سَو روپے، اور اس کا ثلث مال کل ۱۰۰ سَو روپے ہی ہے تو یہ ۱۰۰ سَو روپے عَمرو کو ملیں گے اور اگر اس کا ثلث مال ۱۵۰ ڈیڑھ سَو روپے تھے تو عمرو کو سو روپے ملیں گے اور جو بچا اس میں عبد اللّٰہ اور زید نصف نصف کے شریک ہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنی...إلخ، ج٦، ص١٢٩.

2 ......المرجع السابق، ص١٣٠.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنی...إلخ، ج٦، ص١٣٠.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۵۳ یہ وصیّت کی کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، فلاں کے لئے اس میں سے ننوا روپے، تو وہ اس طرح تقسیم ہوں گے فلاں کو ننوا روپے اور دوسرے کو نوسو روپے، اگر اس میں سے کچھ ضائع ہو گئے تو باقی کے دس حصے کر کے ایک حصہ ننوا والے کو اور باقی نو حصے دوسرے کو دیئے جائیں گے۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠) اور اگر اس نے ایک تیسرے شخص کے لئے دیگر ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور اس کا ثلث مال کل ایک ہزار روپے ہے تو اس صورت میں نصف ہزار تیسرے موصٰی لہ کو ملے گا اور نصف ہزار پہلے دو موصٰی لہما کو دیا جائے گا اور وہ دس حصوں میں تقسیم ہو کر پہلے کو ایک حصہ اور دوسرے کو نو۹ حصے ملیں گے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۴ اگر کہا کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، اس میں سے پہلے فلاں کے لئے سو روپے اور دوسرے کے لئے مابقی یعنی نوسو روپے، تو پہلے والے کو سو روپے ملیں گے اور اگر تقسیم سے پہلے ہزار میں سے نوسو ہلاک ہو گئے تو پہلے کے لئے سو روپے ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال سے فلاں کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے بقیہ کی اور میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اس صورت میں بقیہ والے کو کچھ نہ ملے گا اور میت کا ثلث مال پہلے والے موصٰی لہ اور تیسرے والے موصٰی لہ میں گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ پہلے والے کو اور دس حصے ایک ہزار والے کو یعنی تیسرے والے کو ملیں گے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٠)

مسئلہ ۵۵ یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے سات سو اور فلاں کے لئے چھ سو تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان تیرہ حصوں میں تقسیم ہوگا، سات حصے سات سو والے کو اور چھ حصے چھ سو والے کو ملیں گے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣١ محیط السرخسی)

مسئلہ ۵۶ یہ کہا کہ فلاں کے لئے اس ایک ہزار میں سے ہزار اور فلاں کے لئے ہزار، تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣١)

مسئلہ ۵۷ یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں اور فلاں کے لئے وصیّت کی فلاں کے لئے اس میں سے ایک ہزار، تو اس صورت میں ایک ہزار سب کے سب دوسرے موصٰی لہ کو ملیں گے۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣١)

مسئلہ ۵۸ ایک شخص نے کچھ لوگوں کے لئے کچھ وصیّتیں کیں، اُن میں سے کوئی آیا اور اس نے اپنے لئے وصیّت کا ثبوت پیش کیا اور یہ چاہا کہ اس کا حصہ اسے دے دیا جائے تو اس کا حصہ اسے دے دیا جائے اور باقی لوگوں کا حصّہ محفوظ رکھا جائے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنى... إلخ، ج٦، ص ١٣٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

پس اگران باقی لوگوں کا حصہ صحیح وسالم رہا تو وہ ان کو دے دیا جائے گا اور اگر ضائع ہوگیا تو یہ سب اس کے حصہ میں شریک ہوں گے جس نے اپنا حصّہ لے لیا تھا اور اس کو حصّہ دے دینا بقیہ لوگوں کے لئے تقسیم کا حکم نہیں رکھتا۔[1] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۵۹ کسی نے وصیّت کی کہ فلاں شخص کو ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں جن سے وہ قیدیوں کو خرید لے پس اگر وہ شخص روپے لینے سے قبل ہی انتقال کر گیا تو حاکم کو یہ روپیہ دے دیا جائے گا وہ اس کام کے لئے لوگوں میں سے کسی کو ولی بنا دے گا تاکہ وہ اس روپے سے قیدیوں کو خرید لے۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۰ ایک شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت سے دس بوجھا گیہوں (مثلا دس کوئنٹل) اور ایک ہزار من روٹیاں خریدی جائیں۔ (من ۷/۲-۱۲ تولہ کا ایک پیمانہ تھا،[3] فتاویٰ رضویہ ج۴) اور اس نے کچھ اور وصیّتیں بھی کیں، پس اس کا گھر فروخت کیا گیا اور اس کی قیمت مذکورہ مقدار گیہوں اور روٹیوں کے لئے پوری نہیں ہوئی اور اس گھر کے علاوہ اس کا اور بھی مال ہے تو اگر اس کا ثلث مال اس کی تمام وصیّتوں کے لئے گنجائش رکھتا ہو تو وہ تمام وصیّتیں اس کے ثلث مال سے پوری کردی جائیں گی۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۱ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں اس کے ورثہ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ نے کچھ وصیّتیں کی ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس چیز کی ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے جس چیز کی وصیّت کی ہم نے اس کو جائز کیا تو ان کی یہ اجازت صحیح نہیں، صرف اس صورت میں اجازت صحیح ہوگی جب کہ انھیں علم ہوجائے۔[5] (المنتقی از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۲ ایک شخص نے کسی آدمی کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور فقراء کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور موصیٰ لہ محتاج ہے تو اس کو فقراء کا حصہ بھی دیا جاسکتا ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

مسئلہ ۶۳ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں پھر کہا اور باقی فقراء پر صدقہ کیا جائے پھر اپنی کچھ وصیّتوں سے رجوع کرلیا جن کے لئے وصیّتیں کی تھیں (موصیٰ لہم)، یا ان میں سے بعض موصیٰ لہم موصی کی موت سے پہلے ہی مرگئے تو باقی مال فقراء پر صدقہ کیا جائے گا اگر اُس نے فقراء کے لئے وصیّت سے رجوع نہیں کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۳۱)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الرضوية"، ج١٠، ص٢٩٨.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

متفرق مسائل

مسئلہ ۱ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی وصیّت نہیں کرے گا پھر اس نے اپنے مرض الموت میں کوئی چیز ہبہ کی یا اس نے اس حالت میں اپنا غلام بیٹا خریدا جو کہ آزاد ہوگیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹی اور وہ حانث نہیں ہوا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۲ ایک مریض نے کچھ وصیّتیں کیں لیکن یہ الفاظ نہیں کہے کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مرجاؤں یا یہ کہ اگر میں اس مرض سے اچھا نہ ہوں تو میری یہ وصیّتیں ہیں، وصیّتیں کرنے کے بعد وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا اور کئی سال زندہ رہا تو مرض سے اچھا ہونے کے بعد اس کی وصیّتیں باطل ہوجائیں گی۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۳ مریض نے کہا اگر میں اسی بیماری سے مرجاؤں تو میرے مال سے فلاں کو اتنا روپیہ اور میری طرف سے حج کرایا جائے پھر اپنی بیماری سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوگیا اور اس نے ان گواہوں سے جن کو پہلی وصیّت پر گواہ بنایا تھا، کہا یا دوسرے لوگوں سے کہا: ''تم گواہ ہوجاؤ کہ میں اپنی پہلی وصیّت پر قائم ہوں'' تو یہ استحساناً جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۴ کسی نے وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی اور اچھا ہوگیا پھر اس کے بعد بیمار ہوا اور کچھ وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی، اگر اس نے اس دوسری دستاویز میں یہ واضح نہیں کیا کہ اس نے پہلی وصیّتوں سے رجوع کرلیا ہے تو ایسی صورت میں دونوں وصیّتوں پر عمل کیا جائے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۵ ایک شخص نے وصیّت کی پھر اسے وسوسوں اور وہم نے گھیر لیا اور فاتر العقل ہوگیا اور ایک زمانہ تک اسی حالت پر رہا پھر انتقال ہوگیا تو اس کی وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۶ ایک شخص نے کسی کو ایک ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ یہ فلاں کے لئے ہے جب میں مرجاؤں تو اُس کو دے دینا، پھر مرگیا تو وہ شخص میت کی وصیّت کے مطابق وہ ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دے گا اور اگر مرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ روپے فلاں کے لئے ہیں صرف اتنا کہا کہ اس کو دے دینا پھر وہ مرگیا، اس صورت میں یہ روپیہ فلاں شخص کو نہیں دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۷ ایک شخص نے کہا کہ یہ روپے یا کپڑے فلاں کو دے دو اور یہ نہیں کہا کہ یہ اس کے لئے ہیں نہ یہ کہا کہ یہ اس کے لئے وصیّت ہے تو یہ باطل ہے، یہ نہ وصیّت ہے نہ اقرار۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

---

1 ...... ''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج ٦، ص ١٣٢.
2 ...... المرجع السابق.
3 ...... المرجع السابق، ص ١٣٣.
4 ...... المرجع السابق.
5 ...... المرجع السابق.
6 ...... المرجع السابق.
7 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۸ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں، لوگوں نے اس کی وصیّتیں کھوٹے اور ردی درہموں سے پوری کر دیں اس صورت میں اگر وصیّت معین لوگوں کے لئے تھی اور وہ علم واطلاع کے باوجود ان کھوٹے درہموں سے راضی ہیں تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کے لئے وصیّت تھی تب بھی جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۹ ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں اور مختلف سکوں کا چلن ہے تو خرید وفروخت میں جن سکوں کا چلن غالب ہے ان سکوں سے وصیّتوں کو پورا کیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۰ مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیّت کیوں نہیں کر دیتا، اس نے کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے پھر ایک ہزار روپیہ مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور ابھی کچھ زیادہ نہ کہہ پایا تھا کہ مر گیا اور اس کا ثلث مال دو ہزار روپے ہے، اس صورت میں صرف ایک ہزار روپیہ صدقہ کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۱ مریض نے اگر یہ کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے اور کچھ نہ کہہ پایا تو اس کا کل تہائی مال فقیروں پر صدقہ کیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۲ مریض نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی جو ایک ہزار ہے لیکن ثلث ایک ہزار سے زیادہ ہے تو امام حسن بن زیاد کے نزدیک موصیٰ لہ کو ثلث مال ملے گا وہ جتنا بھی ہو۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۳ ایسے ہی اگر یہ کہا کہ میں نے اس گھر سے اپنے حصہ کی وصیّت کی اور وہ تہائی ہے پھر دیکھا تو اس کا حصہ نصف تھا تو موصیٰ لہ کو نصف گھر ملے گا اگر نصف گھر میت کے کل مال کا تہائی حصہ یا اس سے کم ہے۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۴ اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کی اور وہ میرے مال کا دسواں حصہ ہے تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ہزار روپیہ ملے گا اس کے مال کا دسواں حصہ کم ہو یا زیادہ۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۱۵ یہ کہا کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے میں نے فلاں کے لئے وصیّت کی اور وہ ایک ہزار درہم ہیں اور یہ ایک ہزار درہم آدھا ہے جو اس تھیلی میں ہے پھر دیکھا تو تھیلی میں تین ہزار درہم ہیں تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ہزار ملیں گے اور اگر تھیلی میں ایک ہزار ہی ہیں تو وہ کل موصیٰ لہ کو ملیں گے، اور اگر تھیلی میں صرف پانچ سو درہم تھے تو موصیٰ لہ کو یہی ملیں گے اس کے علاوہ نہیں، اور اگر تھیلی میں درہم نہیں ہیں بلکہ جواہرات اور دینار ہیں تو مناسب ہے کہ موصیٰ لہ کو اس سے ایک ہزار روپے دیئے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

جائیں۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ١٦ مریض نے کہا کہ جو کچھ اس گھر میں ہے میں نے اس تمام کی وصیّت کی اور وہ ایک پیمانہ کھانا ہے پھر دیکھا تو اس میں کئی پیمانے کھانا ہے اور اس میں گیہوں اور جو بھی ہیں تو یہ سب موصیٰ لہ کے لئے ہیں اگر ثلث مال کے اندر اندر ہیں۔[2] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ١٧ اگر کسی نے مخصوص اور معیّن ایک ہزار درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی اور وصی نے ان کے بدلے متوفی موصی کے مال سے دوسرے ایک ہزار درہم صدقہ کردیئے تو جائز ہے لیکن اگر وصی کے صدقہ کرنے سے پہلے ہی وہ پہلے والے معین درہم ضائع ہوگئے اور وصی نے موصی کے اور مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کردیئے تو وصی ایک ہزار درہم کا ورثہ کے لئے ضامن ہے اور اگر موصی نے ایک ہزار معین درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وہ ہلاک ہوگئے تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[3] (عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ١٨ ایک آدمی نے وصیّت کی کہ اُس کے مال میں سے کچھ حاجی فقیروں پر صرف کیا جائے تو اگر وہ مال حاجی فقیروں کے سوا دوسرے فقیروں پر صدقہ کردیا جائے تو جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ١٩ ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کو صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وصی سے کسی نے اس مال کو غصب کرلیا چھین لیا اور اس مال کو ہلاک کردیا اب وصی یہ چاہتا ہے کہ وہ اس مال کو اس غاصب پر ہی صدقہ کردے اور غاصب یعنی مال چھیننے والا بھی غریب و تنگدست ہے تو یہ جائز ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ٢٠ ایک شخص کو حرام مال ملا اس نے وصیّت کی کہ اسے مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کردیا جائے اگر مال کا مالک معلوم ہے تو یہ مال اسے واپس کیا جائے گا اور اگر معلوم نہیں تو اس کی طرف سے صدقہ کردیا جائے گا اور اگر موصی کے ورثہ نے اس کے اس اقرار کو (یہ حرام مال ہے) جھٹلایا اور نہ مانا تو وصیّت کے مطابق اس میں سے ایک تہائی صدقہ کردیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

مسئلہ ٢١ ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کی مسکینوں کے لئے وصیّت کی اور وہ اپنے وطن سے باہر کسی دوسرے شہر میں ہے اگر مال اس کے ساتھ ہے تو جس شہر میں وہ ہے وہ مال اسی شہر کے مسکینوں پر خرچ کیا جائے گا اور اس کا جو مال اس کے وطن میں ہے وہ وطن کے فقیروں و مسکینوں پر خرچ ہوگا۔[7] (عالمگیری ج ٦، ص١٣٤)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲۲ اگر کسی نے وصیّت کی کہ اس کا ثلث مال فقرائے بلخ پر صدقہ کیا جائے تو افضل یہ ہے کہ ان پر ہی خرچ کیا جائے اور اگر وہ مال ان کے علاوہ دوسروں پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے۔[1] (شرنبلالیہ خلاصہ درمختار از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۳ یہ وصیّت کی کہ اس کا مال دس دن میں خرچ کر دیا جائے اس نے ایک ہی دن میں خرچ کر دیا تو جائز ہے۔[2] (نوازل از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۴ اگر یہ وصیّت کی کہ ہر فقیر کو ایک درہم دیا جائے، وصی نے ہر فقیر کو آدھا درہم دیا پھر آدھا درہم اور دے دیا اور اس وقت تک فقیر نے آدھا خرچ کر لیا تھا تو جائز ہے وصی ضامن نہ ہوگا۔[3] (نوازل وخلاصہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۵ موصی نے وصیّت کی کہ میری طرف سے کفارہ میں دس مسکین کھلا دیئے جائیں، وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر دسوں مر گئے تو وصی دوسرے دس کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور اس پر ضمان نہیں، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلا دیا جائے کفارہ کا ذکر نہیں کیا اور وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا تھا کہ وہ مر گئے تو اس صورت میں بھی مفتیٰ بہ یہی ہے کہ وصی دوسرے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور پہلے دس کے کھلانے کا تاوان نہ دے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۶ ایک آدمی نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد تین سو قفیز گیہوں صدقہ کیا جائے (قفیز گیہوں ناپنے کے ایک پیمانہ کا نام ہے) وصی نے موصی کی زندگی ہی میں دو سو قفیز گیہوں صدقہ میں تقسیم کر دیئے تو وصی اس کا ضامن ہوگا موصی کے مرنے کے بعد حاکم کے حکم سے تقسیم کرے، اگر اس نے موصی کی موت کے بعد بغیر حاکم کے حکم تقسیم کر دیئے تب بھی وہ تاوان دینے سے نہ بچے گا اور اگر موصی کے انتقال کے بعد وصی نے ورثہ کے حکم سے تقسیم کئے تو اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں تو ان کا حکم کرنا جائز نہیں، اگر سب بالغ ہیں تو حکم صحیح ہے اگر تقسیم کر دے گا تو اس پر تاوان نہیں، اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں اور بالغ ورثہ نے گیہوں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ بالغوں کے حصہ میں صحیح اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہ ہوگا۔[5] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۷ یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے گیہوں اور روٹی خریدی جائے اور انھیں مسکینوں پر صدقہ کیا جائے تو اگر موصی نے گیہوں اور روٹی اٹھا کر لانے والے حمّالوں (بوجھ برداروں) کی اُجرت دینے کی بھی وصیّت کی تو وہ متوفی موصی کے

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٤.

2 ......المرجع السابق.   3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.   5 ......المرجع السابق، ص١٣٥.

www.dawateislami.net

مال سے دی جائے گی اور اگر موصی نے اپنی وصیّت میں اس اُجرت کے دینے کو نہیں کہا تو ایسی صورت میں وصی کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اٹھوا کر لائے جو بغیر اُجرت کے اٹھا لائیں پھر اس گیہوں اور روٹی میں سے بطور صدقہ کچھ دے دے اور اگر موصی نے یہ وصیّت کر دی تھی کہ ان کو مساجد میں لے جایا جائے تو اس کی اُجرت متوفی موصی کے مال سے ادا کی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۸ موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا ثلث مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو جائز نہیں لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۹ بادشاہ کے عامل (محاصل وصول کرنے والے) نے وصیّت کی کہ فقیروں کو اس کے مال سے اتنا اتنا دے دیا جائے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا مال اس کا نہیں دوسرے کا ہے تو اس کا لینا حلال نہیں اور اگر اس کا مال دوسرے کے مال سے ملا جلا ہے تو اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ متوفی موصی کا بقیہ مال اس قدر ہو کہ اس سے دعویداروں کے مطالبات ادا ہو جائیں۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۳۰ ایک شخص نے اپنے ثلث مال کی فقراء کے لئے وصیّت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا تو یہ جائز نہیں وصی فقراء کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۳۱ ایک شخص کے پاس سَو درہم نقد ہیں اور سَو درہم کسی اجنبی پر ادھار ہیں اس نے ایک آدمی کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو موصیٰ لہ نقد مال کا ثلث لے لے گا۔[5] (ظہیریہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۲ ایک شخص کا کسی آدمی پر ادھار تھا اس نے وصیّت کی کہ اسے ثواب کے کاموں میں صرف کیا جائے تو اس وصیّت کا تعلق صرف ادھار سے ہے اگر موصی نے اپنے ادھار میں سے کچھ حصہ مقروض کو ہبہ کر دیا تو جس قدر ہبہ کر دیا اتنے مال میں وصیّت باطل ہے۔[6] (فتاویٰ الفضلی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۳ اپنے جسم کے سامان کی وصیّت کی تو اس میں ٹوپی، موزے، لحاف، بستر، قمیص، فرش اور پردے شامل ہیں۔[7] (سیر از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص ١٣٥.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق، ص ١٣٦. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۳۴ حریر کے جُبّہ کی وصیّت کی اور موصی کا ایک جُبّہ ہے جس کا بالائی کپڑا بھی حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو وہ وصیّت میں شامل ہے اور اگر بالائی حصہ حریر ہے اور استر غیر حریر تب بھی وصیّت میں داخل ہے اور اگر استر حریر ہے اور بالائی کپڑا حریر نہیں تو موصٰی لہ کو نہیں ملے گا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۵ اگر زیورات کی وصیّت کی تو اس میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر زیور کا لفظ بولا جائے خواہ یاقوت[2] وزمرد[3] سے جڑاؤ ہو یا نہ ہو، اور یہ سب موصٰی لہ کو ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۶ زیور کی وصیّت کی تو اس میں سونے کی انگوٹھی داخل ہے اور اس میں چاندی کی وہ انگوٹھی بھی داخل ہے جو عورتیں پہنتی ہیں لیکن اگر چاندی کی انگوٹھی ایسی ہے جس کو مرد پہنتے ہیں وہ اس میں داخل نہیں اور اگر لُوٗلُوٗ اور زمرد وغیرہ چاندی سونے کے ساتھ مرکب ہیں تو یہ بھی زیور میں داخل ہیں ورنہ نہیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

وصی اور اس کے اختیارات کا بیان

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیونکہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: پہلی بار وصیّت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: وصیّت میں نہیں داخل ہوتا ہے مگر بے وقوف اور چور۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۷)

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیّت کرنے والا (موصی) اپنی وصیّت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں۔ (۲) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مددگار مقرر کردے گا۔ (۳) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق و بدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کردے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔[7] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۷)

مسئلہ ۱ ایک شخص نے کسی کو اس کے سامنے اپنا وصی بنایا یا موصٰی الیہ یعنی وصی نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو اس کا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

2 ......ایک قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد، یا سفید ہوتا ہے۔

3 ......ایک قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٦.

7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

انکار اور رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہوگا پھر اگر موصی نے موصی الیہ سے یہ کہا کہ میرا خیال تمہارے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تم قبول نہ کرو گے اس کے بعد موصی الیہ نے کہا: ''میں نے وصیّت قبول کی'' تو یہ جائز ہے اور اگر وہ موصی کی حیات میں خاموش رہا، نہ قبول کیا نہ انکار پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو اسے اختیار ہے چاہے تو اس کی وصیّت قبول کرلے یا ردو انکار کر دے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶، ص۱۳۷)

مسئلہ ۲ موصی نے کسی کو وصی بنایا، وہ غائب (موجود نہ) تھا اسے موصی کی موت کے بعد یہ خبر پہنچی، اس نے کہا مجھے قبول نہیں پھر کہا قبول کرلیا میں نے، اگر بادشاہ نے ابھی اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کیا تھا اور اس نے پہلے ہی قبول کرلیا تو جائز ہے۔[2] (السراج الوہاج از عالمگیری ج۶، ص۱۳۷)

مسئلہ ۳ موصی نے کسی کو وصیّت کی اس نے موصی کی زندگی میں قبول کرلیا تو اس کے لئے وصی ہونا لازم ہوگیا اب اگر وہ موصی کی موت کے بعد اس سے نکلنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اگر اس نے موصی کی زندگی میں اس کے علم میں لاکر قبول کرنے سے انکار کردیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کردیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو صحیح نہیں۔[3] (محیط از عالمگیری ج۶، ص۱۳۷)

مسئلہ ۴ کسی کو وصیّت کی اور یہ اختیار دیا کہ جب وہ چاہے وصی ہونے سے نکل جائے تو یہ جائز ہے اور وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے وصی ہونے سے نکل جائے۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶، ص۱۳۷)

مسئلہ ۵ کسی کو وصیّت کی، اس نے کہا میں قبول نہیں کرتا پھر موصی خاموش ہوگیا اور انتقال کرگیا پھر موصی الیہ یعنی اس شخص نے جس کو وصیّت کی تھی کہا کہ میں نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اور اگر موصی الیہ نے سکوت اختیار کیا اور موصی کے سامنے یہ نہ کہا کہ میں قبول نہیں کرتا پھر اس کی پس پشت موصی کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد ایک جماعت کی موجودگی میں کہا کہ میں نے قبول کرلیا تو اس کا قبول کرنا جائز ہے اور یہ وصی بن جائے گا خواہ اس کا یہ قبول کرنا قاضی کے سامنے ہو یا اس کی عدم موجودگی میں، اور اگر قاضی نے اسے اس کے یہ کہنے کے بعد کہ میں قبول نہیں کرتا، وصی ہونے سے خارج کردیا پھر اس نے کہا میں قبول کرتا ہوں تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[5] (عالمگیری ج۶، ص۱۳۷)

مسئلہ ۶ موصی نے کسی کو وصی بنایا اس نے موصی کی عدم موجودگی میں کہا کہ میں قبول نہیں کرتا اور اس انکار کی اطلاع کے لئے اس نے موصی کے پاس قاصد بھیجا یا خط بھیجا اور وہ موصی تک پہنچ گیا پھر اس نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں

1 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٧ موصی الیہ (وصی) نے موصی کے سامنے وصیّت کو قبول کرلیا پھر جب وصی چلا گیا، موصی نے کہا گواہ رہو میں نے اسے وصیّت سے خارج کردیا تو یہ اخراج صحیح ہے اور اگر وصی نے موصی کی عدم موجودگی میں وصی بننے کو رد کردیا قبول نہیں کیا تو اس کا یہ رد کرنا باطل ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٨ موصی نے کسی شخص کو اپنا وصی بنایا اور اسے اپنا وصی ہونا معلوم نہیں پھر اس وصی نے موصی کی موت کے بعد اس کے ترکہ سے کوئی چیز فروخت کی تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اسے وصی ہونا لازم ہوگیا۔[3] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ٩ موصی نے دو آدمیوں کو وصیّت کی ایک نے قبول کرلیا، دوسرا خاموش رہا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے سکوت کرنے والے سے کہا کہ موصی کی میت کے لئے کفن خرید لے اس نے خرید لیا یا کہا "ہاں اچھا" تو یہ صورت وصیّت قبول کرنے کی ہے۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٠ وصی نے وصیّت قبول کرلی پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں موصی الیہ یعنی وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔[5] (السراج الوہاج از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١١ کسی فاسق کو وصی بنایا جس سے اس کے مال کو خطرہ ہے تو یہ وصیّت یعنی اس کو وصی بنانا باطل ہے یعنی اُسے قاضی وصی ہونے سے خارج کردے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٢ فاسق کو وصی بنایا تو قاضی کو چاہیے کہ اس کو وصی ہونے سے خارج کردے اور اس کے غیر کو وصی بنادے، اگر یہ قاضی وصی ہونے کے لائق نہیں ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس فاسق وصی نے اس سے پہلے کہ قاضی اسے وصی ہونے سے خارج کردے، میت کے دَین (اُدھار) کو ادا کردیا اور بیع و شریٰ کی تو اس نے جو کچھ کردیا جائز ہے اور اگر اسے قاضی نے نہیں نکالا تھا کہ اس فاسق نے توبہ کی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسے بدستور وصی بنائے رکھے گا۔[7] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ ١٣ اگر قاضی کو معلوم نہ تھا کہ میت کا کوئی وصی ہے اور پہلے وصی کی موجودگی میں اس نے ایک دوسرے شخص کو

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٣٨. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

وصی مقرر کردیا پھر پہلے وصی نے وصیّت میں داخل ہونا چاہا یعنی وصیّت کو نافذ کرنا چاہا تو اسے اس کا حق ہے اور قاضی کا یہ فعل اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کرتا ہے۔[1] (فتاویٰ خلاصہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۴ قاضی کو علم نہ تھا کہ میت کا وصی ہے اور وصی غائب ہے قاضی نے کسی اور شخص کو وصی بنادیا تو قاضی کا بنایا ہوا یہ وصی میت ہی کا وصی ہوگا قاضی کا نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۵ مسلمان نے حربی کافر کو خواہ وہ مستامن ہے یا غیر مستامن اپنا وصی بنایا تو یہ باطل ہے یہی حکم مسلمان کا ذمی کو وصی بنانے کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۶ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اس نے کسی مسلمان کو اپنا وصی بنایا تو یہ جائز ہے۔[4] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۷ مسلم نے حربی کو وصی بنایا پھر حربی اسلام لے آیا تو وہ بدستور وصی رہے گا اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۸ عاقل کو وصی بنایا پھر اس عاقل کو جنونِ مطبق ہوگیا (جنون مطبق یہ ہے کہ وہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل پاگل رہے) تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کردے اگر قاضی نے ابھی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کا پاگل پن جاتا رہا اور صحیح ہوگیا تو یہ بدستور وصی بنا رہے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۱۹ اگر کسی نے بچے کو یا معتوہ (پاگل) کو وصی بنایا تو یہ جائز نہیں خواہ بعد میں وہ اچھا ہو جائے یا نہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۰ کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے، اسی طرح تہمتِ زنا میں سزا یافتہ کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۱ نابالغ بچہ کو وصی بنایا تو قاضی اس کو وصی ہونے سے خارج کردے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا وصی بنادے گا اگر قاضی کے اس کو وصی ہونے سے خارج کرنے سے قبل اس نے تصرف کردیا تو نافذ نہ ہوگا۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۸)

مسئلہ ۲۲ کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اگر تو مرجائے تو تیرے بعد فلاں شخص وصی ہے پھر پہلا وصی جنون مطبق (لمبا پاگل پن) میں مبتلا ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ دوسرا وصی مقرر کردے گا اور جب یہ پاگل مرجائے تب وہ فلاں شخص وصی بنے گا

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٣٨.
2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق. 9 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

جس کو موصی نے پہلے کے بعد نامزد کیا تھا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢٣ کسی شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو وصی بنایا تو قاضی اس کے لئے دوسرے کو وصی مقرر کرے گا، جب یہ نابالغ لڑکا بالغ ہوجائے تو اسے وصی بنادے گا اور اگر چاہے تو اس کو خارج کردے جسے لڑکے کی نابالغی کی وجہ سے وصی بنادیا تھا لیکن وہ بغیر قاضی کے نکالے ہوئے نکل نہیں سکتا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢٤ وصی امین ہے اور تصرّف کرنے پر قادر ہے تو قاضی اسے معزول نہیں کرسکتا اور اگر سب وارثوں نے یا بعض نے قاضی سے وصی کی شکایت کی تو قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسے معزول کردے جب تک قاضی پر اس کی خیانت ظاہر نہ ہوجائے اگر خیانت ظاہر ہوجائے تو معزول کردے۔[3] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢٥ اگر قاضی کے نزدیک وصی متہم ہوجائے[4] تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو مقرر کردے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی اس متہم کو وصیّت سے نکال دے گا۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٢٦ وقف کے لئے وصی تھا یا میت کے ترکہ کے لئے وصی تھا وہ ترکہ میں میت کی وصیّت پوری کرنے میں یا وقف کا انتظام قائم رکھنے میں عاجز رہا تو حاکم ایک اور قیم مقرر کرے گا پھر وصی نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ اب میں ان چیزوں کو قائم کرنے پر قادر ہوگیا ہوں جو موصی نے میرے سپرد کی تھیں تو وہ بدستور وصی ہے، حاکم کو دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔[6] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٢٧ موصی نے دو آدمیوں کو اپنا وصی بنایا تو دونوں میں سے ایک تنہا تصرف نہیں کرسکتا اور اس کا تصرف بغیر دوسرے کی اجازت کے نافذ نہیں ہوگا لیکن چند چیزوں میں ہوسکتا ہے جیسے میت کی تجہیز و تکفین، میت کے دَین کی ادائیگی، ودِیعت (امانت) کی واپسی اور غصب کردہ چیز کی واپسی، حقوق میت سے متعلق مقدمات، نابالغ وارث کے لئے ہبہ قبول کرنا اور جس چیز کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اسے فروخت کرنا، لیکن وہ تنہا میت کی ودیعت (امانت) پر قبضہ نہیں کرسکتا نہ میت کا دَین وصول کرکے قبضہ کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ٢٨ موصی نے وصیّت کی اور دو آدمیوں کو وصی بنایا کہ اس کا اتنا اتنا مال اس کی طرف سے صدقہ کردیں اور کسی فقیر کو معین نہیں کیا تو دونوں میں سے کوئی وصی اکیلے صدقہ نہیں کرے گا اور اگر موصی نے فقیر کو معین کردیا تھا تو ایک وصی اکیلے ہی

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٣٩.

4 ......یعنی اس پر خیانت کی تہمت لگے۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

صدقہ کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۲۹ موصی نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور کہا کہ تم دونوں میں سے ہر ایک پورا پورا وصی ہے تو ہر ایک کے لئے تنہا تصرف کرنا جائز ہے۔[2] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۳۰ ایک شخص نے ایک آدمی کو کسی مخصوص و معیّن شے میں وصی بنایا اور دوسرے آدمی کو کسی دوسری قسم کی چیز میں وصی بنایا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضوں کی ادائیگی میں وصی بنایا اور دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے امورِ مالیہ کے قیام میں وصی بنایا تو ان میں سے ہر وصی تمام کاموں میں وصی ہے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۳۱ کسی آدمی کو اپنے بیٹے پر وصی بنایا اور ایک دوسرے آدمی کو اپنے دوسرے بیٹے پر وصی بنایا یا اس نے ایک وصی بنایا اپنے موجودہ مال میں، اور دوسرے کو وصی بنایا اپنے غائب مال میں تو اگر اس نے یہ شرط لگا دی تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی اس معاملہ میں وصی نہیں ہوگا جس کا وصی دوسرا ہے تو جیسی اس نے شرط لگائی بالاتفاق ایسا ہی ہوگا اور اگر یہ شرط نہیں لگائی تھی تو اس صورت میں ہر وصی پورے پورے معاملات میں وصی ہوگا۔[4] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۳۲ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو زندہ باقی رہنے والا وصی اس کے مال میں تصرف نہیں کرے گا وہ معاملہ قاضی کے سامنے لے جائے گا اگر قاضی مناسب خیال کرے گا تو تنہا اس کو وصی بنا دے گا اور تصرف کا اختیار دے دے گا یا اگر مناسب سمجھے گا تو اس کے ساتھی مرنے والے وصی کے بدلہ میں کوئی دوسرا وصی مقرر کرے گا۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۹)

مسئلہ ۳۳ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا تو ان دونوں وصیوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے یتیم کے مال سے کچھ خریدے، اسی طرح دو یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے کسی کو یتیم کا مال خریدنا جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۰)

مسئلہ ۳۴ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دو وصی بنائے تھے پھر ایک شخص آیا اور اس نے میت پر اپنے دَین (قرض) کا دعویٰ کیا دونوں وصیوں نے بغیر دلیل قائم ہوئے اس کا دَین ادا کردیا پھر ان دونوں وصیوں نے قاضی کے پاس جا کر اس دعوائے ادھار پر شہادت دی تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور جو کچھ انھوں نے مدعی کو دیا ہے وہ اس کے ضامن ہیں اور اگر انھوں نے اس کا دین (ادھار) ادا کرنے سے پہلے شہادت دی پھر قاضی نے انھیں دَین ادا کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے ادا کردیا تو اب ان پر ضمان نہیں۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۰)

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٩.
2 ...... المرجع السابق.
3 ...... المرجع السابق.
4 ...... المرجع السابق.
5 ...... المرجع السابق.
6 ...... المرجع السابق، ص١٤٠.
7 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۳۵ میت کے وصی نے میت کا دَین شاہدوں کی شہادت کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں اور اگر بغیر قاضی کے حکم کے بعض کا دَین ادا کردیا تو میت کے قرض خواہوں کے لئے ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا تو ضامن نہیں۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۰)

مسئلہ ۳۶ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا ان میں سے ایک کا انتقال ہوا پھر مرتے وقت اس نے اپنے ساتھی کو وصی بنادیا تو یہ جائز ہے اور اب اس کو تنہا تصرف کرنے کا حق ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۴۰)

مسئلہ ۳۷ وصی جب مرنے کے قریب ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ دوسرے کو وصی بنادے چاہے موصی نے اسے وصی بنانے کا اختیار نہ دیا ہو۔[3] (ذخیرہ از عالمگیری ج۶ ص۱۴۰)

مسئلہ ۳۸ ایک شخص نے وصیّت کی اور انتقال کرگیا اور اس کے پاس کسی کی ودیعتیں (امانتیں) رکھی ہیں پھر ایک وصی نے دوسرے وصی کی اجازت کے بغیر میت کے گھر سے امانتیں قبضہ میں کرلیں یا کسی ایک وارث نے دونوں وصیوں کی اجازت کے بغیر یا بقیہ وارثوں کی اجازت کے بغیر ان ودیعتوں پر قبضہ کرلیا اور اس کے قبضہ میں آکر وہ مال امانت ہلاک ہوگیا تو اس پر ضمان نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۰)

مسئلہ ۳۹ دو وصی ہیں ان میں سے ایک نے قبرستان تک جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دوسرا وصی بھی موجود ہے لیکن خاموش رہا تو یہ جائز ہے، یہ اجرت میت کے مال سے ادا کی جائے گی۔ (عالمگیری ج۶ ص۱۴۰) یا وارثوں میں سے کسی نے دونوں وصیوں کی موجودگی میں جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دونوں وصی خاموش ہیں تو جائز ہے ان کی مزدوری میت کے مال سے دی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۰)

مسئلہ ۴۰ میت نے دو وصیوں کو جنازہ اٹھانے سے قبل فقراء کو گندم صدقہ کرنے کی وصیّت کی ان میں سے ایک وصی نے گندم صدقہ کردیا، اگر یہ گندم میت کے مال متروکہ میں موجود تھا تو جائز ہے اور دوسرے وصی کو منع کرنے کا حق نہیں، اگر خرید کر صدقہ کیا تو خود اس کی طرف سے ہوگا، یہی حکم کپڑے اور کھانے کا ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۱)

مسئلہ ۴۱ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور ان سے کہا کہ میرا ثلث مال جہاں چاہو دیدو یا جس کو چاہو دیدو پھر ان میں سے ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیّت باطل ہوجائے گی اور یہ ثلث مال ورثہ کو مل جائے گا اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ میں

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٤٠.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق. 4 ……المرجع السابق.

5 ……المرجع السابق. 6 ……المرجع السابق، ص١٤٠، ١٤١.

www.dawateislami.net

نے ثلث مال مساکین کے لئے کردیا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ اگر چاہے تو دوسرا وصی بنادے اگر چاہے تو زندہ رہنے والے وصی سے کہے، تو تنہا اس کو تقسیم کردے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۲ دونابالغوں کے گھروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اس دیوار پر ان کا اپنا اپنا حمولہ (بوجھ) یعنی وزنی سامان ہے اور دیوار کے گرنے کا اندیشہ ہے اور ہر نابالغ کے لئے ایک وصی ہے ان میں سے ایک کے وصی نے دوسرے کے وصی سے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کردیا تو قاضی امین کو بھیجے گا کہ اگر دیوار کو اسی حالت میں چھوڑ دینے سے نقصان کا خطرہ ہے تو انکار کرنے والے وصی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسرے وصی کے ساتھ مل کر دیوار کی مرمت کرائے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۳ کسی شخص کو یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال جہاں تو پسند کرے رکھ دے تو اس وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو اپنی ذات کے لئے کرے اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ جس کو چاہے دیدے تو اس صورت میں وہ یہ مال خود کو نہیں دے سکتا۔[3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۴ ایک شخص نے کسی کو وصی بنایا اس سے کہا کہ تو فلاں کے علم کے ساتھ عمل کر، تو وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر ہی عمل کرے، اور اگر یہ کہا تھا کہ کوئی کام نہ کر مگر فُلاں کے علم کے ساتھ تو وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر عمل کرے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۵ اگر میت نے وصی سے یہ کہا کہ فلاں کی رائے سے عمل کر یا کہا عمل نہ کرنا مگر فلاں کی رائے سے تو پہلی صورت میں صرف وصی مخاطب ہے وہ تنہا وصی رہے گا اور دوسری صورت میں وہ دونوں وصی ہیں۔[5] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۶ کسی شخص نے اپنے وارث کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مرگیا اور ایک شخص سے یہ کہا تھا کہ میں نے تجھے اپنے مال میں وصی بنایا اور اس میت کے مال میں وصی بنایا جس میں میں وصی ہوں تو یہ دوسرا وصی دونوں کے مال میں وصی ہوگا۔[6] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۷ ایک شخص نے کسی کو اپنا وصی بنایا پھر ایک اور شخص نے اس موصی کو اپنا وصی بنادیا پھر یہ دوسرا موصی انتقال کرگیا تو موصی اول اس کا وصی ہے، پھر اس کے بعد اگر موصی اول بھی مرجائے تو اس کا وصی ان دونوں مرنے والوں کا وصی ہوگا، مثال کے طور پر زید نے خالد کو اپنا وصی بنایا اور کلیم نے زید کو اپنا وصی بنایا پھر دوسرا موصی یعنی کلیم انتقال کرگیا تو زید اس کا وصی ہے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٤١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

اور موصیٰ اول زید بھی اس کے بعد انتقال کر گیا تو اس کا وصی خالد ان دونوں کا وصی ہوگا۔[1] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۸ مریض نے ایک جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرنا، اگر انھوں نے قبول کرلیا تو وہ سب وصی بن گئے، اور اگر خاموش رہے پھر اس کے مرنے کے بعد بعض نے قبول کرلیا تو اگر قبول کرنے والے دو یا زیادہ ہیں تو وہ اس کے وصی بن جائیں گے اور انھیں اس کی وصیت نافذ کرنے کا حق ہے لیکن اگر قبول کرنے والا ایک ہے تو وہ بھی وصی بن جائے گا لیکن اسے تنہا وصیّت نافذ کرنے کا اختیار نہیں تاوقتیکہ وہ حاکم سے رجوع نہ کرے، حاکم اس کے ساتھ ایک اور وصی مقرر کرے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۹ دو وصیوں میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ مال کس کے پاس رہے گا تو اگر مال قابل تقسیم ہے تو دونوں کے پاس آدھا آدھا رہے گا اور اگر قابل تقسیم نہ ہو تو اگر دونوں چاہیں تو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیں اور چاہیں تو دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رہے، سب صورتیں جائز ہیں۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵۰ یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے ایک نے مال تقسیم کرلیا تو جائز نہیں جب تک دونوں ایک ساتھ موجود نہ ہوں یا جو غائب ہے اس کی اجازت حاصل ہو۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢) یہی حکم نابالغ کے مال کے فروخت کرنے کا ہے کہ دونوں وصی حاضر ہوں تو فروخت کرنا جائز ہے، اگر ایک غائب ہے تو دوسرا اس سے اجازت لئے بغیر فروخت نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵۱ وصی نے میت کی زمین فروخت کی تاکہ اس کا دین ادا کردے اور وصی کے قبضہ میں اتنا مال ہے کہ اس سے میت کا ادھار بیباق کردے[5]، اس صورت میں بھی یہ بیع جائز ہے۔[6] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵۲ باپ کی طرف سے مقرر کردہ وصی نابالغ کے لئے مال کا مقاسمہ کرسکتا ہے چاہے مال منقولہ جائداد ہو یا جائداد غیر منقولہ، اس میں اگر معمولی گڑ بڑ ہو (یعنی معمولی غبن ہو) تب بھی جائز ہے لیکن اگر غبن فاحش ہے (بڑا غبن ہے) تو جائز نہیں، اس قسم کے مسائل میں اصل وقاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے اس میں مقاسمہ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٤٢. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی ادا کردے۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٢.

7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۵۳ وصی کے لئے جائز ہے کہ موصٰی لہ کے حصہ کی تقسیم کردے سوائے عقار کے[1] اور نابالغوں کا حصہ روک لے اگرچہ بعض بالغ اور غائب ہوں۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ ۵۴ وصی نے ورثہ کے لئے موصی کا مال تقسیم کیا اور ترکہ میں کسی شخص کے لئے وصیّت بھی ہے اور موصٰی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غائب موصٰی لہ پر جائز نہیں موصٰی لہ اپنی وصیّت میں ورثہ کا شریک ہوگا اور اگر تمام ورثہ نابالغ ہیں اور وصی نے موصٰی لہ سے مال تقسیم کیا اور اسے ثلث مال دے کر دوثلث ورثہ کے لئے روک لیا تو یہ جائز ہے اب اگر وصی کے پاس سے وہ مال ہلاک ہوگیا تو ورثہ موصٰی لہ کے حصہ میں شریک نہ ہوں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ ۵۵ قاضی نے یتیم کے لئے ہر چیز میں وصی مقرر کرلیا پھر اس نے جائداد غیر منقولہ میں اور سامان میں تقسیم کی تو جائز ہے جبکہ قاضی نے ہر چیز میں وصی مقرر کیا ہو لیکن اگر اسے یتیم کے نفقہ اور کسی خاص شے کی حفاظت کے لئے وصی مقرر کیا تو اسے تقسیم کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ ۵۶ کسی نے ایک ہزار درہم کے ثلث کی وصیّت کی، ورثہ نے یہ قاضی کے حوالہ کردیئے قاضی نے اس کو تقسیم کیا اور موصٰی لہ غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے یہاں تک کہ اگر موصٰی لہ کے حصہ کے یہ درہم ہلاک ہوگئے بعد میں موصٰی لہ حاضر ہوا تو ورثہ کے حصہ میں وہ شریک نہ ہوگا۔[5] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۱۴۳)

مسئلہ ۵۷ دو۲ یتیموں کے لئے ایک وصی ہے اس نے یتیموں کے بالغ ہوجانے کے بعد ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو ایک ہزار درہم دے چکا ہوں ان میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی اور انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا اپنے بھائی سے ڈھائی سو درہم لینے کا حقدار ہے اور اگر دونوں نے وصی کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو وصی پر ان کے لئے کچھ نہیں، اور اگر وصی نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درہم علیحدہ علیحدہ دیئے تھے اور ان میں سے ایک نے تصدیق کی دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا وصی سے ڈھائی سو درہم لے لے گا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۳)

مسئلہ ۵۸ ایک شخص نے دو چھوٹے لڑکے چھوڑے اور ان کے لئے وصی بنادیا، انھوں نے بالغ ہونے کے بعد وصی سے اپنی میراث طلب کی، وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا کل ترکہ ایک ہزار درہم تھا اور میں تم میں سے ہر ایک پر پانچ پانچ سو درہم خرچ کرچکا ہوں۔ ان دونوں بیٹوں میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے انکار کیا تو انکار کرنے والا تصدیق

---

1 ......یعنی غیر منقولہ جائداد کے علاوہ۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی وما يملكه، ج٦، ص١٤٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٤٣. 6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

کرنے والے سے ڈھائی سو درہم لے لے گا وصی سے کچھ نہیں۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۳)

مسئلہ ۵۹ جو وصی بچہ کی ماں نے مقرر کیا وہ اس بچہ کے لئے اس کی وہ منقولہ جائداد تقسیم کرنے کا حقدار ہے جو بچہ کو اس کی ماں کی طرف سے ملی ہے، یہ حق اس وقت ہے جب بچہ کا باپ زندہ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی، لیکن ان دونوں میں سے اگر ایک بھی ہے تو ماں کے وصی کو تقسیم کا حق نہیں لیکن ماں کا وصی کسی حال میں بھی بچہ کے لئے اس کی جائداد غیر منقولہ[2] تقسیم نہیں کرسکتا اور نہ اسے اس جائداد کی تقسیم کا اختیار ہے جو بچہ کی ماں کے علاوہ کسی اور سے ملی چاہے وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ یہی حکم نابالغ کے بھائی کے وصی اور اس کے چچا کے وصی کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۳)

مسئلہ ۶۰ باپ کے وصی نے باپ کے ترکہ سے کچھ فروخت کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ میت پر دَین نہ ہو اور نہ وصیّت ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ میت پر دین ہو یا اس نے وصیّت کی ہو تو پہلی صورت میں حکم یہ ہے۔ (کتاب الصغیر میں ہے) وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ہر چیز فروخت کرسکتا ہے خواہ وہ زمین ہو یا اسباب جبکہ ورثہ نابالغ ہوں، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت پر دَین ہے اور پورے ترکہ کے برابر ہے تو کل ترکہ فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے۔ اگر دَین پورے ترکہ کے برابر نہیں تو بقدرِ دَین ترکہ فروخت کرے گا۔[4] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۵)

مسئلہ ۶۱ اگر وصی نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ میت کے مال سے لے گا اور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔[5] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ۶ ص ۴۴۶)

مسئلہ ۶۲ اگر وصی یا وارث نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا تو وہ میت کے مال سے لینے کا مستحق ہے۔[6] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ۶ ص ۴۴۶)

مسئلہ ۶۳ باپ کی طرف سے چھوٹے بچہ کے لئے جو وصی مقرر ہے اسے بچہ کی جائیداد غیر منقولہ صرف اس صورت میں فروخت کرنے کا اختیار و اجازت ہے جب میت پر دَین ہو جو صرف زمین کی قیمت سے ہی ادا کیا جاسکتا ہے یا بچہ کے لئے زمین کی قیمت کی ضرورت ہو یا کوئی خریدار زمین کی دوگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو۔[7] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٣.

2 ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"البزازية" علی هامش "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الفصل السادس فی تصرفات الوصی، ج٦، ص٤٤٦.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٤.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۶۴ وصی نے یتیم کے لئے کوئی چیز خریدی اگر اس میں غبنِ فاحش ہے یعنی کھلی بے ایمانی ہے تو یہ خریداری جائز نہیں۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ ۶۵ ورثہ اگر بالغ وحاضر ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر وصی کو میت کے ترکہ سے کچھ فروخت کرنا جائز نہیں اگر بالغ ورثہ موجود نہیں ہیں تو ان کی عدم موجودگی میں وصی کو جائیداد غیر منقولہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، جائیداد غیر منقولہ کے علاوہ اور چیزوں کی بیع جائز ہے، جائیداد غیر منقولہ کو صرف اس صورت میں وصی کو فروخت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے ضائع و ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔ اگر میت نے وصیّت مرسلہ (مطلقہ) کی تو وصی بقدر وصیّت بیع کرنے کا بالاتفاق مالک ہے اور امام اعظم کے نزدیک کل کی بیع کرسکتا ہے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ ۶۶ اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بچہ ہے اور باقی سب بالغ ہیں اور میت پر کوئی دَین اور اس کی کوئی وصیّت بھی نہیں اور ترکہ سب ہی از قسم مال واسباب ہے (یعنی جائیداد غیر منقولہ نہیں) تو وصی نابالغ بچہ کا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ وصی باقی ماندہ بڑوں کے حصہ کو بھی بیع کرسکتا ہے اور اگر وہ کل کی بیع کرے گا تو اس کی بیع جائز ہوگی۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۴)

مسئلہ ۶۷ ماں کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچہ چھوڑا اور اس کے لئے وصی بنایا تو اس وصی کو بجز جائیداد غیر منقولہ اس کے ترکہ سے ہر چیز بیع کرنا جائز ہے اور اس وصی کو اس بچہ کے لئے کھانے کپڑے کے علاوہ کوئی اور چیز خریدنا جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۴۴)

مسئلہ ۶۸ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے نابالغ بچے چھوڑے اور اپنے باپ کو چھوڑا اور کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا اس صورت میں میت کا باپ (یعنی بچوں کا دادا) بجائے وصی متصور ہوگا اسے بچوں کی حفاظت اور مال میں ہر قسم کے تصرفات[5] کا اختیار ہے لیکن اگر میت پر دَین کثیر ہو تو اس میت کے باپ کو دین کی ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ ۶۹ میت کے وصی نے دیون کی[7] ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کیا اور دین ترکہ کو محیط نہیں ہے تو جائز ہے لیکن اگر ترکہ میں دین نہیں ہے اور وارثوں میں چھوٹے بچے بھی ہیں اور قاضی نے کل ترکہ فروخت کردیا تو یہ بیع

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤٤.
2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.
5 ......معاملات، لین دین۔
6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤٥.
7 ......یعنی قرضوں کی۔

www.dawateislami.net

نافذ ہوجائے گی۔[1] (عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧٠ میت نے باپ چھوڑا اور وصی بھی چھوڑا تو وصی زیادہ مستحق ہے باپ سے اگر اس نے وصی نہیں بنایا تھا تو باپ مستحق ہے اور باپ بھی نہیں تو دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی کی طرف سے مقرر کیا ہوا وصی۔[2] (عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧١ بچہ ماں کا وارث ہوا اور اس کا باپ نہایت فضول خرچ ہے اور وہ ممنوع التصرف ہونے کے لائق ہے[3] تو اس صورت میں اس باپ کو اس کے مال میں ولایت نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦) یعنی وہ بچہ کے مال میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا۔

مسئلہ ٧٢ قاضی نے یتیم بچہ کے لئے وصی مقرر کیا تو قاضی کا یہ وصی اس کے باپ کے وصی کی جگہ ہوگا اگر قاضی نے اسے تمام معاملات میں وصی عام بنایا ہے اور اگر قاضی نے اسے کسی خاص معاملہ میں وصی بنایا تو وہ اس معاملہ کے ساتھ خاص رہے گا دوسرے معاملات میں اسے کچھ اختیار نہیں بخلاف اس وصی کے جس کو باپ نے مقرر کیا کہ اسے کسی معاملہ کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا یعنی اگر اس نے کسی کو ایک معاملہ میں وصی بنایا تو وہ ہر معاملہ میں وصی رہے گا۔[5] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧٣ وصی نے میت کے ترکہ سے کوئی چیز ادھار فروخت کی اگر اس میں یتیم کے نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً یہ کہ خریدار قیمت دینے سے انکار کردے یا میعاد مقررہ پر اس سے قیمت وصول نہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں یہ بیع جائز نہیں اور اگر اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧٤ یتیم کا ایک گھر ہے ایک شخص نے اسے آٹھ روپے ماہانہ پر کرایہ پر لینا چاہا اور دوسرا اسے دس روپے ماہانہ کرایہ پر لینا چاہتا ہے لیکن آٹھ روپے ماہانہ دینے والا مالدار و قادر ہو (یعنی کرایہ دیتا رہے گا) تو گھر اس کو دیا جائے گا دس روپے ماہانہ والے کو نہیں جب کہ اس سے کرایہ نہ دینے کا اندیشہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧٥ وصی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز صحیح قیمت پر فروخت کی، دوسرا اس سے زیادہ دے کر لینا چاہتا ہے تو قاضی یہ معاملہ ایماندار ماہرینِ قیمت کے سپرد کردے گا، اگر ان میں سے دو صاحبِ امانت لوگوں نے کہہ دیا کہ وصی نے اسے صحیح قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس کی قیمت یہی ہے تو قاضی زیادہ قیمت دینے والے کی طرف توجہ نہ کرے گا یہی حکم مال وقف کو اجارہ پر دینے کا ہے۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦، ص ١٤٦)

مسئلہ ٧٦ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ثلث مال کی وصیّت کی اور مختلف قسم کی جائیداد غیر منقولہ چھوڑیں اب وصی ان میں سے کسی ایک جائیداد کو میت کی وصیّت پوری کرنے کے لئے فروخت کرنا چاہتا ہے تو ورثہ کو یہ حق ہے کہ وہ صرف اس

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٦.
2 ......المرجع السابق.
3 ......یعنی معاملات، لین دین وغیرہ کرنے کے قابل نہیں۔
4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٦.
5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

صورت میں اپنی رضا مندی دیں جب میت کی ہر قسم کی جائیداد غیر منقولہ میں سے ایک ثلث فروخت کیا جائے، اگر اس کی ہر جائیداد میں سے اس کا ثلث فروخت کرنا ممکن ہو۔[1] (فتاویٰ ابی اللیث از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۷۷ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے وصیّت کی کہ میرا مال ومتاع فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کا ثلث (تہائی حصہ) فقراء پر خرچ کیا جائے، اس کے بالغ ورثہ بھی ہیں اب وصی نے چاہا کہ اس کا تمام ساز وسامان فروخت کردے، ورثہ نے انکار کیا اور بقدرِ مقدارِ وصیت فروخت کرنے کو کہا اگر ثلث مال کی خریداری میں نقص وخرابی ہے اور اس سے ورثہ اور اہل وصیّت (موصٰی لہم) کو نقصان پہنچتا ہے تو وصی کو کل مال فروخت کردینے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، صرف اتنا فروخت کرے گا جس میں وصیّت پوری کی جاسکے۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۷۸ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنا جائز ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۷۹ وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم یا میت کے مال سے اپنی ذات کے لئے تجارت کرے اگر اس نے تجارت کی اور منافع ہوا تو وہ یتیم یا میت کے اصل مال کا ضامن ہوگا اور منافع کو صدقہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۸۰ وصی مال یتیم سے یتیم کو فائدہ پہنچانے کے لئے تجارت کرسکتا ہے۔[5] (المبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۸۱ وصی نے میت کے ترکہ کا کچھ حصہ طویل مدت کے لئے اجارہ پر دیا تا کہ اس سے میت کا دَین (ادھار) ادا کردے تو یہ جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷)

مسئلہ ۸۲ ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدیون ہے (یعنی اس پر اُدھار ہے) اس نے وصی بنایا اور وصی غائب ہے، کسی وارث نے اس کا ترکہ[7] فروخت کیا اور اس کا دین[8] ادا کردیا اور اس کی وصیّتوں کو نافذ کردیا تو یہ بیع فاسد ہوگی لیکن اگر قاضی کے حکم سے بیع کیا تھا تو بیع جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورا ترکہ دین میں مستغرق ہو[9]، اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے تو وارث کا تصرف صرف اسی کے حصہ میں نافذ ہوگا۔[10] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۷) مگر یہ کہ مبیع[11] اگر بیت معین[12]

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج۶، ص۱۴۶.

2 ......المرجع السابق، ص۱۴۷.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔

8 ......قرض، ادھار۔

9 ......یعنی قرض میں گھرا ہوا ہو۔

10 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج۶، ص۱۴۷.

11 ......بیچی گئی چیز۔

12 ......یعنی مخصوص گھر۔

www.dawateislami.net

ہوتو اس صورت میں وارث کا تصرف اُسی کے حصہ میں ہی نافذ ہوگا۔

مسئلہ ۸۳ بالغ وارث نے میت کے ترکہ سے یا اس کی غیر منقولہ جائیداد سے کچھ فروخت کیا پھر بھی میت پر دین اور وصیّتیں باقی رہ گئیں وصی نے چاہا کہ وارث کی بیع کو رد کردے تو اگر وصی کے قبضہ میں اس کے علاوہ بھی میت کا کچھ مال ہے جسے فروخت کرکے وہ میت کا قرضہ اور وصیّتیں بے باق کرسکتا ہے تو وہ وارث کی بیع کو رد نہیں کرے گا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ۸۴ وصی اگر یتیم کا مال کسی کو قرض دینا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔[2] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧) اگر قرض دے گا تو ضامن ہوگا۔

مسئلہ ۸۵ میت کے وصی یا باپ نے یتیم کا مال اپنے دَین (ادھار) میں رہن کردیا تو یہ استحساناً جائز ہے اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو جائز نہیں اگر باپ نے ایسا کیا تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ۸۶ وصی نے بچہ کو کسی عمل خیر کے لئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۷ وصی نے یتیم کے لئے کوئی اجیر اس سے زیادہ اجرت پر لیا جو اس کی ہے تو یہ اجارہ جائز ہے لیکن اسے اتنی ہی اجرت دی جائے گی جو اس کی ہوتی ہے اور جو زیادہ ہے وہ اس یتیم بچہ کو واپس کردی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۸ وصی نے نابالغ بچہ کا مکان اس سے کم کرایہ پر دیا جتنا کرایہ اس کا لینا چاہیے تھا تو متاجر کو یعنی مکان کرایہ پر لینے والے کو اس کا پورا کرایہ دینا لازم ہے (یعنی اتنا کرایہ جتنے کرایہ کا اس جیسا مکان ملتا ہے) لیکن اگر کم کرایہ لینے میں یتیم کا فائدہ ہے تو کم کرایہ پر مکان دینا واجب ہے۔[6] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۹ وصی اپنی ذات کو نابالغ یتیم کا آجر[7] نہیں بنا سکتا لیکن باپ یعنی یتیم کا دادا اجیر[8] بن سکتا ہے اور اس یتیم کو اپنا اجیر بنا سکتا ہے۔[9] (قدوری از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۹۰ وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم کے مال کو بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ ہبہ کرے باپ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔[10] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٤٨.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......اجرت پر کام لینے والا۔ 8 ......اجرت پر کام کرنے والا، مزدور، ملازم۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٧.

10 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۹۱ وصی نے نابالغ یتیم کا مال خود اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اپنا مال یتیم نابالغ کے ہاتھ فروخت کیا تو اگر ان سودوں (خرید وفروخت) میں یتیم کے لئے کھلا ہوا نفع ہے تو جائز ہے اور اگر منفعتِ ظاہر (کھلا ہوا نفع) نہیں ہے تو جائز نہیں منفعتِ ظاہر کی تشریح بعض مشائخ علماء نے یہ کی ہے کہ یتیم کا سَو کا مال سوا سَو ۱۲۵ میں فروخت کرے یا اپنا سَو کا مال پچھتر ۷۵ روپے میں یتیم کو دیدے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۲ دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۳ میت کے باپ نے یا اس کے وصی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے اور اس نابالغ کے خرید وفروخت کرتے وقت ان کا سکوت بھی اجازت ہے اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے میت کے باپ کا یا وصی کا انتقال ہوگیا تو ان کی اجازت باطل ہو جائے گی۔ اگر نابالغ بالغ ہوگیا اور باپ یا وصی زندہ ہے تو اجازت باطل نہیں ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۴ نابالغ کا مال فروخت کرنے کے لئے باپ نے یا وصی نے وکیل بنایا پھر باپ کا انتقال ہوگیا یا نابالغ بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوجائے گا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۵ قاضی نے نابالغ کو یا کم سمجھ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۶ قاضی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی اور باپ یا وصی نے منع کیا تو ان کا منع کرنا باطل ہے اور ایسے ہی اگر اجازت دینے والے قاضی کا انتقال ہوگیا تو یہ اجازت اس وقت تک ممنوع نہ ہوگی جب تک دوسرا قاضی ممنوع نہ قرار دے۔[6] (فتاوٰی قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۷ وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یتیم کے مال سے اس کا صدقۂ فطر ادا کردے یا اس کے مال سے اُس کی طرف سے قربانی کرے جب کہ یتیم مالدار ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۸ وصی کو اختیار نہیں کہ وہ میت کے قرضداروں کو بَری کردے[8] یا ان کے ذمہ قرض میں سے کچھ کم کردے یا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی و مايملكه، ج٦، ص١٤٨.

2 ......المرجع السابق، ص١٤٨، ١٤٩.
3 ......المرجع السابق، ص١٤٩.
4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق.
7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی ان کے قرض ادا کردے۔

www.dawateislami.net

قرض کی ادائیگی کے لئے میعاد[1] مقرر کرے جب کہ وہ دَین میت کے خود اپنے کئے ہوئے معاملہ کا ہو اور اگر معاملہ وصی نے کیا تھا اس کا دین ہے تو وصی کو مدیون[2] کو بری کرنے یا دین کو کم کرنے یا اس کی مدّت مقرر کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۹)

مسئلہ ۹۹ وصی نے میت کے کسی قرضدار سے میت کے دَین میں مصالحت کرلی، اگر میت کی طرف سے اس دَین کا ثبوت ہے یا قرضدار خود اقراری ہے یا قاضی کو اس کے حق کا علم ہے تو ان تمام صورتوں میں وصی کی یہ مصالحت جائز نہیں، اگر اس حق (دین) پر دلیل وبیّنہ قائم نہیں ہے تو وصی کا مصالحت کرلینا جائز ہے لیکن اگر وصی نے اس دَین میں صلح کی جو میت پر واجب تھا یا یتیم پر تھا تو اگر مدعی کے پاس دلیل وبیّنہ ہے یا قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کردیا تو وصی کا صلح کرلینا جائز ہے اور اگر مدعی کے لئے اس کے حق میں دلیل نہیں ہے اور نہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا تو صلح کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۹)

مسئلہ ۱۰۰ وصی یتیم کا مال لے کر کسی ظالم وجابر کے پاس سے گزرا اور اُسے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا یعنی اسے کچھ نہ دیا تو یہ سب مال اس کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اس نے یتیم کے مال سے اس کو کچھ دیدیا تو استحساناً جائز ہے یہی حکم مضارب کے لئے ہے مال مضاربت میں۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۰)

مسئلہ ۱۰۱ وصی نے قاضی کی عدالت میں مقدمات پر خرچ کیا اور بطور اجارہ کچھ دیا تو وصی اس کا ضامن نہیں لیکن بطور رشوت کچھ خرچ کیا ہے تو اس کا ضامن ہے، فقہاء فرماتے ہیں اپنی جان اور مال سے رفع ظلم کے لئے[6] مال خرچ کرنا اس کے حق میں رشوت دینے میں داخل نہیں لیکن اگر دوسرے پر کوئی حق ہے اس حق کو نکلوانے میں مال خرچ کرنا رشوت ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۰)

مسئلہ ۱۰۲ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی عورت کو وصی بنایا اور نابالغ بچے اور ترکہ چھوڑا[8] پھر اس کے گھر ظالم حکمراں آیا، اس وصی عورت سے کہا گیا اگر تو اس کو کچھ نہیں دے گی تو یہ گھر اور جائیداد غیر منقولہ[9] پر قبضہ اور غلبہ کرے گا اس

---

❶......مدت۔ ❷......مقروض۔

❸......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٩.

❹......المرجع السابق. ❺......المرجع السابق، ص١٥٠.

❻......یعنی اپنی جان ومال کو ظلم سے بچانے کے لئے۔

❼......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥٠.

❽......یعنی مال وجائیداد چھوڑا۔ ❾......وہ جائیداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے۔

www.dawateislami.net

وصی عورت نے جائیداد غیر منقولہ سے اسے کچھ دیدیا تو یہ معاملہ صحیح ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٣ وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے بلکہ وصی ثواب پائے گا اور اگر بچہ میں علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں تو بقدر ضرورتِ نماز قرآن مجید کی تعلیم دلائے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠، درمختار ج ٥ ص ٥٠٤ علی ہامش ردالمحتار)

مسئلہ ١٠٤ وصی کو چاہیے کہ وہ بچہ کے نفقہ میں وسعت کرے[3]، نہ فضول خرچی کرے نہ تنگی، یہ وسعت بچے کے مال اور حال کے لحاظ سے ہوگی، وصی بچہ کے مال اور حال کو دیکھ کر اس کے لائق خرچہ کرے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٥ وصی اگر یتیم کے کاموں کے لئے جائے گا اور یتیم کے مال سے سواری کرایہ پر لے گا اور اپنے اوپر خرچ کرے گا تو استحساناً یہ اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ خرچہ ضروری و نا گزیر ہو۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠، درمختار علی ردالمحتار ج ٥ ص ٥٠٤)

مسئلہ ١٠٦ وصی نے میت کے ترکہ سے اگر کوئی چیز اپنے لئے خریدی اور میت کا چھوٹا بڑا کوئی وارث نہیں تو جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٠)

مسئلہ ١٠٧ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے پاس مختلف لوگوں کی ودیعتیں (امانتیں) تھیں اس نے ترکہ میں مال چھوڑا لیکن اس پر دَین ہے جو اس کے پورے مال کو محیط ہے اور وصی نے میت کے گھر سے تمام ودیعتوں پر قبضہ کرلیا تا کہ وہ ودیعت رکھنے والوں کو واپس کردے یا اس نے میت کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تا کہ اس سے میت کا دَین ادا کردے پھر وہ مال یا ودیعتیں وصی کے قبضہ میں ہلاک ہوگئیں تو وصی پر کوئی ضمان نہیں، اسی طرح اگر میت پر دین نہ تھا اور وصی نے میت کے تمام مال کو قبضہ میں لیا پھر وہ مال ہلاک ہوگیا تو بھی وصی پر کوئی ضمان نہیں۔[7] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٥١)

مسئلہ ١٠٨ ایک شخص نے اپنا مال کسی کے پاس امانت رکھا اور کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ مال میرے بیٹے کو دیدینا اور اس نے وہ مال بیٹے کو دیدیا اور اس کے دوسرے وارث بھی ہیں تو وصی وارث کے حصہ کا ضامن ہوگا اور ان الفاظ سے وہ وصی نہیں بن جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥١)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی خرچ میں میانہ روی کرے۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص١٥٠، ١٥١.

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥١.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۱۰۹ مریض کے پاس اس کے عزیز و اقارب ہیں جو اس کے مال سے کھا پی رہے ہیں اگر مریض ان کی آمدورفت کا اپنے مرض میں محتاج ہے اور وہ اُس کے اور اُس کے عیال کے ساتھ بغیر اسراف کے کھاتے پیتے ہیں تو استحساناً ان پر کوئی ضمان نہیں، اگر مریض ان کا محتاج نہیں ہے تو اگر وہ مریض کے حکم سے کھاتے پیتے ہیں تو جو اُن میں سے وارث ہیں اُن پر اُن کے کھانے پینے کے خرچہ کا ضمان ہے اور جو وارث نہیں ان کا خرچہ میت کے ثلث مال میں محسوب ہوگا[1] اگر مریض نے اس کا حکم دیا تھا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۵۱، ردالمحتار بحوالہ بزازیہ کتاب الوصایا ص ۴۵۷)

مسئلہ ۱۱۰ وصی نے دعویٰ کیا کہ میت کے ذمہ میرا دَین ہے تو قاضی اس کے دَین کی ادائیگی کے لئے ایک وصی مقرر کرے گا جو ثبوت قائم ہونے کے بعد اس کا دَین ادا کردے گا اور قاضی میت کے وصی کو وصی ہونے سے خارج نہیں کرے گا اسی پر فتویٰ ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۵۱)

مسئلہ ۱۱۱ میت نے اپنی بیوی کو وصی بنایا اور مال چھوڑا اور بیوی کا میت پر مَہر ہے تو اگر میت نے اس کے مَہر کے برابر سونا چاندی چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سونے چاندی سے اپنا مہر لے لے، اور اگر میت نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کردے جو فروخت کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے اور اس کی قیمت سے اپنا مہر لے لے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۵۳)

مسئلہ ۱۱۲ میت پر دَین ہے اور جس کا دَین ہے وہ اس کا وارث یا وصی ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وارثوں کے علم میں لائے بغیر اپنا حق لے لے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۵۳)

مسئلہ ۱۱۳ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچے چھوڑے اور کسی کو وصی نہیں بنایا پھر قاضی نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا پھر ایک آدمی نے میت پر اپنے دین کا یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور بیوی نے اپنے مہر کا دعویٰ کیا اس صورت میں دَین یا ودیعت کی ادائیگی تو ثبوت ہوجانے کے بعد کی جائے گی لیکن نکاح اگر معروف ہے تو مہر کے بارے میں عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ مہر مثل کے اندر ہے، وہ مہر عورت کو ادا کیا جائے گا۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۵۴)

مسئلہ ۱۱۴ وصی نے میت کی وصیّت اپنے مال سے ادا کردی اگر یہ وصی وارث ہے تو میت کے ترکہ سے لے لے گا

---

1 ......یعنی تہائی مال میں شمار ہوگا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥١.

3 ......المرجع السابق، ص١٥٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق، ص١٥٣، ١٥٤.

www.dawateislami.net

ورنہ نہیں۔(عالمگیری ج ٦ ص ١٥٥) اور فتویٰ یہ ہے کہ وصی ہر حال میں میت کے ترکہ سے اپنا مال لے لے گا۔[1]

مسئلہ ١١٥ وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کا دین جو لوگوں پر تھا قبضہ کر لیا پھر ایک مقروض آیا اور وصی سے کہا کہ میں نے تجھے میت کے دین کا اتنا اتنا روپیہ دیا، وصی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ بھی نہیں لیا اور نہ مجھے علم ہے کہ تجھ پر میت کا قرضہ تھا تو اس صورت میں وصی کا قول قسم لے کر تسلیم کر لیا جائے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٤)

مسئلہ ١١٦ وصی نے نابالغ بچوں کے لئے کپڑا خریدا یا جو کچھ ان کا خرچ ہے وہ خریدتا رہتا ہے اپنے مال سے تو وہ یہ روپیہ میت کے مال اور ترکہ سے لے لے گا یہ وصی کی طرف سے تطوُّعاً یا احسان کے طور پر نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٥)

مسئلہ ١١٧ کوئی مسافر کسی آدمی کے گھر آیا اور اس کا انتقال ہو گیا اس نے کسی کو وصی بھی نہیں بنایا اور جو کچھ روپے چھوڑے تو معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوگا اور اس کو حاکم کے حکم سے درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر حاکم نہ ملے تو بھی درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر اس میت پر دَین ہے تو یہ شخص اس کے مال کو دین کی ادائیگی کے لئے فروخت نہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٥)

مسئلہ ١١٨ عورت نے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور کسی کو اپنا وصی بنا دیا، اس وصی نے اس کی کچھ وصیّتوں کو نافذ کر دیا اور کچھ ورثہ کے قبضہ میں باقی رہ گئیں اگر ورثہ دیانتدار ہیں اور وصی کو ان کی دیانت کا علم ہے کہ وہ میت کے ثلث مال سے ان باقی ماندہ وصیّتوں کو پورا کر دیں گے تو اس کو ان کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے اور اس کا علم اس کے خلاف ہے تو وصی ان کے لئے نہ چھوڑے گا بشرطیکہ وہ ورثہ سے مال برآمد کر سکتا ہو۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٥٥)

مسئلہ ١١٩ وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے تیرا مال تیرے نفقہ میں خرچ کر دیا، فلاں فلاں چیز میں فُلاں فُلاں سامان میں، اگر اتنی مدت میں اتنا مال نفقہ میں خرچ ہو جاتا ہے تو وصی کی تصدیق کر دی جائے گی زیادہ میں نہیں، نفقہ مثل کا مطلب یہ ہے کہ بین بین ہو نہ اسراف نہ تنگی۔[6] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٥٥)

مسئلہ ١٢٠ وصی نے دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کو ہر ماہ سَو روپے دیئے اور یہ مقررہ تھا اور یتیم نے اس کو ضائع کر دیا پھر میں نے اسے اسی ماہ دوسرے سو روپے دیئے، اس صورت میں وصی کی تصدیق کی جائے گی جب تک وصی سراسر اور کھلی ہوئی غلط بات نہ کہے مثلاً یہ کہے کہ میں نے اس یتیم کو ایک ماہ میں بہت بار سَو سَو روپے دیئے اور اس نے ضائع کر دیئے تو ایسی بات وصی کی

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٥٤، ١٥٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٥٤.

3 ......المرجع السابق، ص١٥٥.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

نہیں مانی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۶)

مسئلہ ۱۲۱ وصی نے یتیم سے یہ کہا کہ تونے اپنے چھٹپن[2] میں اس شخص کا اتنا اتنا مال ہلاک کردیا پھر میں نے اپنی طرف سے ادا کردیا یتیم نے اس کی تکذیب کی اور نہیں مانا تو یتیم کی بات قبول کرلی جائے اور وصی اتنے مال کا ضامن ہوگا۔[3] (نوازل از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۶)

مسئلہ ۱۲۲ میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت کا فلاں شخص پر جتنا واجب تھا وہ تمام میں نے پورا وصول پایا اور وہ سو روپے تھے، جس پر دَین تھا اس نے کہا مجھ پر اس کا ایک ہزار روپے کا دَین تھا اور وہ تونے لے لیا تو قرضدار اپنے تمام دَین سے بری ہے اب وصی اس سے کچھ بھی نہیں لے سکتا اور وصی ورثہ کے لئے اتنے ہی کا ذمہ دار ہوگا جتنے کے وصول کرنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۷)

مسئلہ ۱۲۳ قرضدار نے اولاً ایک ہزار روپے قرض ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اس پر قرض تھا وہ میں نے پورا وصول پالیا اور وہ ایک سَو روپے تھے اس صورت میں قرضدار بری ہوگیا اور وصی ورثہ کے لئے باقی نوسو روپے کا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۷)

مسئلہ ۱۲۴ وصی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص سے سو روپے پورے وصول کر لئے اور یہ کل قیمت ہے، مشتری یعنی خریدار نے کہا کہ نہیں بلکہ قیمت ڈیڑھ سو روپے ہے تو وصی کو حق ہے کہ وہ بقیہ پچاس روپے اس سے اور طلب کرے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۷)

مسئلہ ۱۲۵ وصی نے اقرار کیا کہ اُس نے میت کے گھر میں جو کچھ مال و متاع اور میراث تھی اس پر قبضہ کرلیا، پھر کہا کہ وہ کل سو روپے اور پانچ کپڑے تھے اور وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اس سے زیادہ تھا اور ثبوت دیدیا کہ جس دن میت کا انتقال ہوا اس کی میراث اس دن اس گھر میں ایک ہزار روپے اور سَو کپڑے تھی تو وصی کو اتنا ہی دینا لازم ہے جتنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۸)

مسئلہ ۱۲۶ وصی نے میت پر دَین کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں۔[8] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۸)

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٦.
2 ......بچپن۔
3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٦.
4 ......المرجع السابق، ص١٥٧. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.
7 ......المرجع السابق، ص١٥٨. 8 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

وصیّت پر شہادت کا بیان

مسئلہ ۱ دو وصیّوں نے گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں کو وصی بنایا ہے اور خود وہ بھی وصی ہونے کا دعویدار ہے تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ فلاں دعویدار نہیں ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۱۵۸)

مسئلہ ۲ میت کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں کو وصی بنایا اور وہ فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً قبول کرلی جائے گی لیکن اگر وہ فلاں مدعی نہیں ہے بلکہ انکاری ہے اور باقی ورثہ اس کے وصی ہونے کا دعوٰی نہیں کررہے تو ان (بیٹوں) کی شہادت مقبول نہیں۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۸)

مسئلہ ۳ دو آدمیوں نے جن کا میت پر قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور اس نے وصی ہونا قبول کرلیا ہے اور فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً مقبول ہے لیکن اگر وہ مدعی نہیں ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ ۴ ایسے دو آدمیوں نے جن پر میت کا قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور وہ فلاں بھی مدعی ہے تو استحساناً ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر وہ فلاں مدعی نہیں تو مقبول نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ ۵ وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہے اور وصی بھی دعویدار ہے لیکن ورثہ اس کے مدعی نہیں ہیں تو یہ شہادت نامقبول ہے قاضی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو وصی مقرر کرے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ ۶ دو وصیّوں میں سے ایک وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا اور ساتھ ہی فلاں کو بھی وصی بنایا تو اگر باپ اس کا مدعی ہے تو اُن کی شہادت نہ باپ کے حق میں قابلِ قبول ہے نہ اجنبی کے حق میں قابلِ قبول، ہاں اگر باپ وصی ہونے کا مدعی نہیں بلکہ دعوٰی ورثہ کی طرف سے ہے اس صورت میں اُن کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ ۷ دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا اور اس سے رجوع کرکے اس دوسرے کو وصی بنایا تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادة علی الوصیة، ج٦، ص١٥٨.
2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٥٩.
5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۸: دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا پھر وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ موصی نے ان کے باپ کو معزول کر دیا اور فلاں کو وصی بنا دیا تو ان دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۹: دو گواہوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ میت نے جمعرات کے دن وصیّت کی اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے جمعہ کے دن وصیّت کی تو یہ شہادت مقبول ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۰: دو وصیوں نے نابالغ وارث کے حق میں شہادت دی کہ میت نے اُن کے لئے اپنے کچھ مال کی وصیّت کی ہے یا کسی دوسرے کے کچھ مال کی وصیّت کی ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی یہ شہادت باطل ہے، اگر انھوں نے یہ شہادت بالغ وارث کے حق میں دی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک میت کے مال میں نامقبول ہے اور غیر کے مال میں قبول کر لی جائے گی، اور صاحبین[3] کے نزدیک دونوں قسم کے مال میں شہادت جائز ہے۔[4] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۱: موصیٰ لہ معلوم ہے لیکن موصیٰ بہ معلوم نہیں، گواہوں نے موصیٰ لہ کے لئے اس کی وصیّت کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول ہے اور موصیٰ بہ کی تفصیل ورثہ سے معلوم کی جائے گی۔[5] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۹)

مسئلہ ۱۲: دو شخصوں نے دوسرے دو آدمیوں کے حق میں گواہی دی کہ اُن کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے اور ان دونوں نے پہلے دو شخصوں کے حق میں گواہی دی کہ ان کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے تو ان دونوں فریقوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی لیکن اگر ان دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے لئے ایک ایک ہزار کی وصیّت کی گواہی دی تو اس صورت میں اُن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج ۶ کتاب الوصایا ص ۱۵۹)

ذمی کی وصیّت کا بیان

مسئلہ ۱: یہودی یا نصرانی نے صومعہ[7] یا کنیسہ[8] بحالت صحت بنایا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ میراث ہے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔[9] (جامع الصغیر از ہدایہ ج ۴ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب العاشر في الشهادة على الوصية، ج٦، ص١٥٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دو مشہور شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کو صاحبین کہتے ہیں۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب العاشر في الشهادة على الوصية، ج٦، ص١٥٩.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......یہودیوں کی عبادت گاہ۔ 8 ......نصرانیوں کی عبادت گاہ۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج٦، ص١٣٢.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۲ یہودی یا عیسائی نے بوقت موت اپنے گھر کو گرجا بنانے کی متعین ومعدود لوگوں کے لئے وصیّت کر دی تو اس کی یہ وصیّت اس کے ثلث حصہ میں جاری ہوگی۔[1] (جامع الصغیر وعالمگیری ج ٦ ص ١٣٢)

مسئلہ ۳ اگر اس نے اپنے گھر کو غیر محصور و غیر معدود لوگوں کے لئے کنیسہ بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز ہے۔[2] (جامع صغیر از ہدایہ ج ۴)

مسئلہ ۴ ذمی کی وصیّت کی چار قسمیں ہیں ① ایک یہ کہ وہ ایسی شے کی وصیّت کرے جو اس کے اعتقاد میں قربت و عبادت ہو اور مسلمانوں کے نزدیک قُربت وعبادت نہ ہو جیسے کہ ذمی وصیّت کرے کہ اس کے خنزیر کاٹے جائیں اور مشرکوں کو کھلائے جائیں تو اگر وصیّت متعین ومعدود لوگوں کے لئے ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، ② دوسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور خود ذمیوں کے نزدیک عبادت نہ ہو جیسے وہ حج کرنے کی وصیّت کرے یا مسجد تعمیر کرانے کی وصیّت کرے یا مسجد میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو اس کی یہ وصیّت بالاجماع باطل ہے لیکن اگر مخصوص ومتعین لوگوں کے لئے ہو تو جائز ہے، ③ تیسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک بھی عبادت وقربت ہو اور ان کے نزدیک بھی جیسے بیت المقدس میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز ہے، ④ چوتھے یہ کہ وہ ایسی چیز کی وصیّت کرے جو نہ مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور نہ ذمیوں کے نزدیک جیسے وہ گانے بجانے والی عورتوں یا نوحہ گر عورتوں کے لئے وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز نہیں۔[3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ٦، کتاب الوصایا ص ١٣١)

مسئلہ ۵ فاسق فاجر بدعتی جس کا فسق وفجور حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو وصیّت کے معاملہ میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہے اور اگر اس کا فسق وفجور کفر کی حد تک ہے تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے جو حکم مرتد کی وصیّت کا ہے وہی اس کی وصیّت کا ہے کہ اس کی وصیّت موقوف رہے گی، اگر اس نے اپنے کفر وارتداد سے توبہ کر لی تو وصیت نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔[4] (ہدایہ ج ۴ وعالمگیری ج ٦ ص ١٣١)

مسئلہ ٦ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کل مال کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو اس کی وصیّت کل مال میں جائز ہے۔[5] (جامع صغیر از ہدایہ وعالمگیری ج ٦ ص ١٣٢)

مسئلہ ۷ حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو یہ وصیّت جائز ہے اس کا بقیہ مال اس کے ورثہ کو واپس دیا جائے گا۔[6] (ہدایہ ج ۴ ومحیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٢)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج ٦، ص ١٣٢.

2 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي، ج ٢، ص ٥٣٦.
و"الجامع الصغير"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي ببيعة او كنيسة، ص ٥٢٨.

3 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي، ج ٢، ص ٥٣٦.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن في وصية الذمي والحربي، ج ٦، ص ١٣٢.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص ١٣٢.

www.dawateislami.net

مسئلہ ۸ حربی مُستامن کے لئے کسی مسلمان یا ذمی نے وصیّت کی تو یہ جائز ہے۔[1] (ہدایہ) مستامن اس شخص کو کہتے ہیں جو امان لےکر دارالاسلام میں داخل ہوا۔

مسئلہ ۹ ذمی نے اپنے ثلث مال سے زیادہ میں وصیّت کی یا اپنے بعض وارثوں کے لئے وصیّت کی تو جائز نہیں۔[2] (ہدایہ) اور اگر اپنے غیر مذہب والے کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۱۰ مسلمان یا ذمی نے دارالاسلام میں ایسے کافر حربی کے لئے وصیت کی جو دارالاسلام میں نہیں ہے تو یہ وصیّت جائز ہے۔[4] (ہدایہ ج ۴ و مستصفٰی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۱۱ اگر مسلمان مرتد ہوگیا (معاذ اللہ) پھر وصیّت کی، امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ موقوف رہے گی، اگر اسلام لے آیا اور وصیّت اسلام میں صحیح ہے تو جائز ہے اور جو اسلام کے نزدیک صحیح نہیں وہ باطل ہوجائے گی۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

☆☆☆☆☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ بہارشریعت کے انیسویں حصّہ کی تالیف مورخہ ۲۹ شوال المکرّم ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء یوم چہارشنبہ اختتام کو پہنچی مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اگر کچھ خامیاں ہوں تو مجھے معاف فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

میں اس سلسلہ میں ہدیہ شکر پیش کرتا ہوں حضرت مولانا قاری رضاء المصطفٰے صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کو، جن کی محبت اور خلوص نے مجھ سے دین کی یہ خدمت لے لی۔ بلاشبہ اگر اُن کے مخلصانہ اصرار کا زبردست دباؤ نہ ہوتا تو شاید میں دین کی اِس خدمت سے محروم رہتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ماجور فرمائے اور سعادتِ دارین سے سرفراز فرمائے۔

الفقير الى اللّٰه الصّمد ظهير احمد بن سيّد دائم علی زيدی

از ساداتِ قصبہ نگینہ ضلع بجنور

وائس پرنسپل مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی اسکول علی گڑھ

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَشَائِخِهٖ وَاَسَاتِذَتِهٖ وَاِخوانِهٖ وَاَوْلادِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

---

1 ……"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمی، ج۲، ص۵۳۷.

2 ……المرجع السابق.

3 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج٦، ص١٣٢.

4 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج٦، ص١٣٢.

5 ……المرجع السابق.

www.dawateislami.net

ارتسام

اسلافِ کرام اور سابق عُلماء مصنفین اصحاب نفوس قدسیہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات میں حمد وثناء وصلوۃ وسلام کے بعد خطبۃ الکتاب میں اپنا تعارف کراتے ہیں اس لئے کہ قارئین صرف کتاب ہی نہیں پڑھتے بلکہ کتاب لکھنے والے سے بھی واقف ہونا چاہتے ہیں اور یوں بھی کلام کی عظمت اور اس کی تاثیر متکلم ومصنف کی عظمت اور اس کے صالح کردار کے تابع ہے۔ اگر مصنف ومتکلم صاحبِ فکر ونظر، صاحبِ عقل وتدبیر، صاحبِ علم وفضل اور صاحبِ عمل صالح ہے تو اس کی تصنیف کی قوتِ تاثیر اتنی ہی زیادہ ہوگی اور پڑھنے والوں پر اس بات کے گہرے اثرات ہوں گے۔

یہ کم علم وبے بضاعت اگرچہ ان بزرگوں کے شمار وقطار میں تو کجا ان کی گردِ پا بھی نہیں ہے مگر ان کا عقیدت مند ہے اور ان سے روحانی تعلق رکھتا ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہے۔ ان کے اس طریقہ کی اتباع میں مناسب خیال کیا کہ اپنے نام ونسبت سے قارئین کو روشناس کرے اِس اُمید کے ساتھ کہ اِس کتاب کو پڑھنے والے اِس گنہگار کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اہلِ علم سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ بہ نظر غائر فرمائیں اور مخلصانہ اصلاح وعفو ودرگزر سے نوازیں۔

اس ناچیز کا نام ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی ابن سید عالم علی زیدی رحمھم اللہ تعالٰی ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقیر کا نام ظہیر الدین احمد فرماتے تھے۔ آبائی وطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور (یوپی) حال متوطن شہر علی گڑھ محلّہ دودھ پور بیت السادات۔ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ سے درسِ نظامیہ سے فراغت حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ دینیات میں تدریس کی خدمت انجام دی اور پھر اسی کو وطن بنالیا۔

فقیر کے دامن میں اگر کچھ فضل وکمال، علمی جاہ وجمال یا کچھ مکارم ومحاسن ہوں تو ان کا اظہار حقیقت پسندی وصداقت شعاری سے کیا جائے مگر یہاں تو تہی دامانی اپنا طرۂ امتیاز بن گیا ہے۔ دارالعلوم ریاست دادوں میں سرتاج علماء، منبع الاساتذہ، صدر الشریعۃ، ابو الْمَجدِ وَالْعُلٰی حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ صاحبِ بہارِ شریعت سے علم وفضل کا جو خزانہ ملا تھا مسلم یونیورسٹی کی مخصوص تدریسی بے قرار فضاؤں میں اس کا بہت سا حصہ تحلیل ہوگیا۔ اب کیا رہا کہ پیش کیا جائے اور بے اصل وغیر واقعی اور خلافِ حقیقت ستائش سخت مذموم بلکہ ممنوع، رب فرماتا ہے۔

﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸۸) ﴾

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو، ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ۴، آل عمران آیت ۱۸۸)

www.dawateislami.net

اسی لئے میں ڈاکٹر مولوی یحییٰ انجم ریڈر فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دھلی نے جب اپنی محبت وحسن خلوص میں میرے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو میں نے سختی کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ ہرگز کسی مبالغہ یا غیر واقعی ستائش سے کام نہ لیں۔اور لفظ ''علامہ'' بھی استعمال نہ کریں۔ان کا وہ مقالہ کتاب بہارِ شریعت حصہ انیسویں میں شائع ہوگیا ہے۔اس ناچیز کو اگر کچھ حاصل ہے تو چند عظیم و اعظم نسبتیں ہیں جن پر مجھے فخر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سربلند رکھیں گی۔

(۱) پہلی نسبت تو مجھے باعث تخلیق کائنات، افضل الخلق، رحمۃ للعالمین، سید الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفٰے صَلَوٰتُ اللّٰهِ وسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کی ذات اقدس واطہر سے ہے اور یہ نسبت نسبی ہے۔بلاشبہ میں اپنے اسلاف ومشائخ کے واسطے سے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ رحمت و عاطفت میں ہوں اور اس جناب کی بارگاہِ منبعِ علم وقاسمِ نعمت سے مجھے اپنے رب کی نعمتیں وبرکتیں بے شمار حاصل ہیں جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

(۲) دوسری نسبت اس ناچیز کو سید الفقہاء والعلماء، صاحب الاخلاص والاحسان والعمل، استاذی واستاذ علماء برصغیر، صدر الشریعۃ حضرت مولانا الحاج ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی رضوی طَابَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ سے ہے جن کے نورِ علم سے ہندو پاک کی سرزمین منور وروشن ہے اور جن کی تصنیف بہارِ شریعت نے دِین سے شغف رکھنے والوں کے لئے چمنستانِ علم وفقہ کے دریچے کھول دیئے ہیں اس ذاتِ گرامی سے مجھے شرف تِلمذ حاصل ہے اور یہ تصنیف انہیں کا کرم انہیں کا فیضان اور انہیں کی عطا ہے۔

(۳) تیسری نسبت مجھے سید الاصفیاء، صاحب الصدق والصفا، مظہر حسن مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء سیدی وسندی شیخ العلماء و حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کو آقائے نعمت، سید الکونین، نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰه، سلطان الکائنات، قدسی صفات، صاحبِ اَعْظَمِ الْمُعْجِزَات، مِنَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْن، شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حسن وجمال سے وہ حصہ ملا تھا کہ دل ان کی طرف کھنچتے تھے اور نگاہیں ان سے آسودہ ہوتی تھیں اور نفوس ان سے روحانی راحت و سکون حاصل کرتے تھے۔حسن وجمال وشیریں مقال، صاحبِ فضل وکمال، مرشد ملکوتی خصال، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، راحَةُ الطَّالِبِيْن، هادِي الْمُرِيْدِيْن، یہ تمام خصائص وکمالات آپ کو بارگاہِ قاسمِ نعمت محبوبِ ربّ العالمین علیہ التحیۃ والسلام سے حاصل تھے۔اس فقیر کو ایسے شیخ کامل سے بیعت وارادت کی سعادت حاصل ہے۔

(۴) چوتھی نسبت مجھے قطب الارشاد، سید الاتقیاء والزھاد، مختار العباد، افضل الامجاد، شانِ جمال مصطفائی، عکس کمال مرتضائی، سیدی ومولائی، صدر نشین منصب افتاء، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفٰی رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے ہندو پاک کے تشنگانِ مئے طریقت وشریعت سیراب ہورہے ہیں اور ہزاروں ہزار نفوس داخلِ سلسلہ ہوکر آپ سے فیضیاب ہیں اس خادم کو ایسی پاکیزہ ومقرب بارگاہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

www.dawateislami.net

(۵) پانچویں نسبت راقم السطور کو شہ ضیا، حاضر دربار مصطفیٰ، حضرت مولانا الحاج ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے جو مدینۃ الرسول وجوارِ روضۂ رحمۃ للعالمین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم میں بعمر ۱۸ سال حاضر ہوئے اور تقریباً بَہَتّر حج ادا کئے۔ سوائے زمانہ حج ادا کرنے کے مدینہ منورہ کی پاک زمین سے باہر قدم نہ رکھا۔ قریب قریب بَہَتّر ۷۲ سال بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہے اور آپ کے فیوض و برکات اور رحمتوں سے حصہ پاتے رہے نہایت درجہ صالح العمل اور صاحبِ تقویٰ وطہارت اور پاکیزہ صورت وسیرت تھے سعودی حکومت انہیں مرعوب نہ کرسکی۔ ان کی نگاہِ کرم نے مجھے بھی اِجازت وخلافت کے لئے انتخاب فرمایا۔

اب میرے پاس ان عظیم مقدس اور مُطَہَّر نسبتوں کے سوا کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ ان کے فیوض وبرکات سے ہے۔ یہ انہیں کا فیضانِ کرم ہے کہ اہلِ سنت کے علمی حلقوں میں اس ذرۂ بے مقدار کو معرفت حاصل ہے اور اہلِ علم ودانش نگاہِ احترام سے دیکھتے ہیں۔ جملہ اصحاب علم ومعرفت سے دعائے مغفرت کا طالب ہوں۔ یہی نسبتیں میری دنیاو آخرت کی فلاح ونجات کا مستحکم سہارا ہیں۔

ایک واقعہ کا اظہار اپنے لئے باعثِ رحمت و سعادت تصور کرتا ہوں۔ آج مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ہے، گزشتہ شب یعنی ۲۰ و ۲۱ جمادی الاولیٰ کی درمیانی رات یعنی شبِ جمعۃ المبارک میں ۴ بجے شب کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک ایسے مقام پر ہوں جہاں اعمال کا حساب ہورہا ہے، بہت سے لوگ ہیں اور میں بھی اپنے نمبر کا منتظر ہوں کہ مجھے میرے اعمال کا حساب لینے کے لئے طلب کیا گیا، میں حاضر ہوا لیکن حساب لینے والی ذات نظر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر میں حساب لے کر مجھے حکم ہوا کہ ''جاؤتم جنت میں'' میں وہاں سے رخصت ہوا تو میں نے دیکھا کہ جنت میں جانے والے کچھ اور لوگ بھی اس جگہ بیٹھے ہیں جو جنت میں جانے والوں کے لئے ہے، میں بھی ان ہی کے پاس چلا گیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب سے مجھے کافی روحانی سرور حاصل ہوا اور میں نے دعا کی کہ ''اے رب العالمین اگر یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تو مجھے اس کے مکروفریب سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میرے ایمان ویقین کو سلامت رکھ اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھ اور اگر یہ خواب تیری جانب سے ایک بشارت ہے تو مجھے توفیق توبہ وانابت عطا فرما اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ وَنُورِ عَرشِہٖ سَیِّدِ نَا وَمَولانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِین

خادمُ العلماو الفقراء

الفقیر ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی غفر لھما

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ۔ انڈیا

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

بِاسْمِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی جَلَّ وَ عَلا فَلَهُ الْحَمْدُ وَالثَّنَاءُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهٖ صَاحِبِ الشَّفَاعَةِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا۔

سید الفقہاء، استاذ العلماء، افضل الاصفیاء، صدر الشریعۃ ابو العلیٰ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالی مصنفِ ''بہارِ شریعت'' نے بہ توفیقِ الٰہی عزم فرمایا کہ جملہ ابوابِ فقہ کو بہ شمول عقائد اسلام علمِ دین سے شغف رکھنے والوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل فرما کر مرتب فرمادیں۔ ابھی آپ نے ابوابِ فقہ میں سے کل سترہ ابواب کے مسائل ضروریہ عامۃ الورود کو مکمل فرمایا تھا کہ سفرِ آخرت کا دعوت نامہ مل گیا اور آپ اپنے رب سے واصل ہوگئے۔ باقی ابوابِ فقہ تشنۂ تکمیل رہ گئے جن کے بارے میں آپ نے اپنے تلامذہ سے توقع فرمائی کہ ان میں سے کوئی سعادت مند ان کی تکمیل کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے یہ اس بندۂ ناچیز کی خوش نصیبی ہے کہ ''بہارِ شریعت'' کے انیسویں حصہ ''باب الوصیۃ'' کی تالیف وترتیب کی سعادت میرے حصہ میں آئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ (رب تعالیٰ قبول فرمائے)

''بہارِ شریعت'' وہ منفرد اور عجوبہ روزگار کتاب ہے جس میں جملہ ابواب فقہ کے مسائل ضروریہ کو اردو داں مسلمانوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل کردیا گیا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں پر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا یہ وہ احسان ہے جس کا شکر وہ تا صبح قیامت ادا نہیں کرسکتے۔ رب کریم مصنف علیہ الرحمہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

وجہ تالیف

۱۹۸۰ء میں جب میں نے ''بہارِ شریعت'' کے انیسویں حصہ کا کام شروع کیا اس وقت ذہن میں یہ بات اِلقاء ہوئی کہ ''بہارِ شریعت'' کو اب یہ مقام حاصل ہوگیا ہے کہ ملت کے نوجوان علماء جو مدارس عربیہ سے تحصیل علم کی فراغت کرکے نکلتے ہیں وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق فتویٰ ''بہارِ شریعت'' کے مطالعے سے لکھتے ہیں۔ صرف تحقیقی اور دشوار طلب مسائل میں اکابرین سابق اور مستند علماء فقہ کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ نوخیز علماء کو فتویٰ نویسی کے آداب وقواعد سے متعارف کرایا جائے اور ''بہارِ شریعت'' کی طرح وہ بھی مادری زبان اردو میں ہو۔ چنانچہ انیسویں حصہ کی تالیف سے فراغت کے بعد فتویٰ نویسی سے متعلق قواعد وضوابط اور اس سے متعلق مفتی کے لئے ضروری اور اہم اُمور کی معلومات کی تالیف کا کام شروع کردیا اور قواعد فقہیہ واُصول کلیہ میں سے بھی کچھ اُصول وضوابط بیان کئے جو دورِ جدید کے مفتیانِ کرام کی

www.dawateislami.net

معلومات میں اضافہ کریں اور انہیں ان قواعد واُصول کی روشنی میں فتویٰ لکھنے میں سہولت ہو۔ بارگاہِ حق تعالیٰ میں دست بدُعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کو علماء وطلباء وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

بلا شک اس سے دینی رجحان رکھنے والے عامۃ المسلمین بھی اپنے علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اور اپنے دینی جذبے اور علم کی تشنگی کو تسکین دے سکتے لیکن مسائل کے احکام بیان کرنے اور فتویٰ دینے کا حق صرف ان ہی علماء کو حاصل ہے جنہوں نے علوم دینیہ عربیہ مستند صحیح العقیدہ علماء سے معیاری مدارس عربیہ میں حاصل کیے ہوں۔ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے اور یاد کر لینے سے یا احادیث کا ترجمہ اردو زبان میں پڑھ لینے سے عام مسلمان احکام کی روح اور مسائل کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ مسعود ومبارک میں بھی مخصوص افراد صحابہ وتابعین میں سے ایسے تھے جن سے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ ہر صحابی یا ہر تابعی کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ اس لئے احکامِ شرعیہ کو حاصل کرنے میں اور دوسروں کو بتلانے میں فقہی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ صاحبِ فہم وادراک صحیح العقیدہ دینی عالم سے رجوع کرنا بہر حال ضروری ہے غیر عالم عامۃ المسلمین کے لئے قرآن کریم کا یہی حکم ہے۔ فرمایا: ﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ ﴾[1]

دنیائے علم کے عجائبات میں سب سے بڑا عجوبہ فقہ الاسلام ہے

تعلیمات اسلام کی روشنی میں علماء اسلام نے دنیا کو جن علوم سے آشنا کیا ان میں سے علم حدیث، علم اسماء الرجال اور علم فقہ وہ علوم ہیں جن کی کوئی مثال ونظیر نہیں۔ ان علوم کی تدوین میں محققین اسلام نے جو محنتیں، کاوشیں کیں، دور دراز سفر کی جو مشقتیں برداشت کیں اور جس طرح خدمتِ دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور خالصاً لوجہ اللہ دن رات اسی میں لگے رہے یہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔

احکامِ فقہیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہیں۔ افعال واعمال انسانی کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلہ اجنبی سے متعلق صراحۃً حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن ومعاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر صالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اس کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انہوں نے اس کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جن غیر مسلم اہل علم اور قانون داں محققین نے فقہ اسلامی کی عظمت، جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) فرانسیسی پروفیسر لامبیر (۲) پروفیسر لیوی اوکان یہ پیرس کے کالج میں استاد تھے (۳) ڈاکٹر انتر یکوانسایا (۴)

---

[1] ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

www.dawateislami.net

پروفیسر بیوار کا زیللی (۵) عظیم عیسائی رہنما فارس الخوری (۶) مشہور مستشرق سانتیلانا (۷) لبنان کے عیسائی عالم سلیم باز (۸) جرمن کے مشہور قانون داں جوزف کوسلر (۹) وائنا یونیورسٹی کے لاء کالج کے پرنسپل شپرل (۱۰) پروفیسر ومبری (۱۱) امریکن ہارورڈ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہوکنگ اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''میں اپنے آپ کو حق وصداقت پر محسوس کرتا ہوں جب یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول ومبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔'' یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہوکر ''روح السیاسة العالیه'' کے نام سے شائع ہوئی۔ (فقہ الاسلام مصنفہ حسن احمد الخطیب باب ہفتم فصل ہفتم)

کیا اسلامی فقہ رومی قوانین سے متاثر یا ماخوذ ہے

بعض مستشرقین نے اسلام دشمنی کے اندھے تعصب کا شکار ہوکر یہ الزام تراشا کہ ''اسلامی فقہ رومی قانون سے ماخوذ ہے۔'' اس قسم کے خیالات کا اظہار گولڈز یہر، سانتیلانا، شیرمان اور ایمولس کی تحریروں میں کیا گیا بعد میں دیگر غیر مسلم عیسائی مصنفوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ اور اس دعویٰ کو دوراز کار، بے سروپا دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی انہوں نے اس سے یہ تو فائدہ حاصل کیا کہ عیسائی رائے عامہ کو گمراہ کیا لیکن کاغذ کی ناؤ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی اور دیر تک چل نہیں سکتی۔ بہت جلد اس دعویٰ کی قلعی کھل گئی اور حقیقت صادقہ صاف صاف سامنے آ گئی۔

(۱) رومی قوانین بقول پروفیسر گبن اپنے دورِ اول میں صرف بارہ تختیوں کی تدوین پر مشتمل تھے۔ پھر یہ وقتاً فوقتاً شہنشاہوں کی خواہشات کے مطابق مختلف ادوار میں تبدیل ہوتے رہے ارتقاء رومی قانون کے مورخین نہایت صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رومی شہنشاہِ جستنیان کے دور میں اس پر زوال آیا اور اس شہنشاہ کی وفات ۵۶۵ء کے بعد تو یہ بدترین اضمحلال کا شکار ہوا اور پھر اس کا چراغ ہی بجھ گیا۔ اس کے بعد یہ رومی قانون کلیساؤں میں محدود ہوکر رہ گیا خود اہل یورپ بھی اس سے آشنا نہ رہے تقریباً ساڑھے چار سو سال کے بعد پھر اس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی۔ (کتاب مبادی قانون روما) یعنی قانون روما چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر گیارھویں صدی کے ربع اول تک گوشۂ گمنامی میں رہا جب کہ فقہ اسلامی کی ابتداء ساتویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے ہوئی اور دسویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ کر مکمل ہوگئی اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو زمانہ رومی قانون کے اضمحلال اور گوشہ گمنامی میں رہنے کا ہے۔ عین وہی زمانہ فقہ اسلامی کی ابتداء، نشوونما اور عروج وکمال تک پہنچنے کا ہے۔ لہٰذا فقہائے اسلام کا رومی قانون سے واقف ہونے اور اِستفادہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایسے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ رومی قانون کے علماء نے اس کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں فقہ اسلامی سے استفادہ کیا اور اس کی چھاپ رومی قانون میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ جرمن مورخ موسیہم اپنی کتاب ''تاریخ کلیساء'' میں لکھتا ہے کہ ''پاپائے روم ہربرٹ فرانسیسی اپنی تعلیم میں اُندلس کے عربوں کی کتابوں اور ان کے مدارس کا مرہونِ منت ہے۔ وہ ۱۰۳۵ء میں علم حاصل کرنے کے لئے ہسپانیہ گیا

www.dawateislami.net

اور وہاں قرطبہ اور اشبیلہ میں عرب علماء کا شاگرد رہا۔'' تفصیلات بیان کرتے ہوئے وہ آگے لکھتا ہے: ''لہٰذا انہوں نے یعنی پوپ ہربرٹ اور اس کے ساتھ اندلس میں عرب علماء سے علم حاصل کرنے والے عیسائیوں نے اس وقت جو دیوانی یا فوجداری قوانین فقہ اسلامی سے اَخذ کئے یہ وہی قوانین تھے جنہیں انہوں نے جدید رومی قانون سے موسوم کیا تھا۔'' (فقہ اسلام بحوالہ تاریخ کلیساء)

(۲) ''ہدایہ'' کی شرح ''النہایہ'' کے حواشی میں ابوالولید عبداللّٰه نے جو بیان کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ رومی قوانین فقہ اسلامی سے مستفاد ہیں۔ ابوالولید اس حاشیہ میں بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے طلباء جو اندلس کے شہر غرناطہ میں تحصیل علم کے لئے آتے تھے فقہ اسلامی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری میں ان کے ملکی قوانین بہت خراب تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی قوانین ان کے ممالک میں رائج ہوں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنے طور پر مرتب کرلیا تھا اور اپنے ملک کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی کرلی تھی۔ (فقہ الاسلام ۵۲۸)

(۳) مِلَل و اَدیان کا تقابلی مطالعہ کرنے والے عُلماء مذاہب عالم، مورخین اور اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ قانون روما کوئی مکمل قانون نہیں ہے۔ دورِ اوّل میں وہ صرف بارہ تختیوں پر تحریر تھا۔ گیارھویں صدی کی چوتھی دہائی کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی اثرات سے اس میں توسیع کی گئی رفتہ رفتہ اس کی ضخامت میں اضافہ ہوا پھر بھی وہ جملہ حقوق انسانی اور اس کی قانونی ضرورتوں کا کفیل نہ ہوسکا نہ آج تک اس میں اتنی وسعت پیدا ہوسکی کہ وہ انسانی معاشرہ کی جملہ انواع واقسام اور عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرسکے اور انفرادی واجتماعی حقوق انسانی کا تحفظ کرسکے۔ وہ ایک محدود دائرے میں محدود ہے جس میں انسانی زندگی کی وسیع تر ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس میں انسانی زندگی کے جملہ امور و معاملات خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی و جماعتی حیات سے متعلق ہوں یا موت سے، صحت وتندرستی سے متعلق ہوں یا امراض واسقام اور ادویات و معالجات سے، حکومت و مملکت سے متعلق ہوں یا رعایا اور محکوموں سے، جنگوں سے متعلق ہوں یا صلح وامن سے، مفاد عامہ سے ان کا تعلق ہو یا شخصی وذاتی مفاد سے یا طہارت جسم، طہارت نفس اور طہارتِ فکر و خیال سے، غرض ہر شے کے فقہ اسلامی میں احکام بیان کئے گئے ہیں اور کسی بھی چیز کو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ یہ خصوصیت و امتیاز قوانین روما کو کہاں حاصل ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن وحدیث کی اپنی ایک زبان ہے۔ اپنا مخصوص اندازِ بیان ہے۔ اپنی اصطلاح ہے جو کسی دوسرے سے نہ مستعار ہے نہ مستفاد۔ رومی قوم قانون اور قوانین کا لفظ استعمال کرتی ہے جب کہ قرآن وحدیث اس لفظ کو

www.dawateislami.net

استعمال نہیں کرتے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی بجائے وہ اپنی اصطلاح استعمال کرتا ہے اور وہ ہے احکام، امرونہی، حرام وحلال، اثم ومعصیت اور حدود وشعائر وشرائع وغیرھا، فقہ اسلامی نے بھی قرآن و احادیث کی ان ہی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فقہ اسلامی قوانینِ روما سے قطعاً مستفاد نہیں۔ یہ مستشرقین کا خودساختہ خیال ہے اور اس خیال کے پردے میں وہ اپنی چوری اور کمزوری کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب لکھنے کا مقصد

(۱) میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ میں علماء فقہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کروں کہ انہیں مسائل بیان کرتے وقت اور کسی استفتاء کا جواب لکھنے میں کن کن اُمور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور یہ کہ مسائل شرعیہ بیان کرنے اور فتویٰ نویسی کے لئے معیارِ علم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اُن اکابر فقہاء ومجتہدین کی عظیم شخصیتوں کی معرفت بھی حاصل ہونی چاہئے جن کے اقوال وتصنیفات مستند اور مُفتیٰ بہا ہیں اور جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مَیں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت وفضائل کو خاص طور سے بیان کیا ہے اور ان کے مُعتمَد تلامذہ اور ان کی مستند تصنیفات سے بھی روشناس کرادیا ہے۔

(۲) قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴾ [1] ہے یعنی اس میں ہر شے کا بیان ہے اور یہ کہ دین ودنیا کی تمام خشک وتر چیزوں کا بیان قرآنِ مبین میں ہے۔ ﴿ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [2]

اس سلسلہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ اس امر کی وضاحت کروں کہ ہمارے اکابر فقہائے کرام خصوصاً مجتہدین فقہ نے فقہ اسلام مدون ومرتب فرما کر قرآن مجید کے اس دعویٰ کو بقدرِ استطاعت ثابت کردیا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں طاقت بشری کے مطابق شمار واندازہ سے زیادہ اتنے مسائل واحکام بیان کردیئے ہیں کہ کوئی چیز بیان کرنے سے رہ نہیں گئی ہے۔ انہوں نے مسائل شرعیہ وفقہیہ میں اتنی کثیر تعداد میں اور اتنی ضخیم اور جامع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی صحیح تعداد بھی شمار میں نہیں پھر ان میں اتنے کثیر مسائل بیان فرمادیئے ہیں جن کا نہ کوئی شمار نہ حدونہایت، اُمتِ مسلم ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ فَجَزٰهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَا صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ اور جدید مسائل کا حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں کچھ ایسے اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن سے علمائے دین جدید مسائل کا علم حاصل کرسکیں۔ ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے میں نے علمائے فقہ کے لئے اُن میں سے

---

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: (اس قرآن پاک میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (پ۱۴، النحل:۸۹)

2 ......ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ۷، الانعام:۵۹)

www.dawateislami.net

کچھ بیان کئے ہیں تاکہ ہمارے علماء کو سہولت ہو اور یہ سب کچھ فیضان ہے میرے اساتذہ خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور میرے اکابر کا جن کے فیوض و برکات سے میں اس قابل ہوسکا کہ یہ تصنیف پیش کرسکوں ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ [1]

اصحابِ علم وعلمائے کرام سے گزارش ہے کہ اس تصنیف میں میری کم مائیگی اور بے بضاعتی کی وجہ سے جو کوتاہیاں اور خامیاں ہوں ازراہ کرم ان پر مجھے مطعون نہ کریں اور ہدف ملامت نہ بنائیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اصلاح فرمادیں اور میرے لئے دعائے خیر واستغفار فرمائیں ربّ کریم انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَاِلَيْهِ مَآبُ

وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَعَلٰى جَمِيْعِ عُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ آمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

اَلْفَقِيْرُ الْعَبْدُ اِلَى اللّٰهِ الصَّمَد

العبد الضعیف ظہیر احمد زیدی القادری

ابن السید دائم علی زیدی غفرلہ ولوالدیہ

متوطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور محلّہ سیدواڑہ ساکن حال

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ

مورخہ ۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۱ء یوم چہارشنبہ

---

1 ......فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ''میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔''

جنتی اعرابی

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم)! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہوجاؤں؟'' تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالٰی کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔'' یہ سن کر اعرابی نے کہا ''اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔'' پھر جب وہ اعرابی لوٹا تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: ''جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، الحدیث:۱۳۹۷، ج۱، ص ۴۷۲)

www.dawateislami.net

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ يَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَيۡرِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ

سَيِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ اَمَّابَعۡدُ:

اسلام اور علم کی اہمیت

دنیا کے تمام مِلَل و اَدیان میں صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کو یہ فخر و شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے ہر ماننے والے کے لئے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ سب سے پہلی وحی جو رسولِ کل وسید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ یہی ہے۔ اقرأ (پڑھو) یعنی علم حاصل کرو۔ پہلی وحی یہ ہے۔

﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ ﴾ (1)

ترجمہ: پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا فرمایا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھا دیا جو نہ جانتا تھا۔

آیتِ کریمہ کا ایک ایک لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اسلام میں علم کی اہمیت کس درجہ ہے کہ ایک ہی مقام پر دوبار علم حاصل کرنے کا حکم دیا پھر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ یہ اس کا کرم ہے اس نے انسان کو علم بھی عطا فرمایا اور لکھنا بھی سکھایا۔ علم حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد قرآن نے دیگر جگہ علم حاصل کرنے والوں اور اہلِ علم کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی اور جہالت کی سخت مذمت بیان فرمائی صاف صاف الفاظ میں فرمادیا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ فرمایا:

﴿ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ ﴾ (2)

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

مطلب یہ کہ ہرگز ہرگز عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ جاہل تو کندۂ ناتراش ہے اور علماء کو کتابِ الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث بنایا گیا ہے۔

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب التفسير، سورة (اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ)، باب ١، الحديث: ٤٩٥٣، ج٣، ص ٣٨٤.
پ ٣٠، العلق: ١ ـ ٥.

2 ...... پ ٢٣، الزمر: ٩.

www.dawateislami.net

قرآن فرماتا ہے:

﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَاۚ ﴾ (1)

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے منتخب اور چنیدہ بندوں کو قرآن کا وارث بنایا۔

یعنی کہ اولاً کتاب ہم نے اپنے پیارے رسول اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل فرمائی اور انہیں ماکان و ما یکون کا علم (2) عطا فرمایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ" بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی ان کی وراثت تو علمِ الٰہی اور علمِ دین ہے تو جو اِسے پالے گا وہ علم کا بڑا حصہ پالے گا۔ (3)

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں فرمایا۔

﴿ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ ﴾ (4)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے والوں کو اور ان ایمان والوں کو جو تم میں سے علم دیئے گئے درجوں بلند فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایمان لانے کا دارومدار بھی علم و معرفت ہی پر ہے اور پھر ایمان لانے کے بعد مزید علم حاصل کرنا درجوں بلند ہونے کا سبب ہے یہ رفعت و بلندی، یہ عظمت و فضیلت ہرگز کسی جاہل، بے علم و بے شعور کا نصیب نہیں ہو سکتی۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح میں علم کی اہمیت کے اِظہار کے لئے نیز ایک مسلمان کو سچا اور پختہ مسلمان ہونے کے لئے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (5) وَمُسْلِمَةٍ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ إِلَى اللَّحْدِ (6) علم حاصل کرو پیدائش سے لے کر قبر میں جانے تک۔

اور فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّیْنِ (7)

---

1 ...... پ ۲۲، فاطر: ۳۲.

2 ......یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم۔

3 ......"جامع الترمذی"، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه ... إلخ، الحدیث: ۲۶۹۱، ج ٤، ص ۳۱۲.

4 ...... پ ۲۸، المجادلة: ۱۱.

5 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب السنة، باب فضل العلماء إلخ، الحدیث: ۲۲٤، ج ۱، ص ۱٤٦.

6 ......ہمیں یہ روایت بطورِ حدیثِ رسول کہیں بھی نہیں ملی، البتہ روح البیان میں "وارد ہوا ہے" کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے، لیکن "وارد ہوا ہے" کے الفاظ سے حدیث کا اشارہ نہیں ملتا لہٰذا اسے حدیثِ رسول نہ کہا جائے۔...**علمیه**

"روح البیان"، الجزء الخامس عشر، سورة الکهف، تحت الآیة: ٦٦، ج ٥، ص ۲۷٤.

7 ...... "الجامع الصغیر"، الحدیث: ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ص ۷۲.

www.dawateislami.net

علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین تک جانا پڑے۔

ان تمام آیات اور احادیث سے بلا شک وشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے علم حاصل کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دی ہے اور اسلام قطعاً یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بھی مسلمان خود کو علم سے محروم رکھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور جس کو حاصل کرنے کا پیدائش سے لے کر موت تک حکم دیا گیا ہے اور اگر اس کے حصول میں چین جیسے دور دراز ملک میں جانے کی مشقت اور تکلیف بھی اٹھانا پڑے تو ضرور اٹھائے مگر علم حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ کیونکہ اول تو علوم کی تعداد ہی شمار سے باہر ہے پھر ہر علم کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن، تو اگر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جائے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگی، یعنی یہ ایسا حکم ہوگا جس کا پورا کرنا انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہوگا اور شریعت ہرگز ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو انسان کی قوت واستطاعت سے باہر ہو۔ نہ ہی اس حکم کا یہ مطلب ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ کوئی سا بھی علم ہو کیونکہ بہت سے علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا شریعت حرام یا ناجائز قرار دیتی ہے۔ بلکہ بعض علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا کفر ہے۔ یعنی جو علوم انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں فسق و فجور اور معصیت الٰہی میں مبتلا کریں، ان کا حاصل کرنا سخت حرام ہے اور جو علوم انکار خدا اور کفر و الحاد وغیرہ میں مبتلا کردیں، ان کا حاصل کرنا کفر ہے۔ تو حدیث پاک میں جس علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے اس سے مراد نہ کلی علوم ہیں اور نہ یہ کہ کوئی سا بھی علم حاصل کرو تو لازمی طور سے اس علم سے وہی علم مراد ہوسکتا ہے جو انسان کو حق وصداقت کی طرف لے جائے۔ شرک وکفر اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور اللّٰہ کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ بنائے کیونکہ اسلامی تعلیمات اور بعثت و رسالت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اس کی وحدانیت کا اقرار کرے، کفر وشرک اور ہر قسم کی گمراہی ومعصیت سے بچے، اپنے رب کے احکام سے واقفیت حاصل کرے تاکہ ان پر عمل کرکے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے اور انسانی معاشرت کو پاک وصاف بنائے اور ایسا علم سوائے علم شریعت وعلم دین کے کوئی دوسرا علم نہیں ہوسکتا۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ صرف علمِ دین ہے باقی علوم فرض کا درجہ نہیں رکھتے۔ اگر وہ گمراہی کی طرف نہیں جاتے تو ان کا حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ علمِ دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ ''مشتے نمونہ از خروارے'' یہ چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ (1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا:

---

1 ......یعنی علم کی فضیلت میں احادیث بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں لیکن یہاں بطورِ نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

www.dawateislami.net

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا إِلَی الْجَنَّةِ

جس نے تلاشِ علم کی راہ اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادے گا۔ رواہ مشکوٰۃ(1)

حضرت ابو درداء کی روایت میں اس حدیث میں مزید تفصیل ہے اس میں مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہ ''ملائکہ علم حاصل کرنے والے کی رضا اور خوشی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر کی تہہ کی مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی عظمت اور علو مرتبت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے ماہِ تمام کو باقی تمام ستاروں پر۔(2)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلٰی أَدْنَاکُمْ

عالم کو عابد پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی مجھے تمہارے کمتر درجے کے آدمی پر۔ رواہ مشکوٰۃ(3)

ابوداوٗد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عَمْرو(4) رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ آيَةٌ مُّحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَاسِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ فَضْلٌ(5)

یعنی یہ کہ علم دین تین چیزیں ہیں: (۱) قرآن پاک کی آیات محکمہ جو منسوخ نہیں ہیں (۲) صحیح و ثابت شدہ احادیث (۳) وہ احکام جو قیاس و اجتہاد سے مستنبط ہوں اور جو ان کے علاوہ علوم ہیں وہ مد زائد ہیں۔ یعنی علم دین اور علم شریعت تو یہی تین علوم ہیں۔ رہے دیگر علوم تو ان کا حاصل کرنا اگر جائز بھی ہو وہ علمِ شریعت میں داخل نہیں مد زائد میں شامل ہیں کہ اگر کسب معاش کے لئے کوئی علم حاصل کیا جائے اور اس کا حاصل کرنا شرعاً ممنوع نہ ہو اور وہ حاصل کیا جاتا ہے، وہ ایک مد زائد ہے۔ ان تفصیلات سے ان حضرات کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ حدیث: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ(6) میں طلب العلم سے مراد کوئی سا بھی علم حاصل کرنا ہے اگر ایسا ہو تو پھر قرآنِ پاک کا نزول اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

---

1 ...... سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳، ج۱، ص۱۴۵.

2 ...... "جامع الترمذی"، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العباد، الحدیث: ۲۶۹۱، ج۴، ص۳۱۲.

3 ...... المرجع السابق، الحدیث: ۲۶۹۴، ج۴، ص۳۱۳.

4 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر "عبداللہ بن عمر" رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "ابوداوٗد اور ابن ماجہ" میں "عبداللہ بن عَمْرو" رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... علمیه

5 ...... "سنن ابن ماجه"، کتاب السنة، باب إجتناب الرأی والقیاس، الحدیث: ۵۴، ج۱، ص۴۱.

و"سنن ابی داؤد"، کتاب الفرائض، باب (ماجاء) فی تعلیم الفرائض، الحدیث: ۲۸۸۵، ج۳، ص۱۶۴.

6 ...... "المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۰۴۳۹، ج۱۰، ص۱۹۵.

و"روح البیان"، الجزء الحادی عشر، سورة التوبة، تحت الآیة ۱۲۲، ج۳، ص۵۳۶.

www.dawateislami.net

کے ارشادات یعنی ذخیرۂ حدیث بے مقصد ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ نزول قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے احکام اس کے بندوں تک پہنچیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم ان کی تشریح وعملی تفسیر بیان کریں تا کہ امت ان کا علم حاصل کرے اور ان پر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے عمل پیرا ہو۔

فقہ کیا ہے؟

لغت میں فقہ کے معنی ہیں کسی شے کا جاننا پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہو گیا۔ علماء اُصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے جس میں احکامِ شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ علم فقہ نام ہے احکامِ شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کر کے ان کو حفظ کر لینا اور اہل حقیقت و معرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے علم احکام شریعت کو عمل میں لانا۔ بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔[1] (درمختار وردالمحتار)

فقہ کی ضرورت

فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ فقہ کا مطلب احکام و مسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔ سید الکل، ختم الرسل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقاصد بعثت ہی میں اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ ﴾[2]

یقیناً اللہ تعالٰی نے مومنین پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان میں انہیں کے نفوس میں سے ایک عظمت والا رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (یعنی احکامِ الٰہیہ بیان کرتا ہے) اور ان کا تزکیۂ نفس فرماتا ہے اور ان کو کتاب (یعنی قرآنِ پاک) اور حکمت و دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے اپنے فضل وکرم خاص سے مومنین پر یہ انعام واحسان فرمایا کہ اپنے احکام ومرضیات اور اپنی کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے اپنا ایک عظمت والا رسول بھیجا تا کہ وہ تمہارے سامنے اللہ تعالٰی کے احکام بیان فرمائے اور

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، المقدمة، ج۱، ص۹۷، ۱۰۰.

2 ...... پ ٤، آل عمران: ١٦٤.

www.dawateislami.net

ان پر عمل کرا کے تمہارے نفوس کو پاکیزہ تر بنائے۔اور احکامِ الٰہیہ کے جاننے کا نام ہی فقہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللّٰہ عزوجل نے مقصدِ رسالت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپ کی مقدس ذات کی عظمت ورفعت کو بھی بیان فرمایا جس کا اظہار لفظ "مَنَّ" سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں تمام امت کو یہ حکم دیا کہ ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ ﴾ [1]

جو کچھ تمہیں عظمت والے رسول دیں وہ لے لو (یعنی اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے یہ تمہیں روکیں منع فرمائیں اس سے باز رہو (یعنی اس پر عمل نہ کرو اس سے رک جاؤ)۔

اس آیت سے بھی مراد احکام الٰہی ہی ہیں اور انہیں کا دوسرا نام علم فقہ ہے۔ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خطاب کرکے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗؕ ﴾ [2]

اے رسول (صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم)! جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے تم اس کی تبلیغ کردو یعنی دوسروں تک پہنچادو اور اگر تم نے یہ نہ کیا اور پیغام الٰہی کو امت تک نہ پہنچایا تو تم نے کار رسالت کو [3] انجام نہ دیا۔"

خلاصہ کلام یہ کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید الکائنات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی بعثت وتشریف آوری کو احسانِ عظیم قرار دیا اور احکامِ الٰہی اور کتاب وحکمت کی تعلیم اور ان پر عمل کرکے تزکیۂ نفس کرنا مقصدِ رسالت بیان فرمایا۔امت کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعلیمات کو حاصل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے پھر جو ان احکام الٰہیہ پر عمل کرے آپ کی اتباع اور اللّٰہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس کے لئے فوزِ عظیم کی خوشخبری سنائی،فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [4]

اور جو اللّٰہ جل وعلا اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم فقہ حاصل کیے بغیر نہ اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاسکتی ہے نہ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی فرمانبرداری اور اتباع کی جاسکتی ہے نہ حکمت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ تزکیۂ نفس،اس لئے علم فقہ تمام امت کے لئے ایک لازمی ضرورت ہے جو اسے حاصل کرے گا وہ فائز المرام ہوگا اور جو اس سے جاہل ونابلد رہے گا اسے اپنے ایمان کو قائم رکھنا اور اس کی

1 ......پ ۲۸،الحشر:۷.
2 ......پ ٦،المآئدہ:٦٧.
3 ......یعنی رسالت کے کام کو۔
4 ......پ ۲۲،الأحزاب:۷۱.

www.dawateislami.net

حفاظت کرنا بھی مشکل ہے۔اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ لازمی طور پر فقہ کا علم حاصل کرے کُل نہ سہی تو بقدر ضرورت ہی فقہ کا علم حاصل کرے تا کہ اپنے ایمان کا تحفظ تو کر سکے۔

علم فقہ کی فضیلت

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل سے[1] بہتر ہے۔[2] (خلاصہ از درمختار) صاحب ملتقط نے حضرت امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے حلال وحرام اور احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کا علم حاصل کرنا چاہیے اس کے مقابلے میں اسے دیگر علوم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے صرف ان ہی میں انہماک مناسب ہے۔[3]

تمام علوم میں علم فقہ ہی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ اشرف واعلیٰ ہے۔کسی صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوعِلْمٍ بِعِلْمٍ فَعِلْمُ الْفِقْهِ أَوْلٰى بِاعْتِزَازٍ
فَكَمْ طِيبٍ يَّفُوحُ وَلا كَمِسْكٍ وَكَمْ طَيْرٍ يَّطِيرُ وَلا كَبَازِي[4]

مطلب:

جب کوئی ذی علم کسی علم سے عزوشرف حاصل کرنا چاہے تو صرف علم فقہ ہی کو یہ عظمت حاصل ہے کہ اس سے عزوشرف حاصل کیا جائے کیونکہ خوشبوئیں تو ساری مہکتی ہیں لیکن مشک جیسی کوئی خوشبو نہیں اور پرندے تو سب ہی اڑتے ہیں لیکن ہر ایک کا اڑنا باز جیسا نہیں ہے۔

علم فقہ کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کو لفظ ''خیر'' سے تعبیر فرمایا جو کسی شے کی مدح میں ایک جامع اور وسیع المفہوم لفظ ہے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾[5]

یعنی جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔ارباب تفسیر نے لفظ حکمت کی تفسیر فقہ سے فرمائی ہے اس تفسیر کی روشنی

---

1 ......یعنی رات کی عبادت سے۔

2 ......''الدرالمختار''،المقدمۃ،ج۱،ص۱۰۱.

3 ......''الملتقط''،کتاب المخارج،باب الفوائد والحکایات،ص۴۵۹.

4 ......''الدرالمختار''، المقدمۃ، ج۱،ص۱۰۳.

5 ...... پ۳، البقرہ:۲۶۹.

www.dawateislami.net

میں علم فقہ خیر کثیر ہے اور فقہائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے حضور شافع یوم النشور، شارع علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ[1] اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

علامہ ابن نجیم ''الاشباہ والنظائر'' میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندوں سے ہر شے کے بارے میں سوال کیا جائے گا لیکن علم نافع جو موصل اِلَی اللّٰہ ہو اور حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ آفات نفس سے بچنے کے لئے حاصل کیا گیا اور اس کے بارے میں کوئی سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ خیر محض ہے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو اٹھائے گا پھر فرمائے گا: اے علماء میں نے تمہیں اپنا علم نہیں دیا مگر اس لئے کہ میں تمہیں جانتا تھا اور میں نے تمہیں اپنا علم اس لئے نہیں دیا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔[3]

یہ وہ لوگ ہیں جن کا علم و عمل خالصتاً لوجہ اللہ ہے اور جنھوں نے ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾[4] کے مقتضی کو سمجھا اور اس پر عمل فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے علماء صالحین سے قیامت میں ان کے علم سے متعلق سوال اس لئے بھی نہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو دعا کرنے کا حکم دیا ﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾[5] اے رب تو مجھے علم عظیم عطا فرما کر درجات بلند فرما۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب سے اور آپ کی اتباع میں آپ کی امت سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا طالب ہے اس لئے یہ اس کی شان کرم نہیں ہے کہ یہ حکم دینے کے بعد پھر علماء سے ان کے علم کے بارے میں سوال کرے۔ اس لئے فقہ کی مدح وثناء اور اس کی فضیلت میں کہا گیا ہے۔

وَخَیْرُ عُلُوْمٍ عِلْمُ فِقْهٍ لِاَنَّهٗ   یَکُوْنُ اِلٰی کُلِّ الْعُلُوْمِ تَوَسُّلا

فَاِنَّ فَقِیْهًا وَّاحِدًا مُّتَوَرِّعًا   عَلٰی اَلْفِ ذِیْ زُھْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلٰی[6]

ترجمہ: تمام علوم کے مقابلہ میں علم فقہ ہی سب سے بہتر علم ہے کیونکہ یہی علم تمام عظمتوں اور بلندیوں کے لئے وسیلہ و

---

1 ...... "صحیح البخاری"، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ بہ...إلخ، الحدیث: ۷۱، ج ۱، ص ۴۲.

2 ...... "الأشباہ والنظائر"، الفن الثالث: الجمع والفرق، فائدہ: کل شیئ یسأل عنہ...إلخ، ص ۳۳۸.

3 ...... "المعجم الأوسط"، الحدیث: ۴۲۶۴، ج ۳، ص ۱۸۴.

و "إحیاء علوم الدین"، کتاب العلم، الباب الأول فی فضل العلم...إلخ، ج ۱، ص ۲۲،

4 ...... پ ۳۰، البینۃ: ۵.

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

5 ...... پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۴.

ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

6 ...... "الدر المختار"، المقدمۃ، ج ۱، ص ۱۰۳.

www.dawateislami.net

ذریعہ ہے بلاشبہ ایک صاحب ورع وتقویٰ فقیہ ہزار عابدوں، زاہدوں پر فضیلت وبلندی رکھتا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم و معرفت کی عظمتوں کے حامل ہیں:

مَا الْفَضْلُ إِلَّا لِأَهْلِ الْعِلْمِ انَّهُمْ عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى أَدِلَّاءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهُ وَالْجَاهِلُوْنَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَعْدَاءُ

فَفُزْبِعِلْمٍ وَّلَا تَجْهَلْ بِهٖ أَبَداً اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَأَهْلُ الْعِلْمِ أَحْيَاءُ [1]

مطلب:

فضل وشرف تو صرف علمائے شریعت کے لئے ہی ہے کیونکہ یہی علماء رشد وہدایت چاہنے والوں کی ہدایت کے راہ نما ہیں۔ ہر شخص کی قدر وقیمت اس کے حسن عمل سے ہے اور جاہل وبے علم لوگ اہلِ علم کے دشمن ہیں۔ پس تم حصول علم میں کامیابی حاصل کرو اور جہالت سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ اہلِ علم حیات اَبدی پاتے ہیں اور جاہل عوام بحالت زندگی بھی مردہ ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّين) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔'' [2] اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْ لَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْاُمَرَاءُ [3] اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہوجاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر وضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علماء حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام

شرعی نقطۂ نگاہ سے حصولِ علم کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تو وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے جیسے عقائد اسلام کا علم کہ اگر وہ اسلام کے ضروری عقائد کو نہ جانے گا جو کہ اسلام کی بنیاد ہیں تو وہ کس طرح اسلام پر قائم رہے گا اور جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج جو اسلام کے پانچ ارکان سے ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے ان کے فرائض وواجبات اور ضروری مسائل کا علم، یہ علم کہ شریعت میں حلال کیا ہے اور اس چیز کا علم کہ کن کن چیزوں سے دین ختم اور برباد ہوجاتا ہے تاکہ ایسی چیزوں سے بچے اور دور رہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح طریقہ سے انجام دے اور متشابہات میں مبتلا نہ ہو

1 ...... ''الدرالمختار''، المقدمة، ج ۱، ص ۱۰۵.

2 ......''احياء علوم الدين''، كتاب العلم، الباب الأول فى فضل العلم...إلخ، ج ۱، ص ۲۰.

و''حلية الأولياء''، الحديث: ۸۲۳۵، ج ۶، ص ۱۸۵.

3 ......''الدرالمختار''، المقدمة، ج ۱، ص ۱۰۶.

www.dawateislami.net

جیسا کہ ''تبیین'' میں ہے کہ ''بلا شک وشبہ اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور علم الاخلاص کا حاصل کرنا بھی کیونکہ عمل کے صحت وثواب کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح حلال وحرام اور ریاء وسمعہ کا علم بھی کیونکہ اگر عمل میں ریاء شامل ہوجائے تو ہر عبادت بے روح اور عابد ثواب سے محروم ہوجاتا ہے اور عجب[1] وغرور اور حسد کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین کیونکہ یہ چیزیں بھی اعمال کو سوخت اور ضائع کردیتی ہیں اور بیع وشرا کا علم،[2] نکاح وطلاق اور دیگر معاملات کا علم ان لوگوں کو حاصل کرنا ضروری ہے جو ان معاملات سے متعلق ہوں اور محرمات الفاظ کا علم اور کفریہ کلمات کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔'' فرماتے ہیں: بخدا یہ اہم ترین چیز ہے اس زمانے میں محرمات الفاظ اور مُکَفِّر کلمات کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اب عوام بلا خوف وبلا جھجک ایسے الفاظ اور ایسے جملے بے تکلف بول دیتے ہیں جو انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں اور وہ اپنی غفلت، لا علمی اور بے توجہی سے ان کی خطرناکی کو نہیں سمجھتے اور اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہ روزانہ ہی اپنے ایمان کی تجدید کرلیا کریں کہ کہیں لاعلمی میں کوئی کفری کلمہ یا کفری عمل کا صدور تو نہیں ہوگیا۔[3]

دوسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں فرض کفایہ ہے یعنی جس کا حاصل کرنا اور بجالانا ضروری تو ہو مگر ہر فرد پر نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کرے بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اسے کرلیں گے تو مقصود حاصل اور فرض کی ادائیگی ہوجائے گی، باقی لوگ گنہگار اور تارک فرض نہ ہوں گے۔ ''تبیین'' میں فرض کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرض کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امور دنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغنا وصرف نظر نہ کیا جاسکے جیسے علم طب، علم لغت، علم قراءت، اسناد احادیث کا علم، وصایا وراثت کی تقسیم، کتابت، معانی وبدیع وبیان، معرفت، ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لئے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الاثار والاخبار، علم اسماء الرجال،[4] علم اسماء صحابہ ان کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور علوم صنعت وحرفت، فلاحت وکاشت وغیرہا یہ تمام علوم فرض کفایہ میں داخل ہیں۔[5]

تیسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شرعاً مندوب و مستحسن ہے اور وہ ہے فقہ میں تبحر ومہارت پیدا کرنا اور اس پر عبور حاصل کرنا، اور علم القلب میں مہارت پیدا کرنا۔ تبحر فی الفقہ کا مطلب یہ ہے کہ فقہ میں اس کی معلومات زیادہ سے زیادہ ہوں اور اس کی

---

1 ......خود پسندی۔ 2 ......یعنی خرید وفروخت کا علم۔

3 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ج۱، ص۱۰۷۔۱۰۸.

4 ......احادیث کے راویوں کے بارے میں جاننے کا علم۔

5 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ص۱۰۸.

www.dawateislami.net

گہرائیوں اور باریکیوں پر نظر رکھتا ہو اور اس سے متعلق دیگر علوم شرعیہ میں بھی اسے مہارت تامہ اور ملکہ حاصل ہو۔ علم القلب سے مراد علم الاخلاق ہے اور علم الاخلاق کا مطلب ہے کہ انواع فضائل اخلاق کون کون سی ہیں اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں اور رذائل اخلاق کی قسمیں کیا کیا ہیں اور ان سے بچنے اور محفوظ رہنے کے راستے کون کون سے ہیں۔[1]

چوتھی قسم:

علم کی وہ ہے جو حرام ہے جیسے فلسفہ کا وہ حصہ جس میں عالَم کے قدیم ہونے، خدا کا انکار کرنے، آسمانوں کے وجود کا انکار کرنے اور دیگر کفریات و محرمات کی تعلیم دی جاتی ہو لیکن اگر کوئی شخص اپنے اسلام کی پختگی کے ساتھ ان کا رد کرنے کے لئے اور لوگوں کو اس علم کی گمراہی سے بچانے کے لئے اس کا علم حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔ شعبدہ بازی، سحر، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت و گمراہی پیدا ہو ان سب کا حاصل کرنا حرام ہے اسی طرح علم تَـنْـجِیْـم[2] بھی ہے کہ اگر اس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے ماہ و سال، اوقات صلوٰۃ و سمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوۃ و حج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علم تـنـجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری و بری سفر میں راستوں کی شناخت کر سکو اس سے زیادہ نہیں۔'' علم نجوم اگرچہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا اس میں ظن و تخمین[3] یا حسابیات کو دخل نہ تھا وہ ایک روحانی قوت تھی جو منجانب اللہ عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا بعد میں لوگوں نے ظن و تخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو موثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔[4]

علم رمل[5] بھی انہیں علوم میں شامل ہے جن کا حاصل کرنا حرام ہے علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں کہ ''اس علم کا سیکھنا سخت حرام ہے کیونکہ اس علم سے عوام کے دماغوں میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس علم کا جاننے والا اللہ عالم الغیب کا شریک ہے۔''[6]

علم سحر، علم کہانت، علم الحروف اور علم الموسیقی وغیرہ بھی علوم محرمات میں داخل ہیں اور علم طبیعی کا وہ حصہ حرام علم میں داخل

---

1 ......''الدرالمختار''و''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب: فرض العین افضل من فرض الکفایة، ج۱، ص۱۰۸.

2 ......یعنی علم نجوم۔ 3 ......یعنی گمان و اندازہ۔

4 ......''الدرالمختار''و''ردالمحتار'' المقدمة، ج۱، ص۱۰۹۔۱۱۰.

5 ......ایک علم جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ سے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔

6 ......''الفتاوی الحدیثیة''، مطلب: ماحکم علم الرمل، ص۱۶۰.

www.dawateislami.net

ہے جوفلاسفہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جو اسلامی اعتقادات کو فاسد کرتے ہوں۔ جیسے عالَم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کہ یہ سراسر باطل اور کفر ہے۔ (1)

پانچویں قسم:

علم کی وہ ہے جو مکروہ ہے جیسے شعراء مولدین کے وہ عشقیہ اشعار جن میں عورتوں اور نوخیز نوجوانوں کے حسن، نازوادا، ان کے ہجر ووصال اور شراب وکباب کی باتیں ہوں یا لغوگوئی اور کذب بیانی ہو یا ان میں مسلمان کی ہجو کی گئی ہو جیسا کہ صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا، ایسے ہی اشعار کے لئے حدیث پاک میں ہے:"لأن یَّمْتَلِیءَ جَوْفُ أَحَدِکُمْ قَیْحًا خَیْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ یَّمْتَلِیءَ شِعْراً" یعنی تمہارے پیٹ میں قے بھری ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے ہوں۔"

عربی شعراء بلغا اور خطباء کے عربی ادب میں چھ طبقات بیان کیے گئے ہیں:

(۱)اَلْجَاهِلِیَّةُ الاولٰی (۲)اَلْمُخضَرَمُوْنَ (۳)اَلْإِسلامِیُّوْنَ (۴)اَلْمُوَلَّدُوْن (۵)اَلْمُحْدَثُوْنَ اور(۶)اَلْمُتَأَخِّرُوْنَ

ان میں سے پہلے تین طبقات کے بارے میں فقہائے اسلام فرماتے ہیں کہ ان تین طبقات کا کلام چونکہ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اور فصاحت و بلاغت اور جزالت (2) میں اس کا وہ مقام ہے کہ قواعد زبان عربی انہیں کے کلام سے مرتب کیے گئے اور قواعد عربیہ پر ہی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو سمجھنے کا دارومدار ہے اس لئے ان تینوں طبقات کے اشعار کی روایت اور ان کے ادب ولغت کی معرفت فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں۔" کلام جاہلیت کے معانی ومفاہیم اور مطالب ناپسندیدہ لغو اور خلاف شریعت اگر ہوں بھی تاہم الفاظ وتراکیب میں لسانی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں ہے اہلِ زبان کے نزدیک وہ نہایت فصیح وبلیغ اور مستند ہیں۔"(3) (ردالمحتار، ج۱، مقدمہ)

چھٹی قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا مباح ہے جیسے شعراء کے وہ اشعار جن میں نہ کسی مسلمان کی ہجو ہو نہ اس کی عزت وآبرو پر حملہ ہو نہ اس کا استخفاف یا تذلیل ہو اور وہ تمام علوم جن کے حصول میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو مباح علم کے زمرے میں آتے ہیں۔ (4)

بہرحال ان تمام علوم کی شرعی حیثیت ہمیں علم فقہ سے معلوم ہوئی اور یہ صرف علم فقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم کسی بھی علم کے

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار" المقدمة،ج ۱، ص ۱۱۰،۱۱٤.

2 ......فصاحت، روانی۔

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:في الكلام علی إنشاد الشعر،ج۱،ص۱۱٤ـ ۱۱٦.
و"فتح القدير"،كتاب الشهادات،باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل،ج٦،ص٤٨٢.
و"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب مايكره أن يكون الغالب علی الإنسان...إلخ، الحديث ٦١٥٤،ج٤،ص١٤٢.

4 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:في الكلام علی إنشاد الشعر،ج۱،ص۱۱٦.

www.dawateislami.net

جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کر سکتے ہیں اور یہ ہمارے فقہاء کرام ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں افعالِ مکلفین کے ہر ہر فعل کے جواز یا عدم جواز کو بیان فرمادیا ہے۔

ان کی فقہی خدمات نے یہ ثابت کردیا کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع نظام زندگی ہے جو انسانی حیات کے ہر پہلو کی اصلاح کرتا ہے اور قرآن پاک کا یہ فرمان: ﴿ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴾[1] یعنی قرآن کریم میں ہر شے کا بیان ہے ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ہے فقہ کی عظمت وفضیلت "الاشباہ والنظائر" میں ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر وثواب محدث سے کم نہیں ہے۔[2] بلکہ درحقیقت فقیہ قرآن، حدیث تفسیر اور فقہ کا جامع ہوتا ہے۔ "اشباہ" میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ جب اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے کیا اور کتنا ثواب دے گا اور اللہ اسے کیا کیا صفات حمیدہ عطا فرمائے گا کیونکہ ارادہ الٰہی مغیبات میں سے ہے مگر فقہائے کرام اس ارادہ کو جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بنادیتا ہے۔[3]

شارح مسلم شریف امام نووی فرماتے ہیں "حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا تمام علم ان چھ حضرات میں تھا سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت ابی بن کعب، سیدنا حضرت ابودرداء، حضرت زید اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم[4] (تقریب از ردالمحتار ج ۲/۳۴)

علماء محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابویوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نوسونناوے ۹۹۹ ہے آپ کے ہی تلامذہ میں سے

---

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ۷، الانعام: ۵۹)

2 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۰.

3 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۷.

و"صحیح البخاری"، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ ... إلخ، الحدیث: ۷۱، ج ۱، ص ۴۲.

4 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول ... إلخ، ج ۱، ص ۱۲۱.

www.dawateislami.net

امام شافعی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیوہ ماں سے عقد کرلیا تھا اور امام شافعی علیہ الرحمہ ہی کو اپنا تمام مال اور کتب خانہ دے دیا تھا۔ امام شافعی کے فقیہ و مجتہد ہونے کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب یہی ہے خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ واصحاب (رحمھم اللہ تعالٰی) کا دامن تھام لینا چاہیے کیونکہ حقائق ان پر منکشف کردیئے گئے ہیں اور معانی، مفاہیم تک رسائی ان کے لئے سہل بنادی گئی ہے پھر فرمایا واللہ میں ہرگز فقیہ نہ ہوتا اگر میں محمد بن الحسن شیبانی کا دامن نہ تھام لیتا اور ان کی کتابیں میرے پاس نہ ہوتیں۔

حضرت اسمٰعیل بن ابی رجاء فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو خواب میں دیکھا میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالٰی نے میری مغفرت فرمادی اور فرمایا اگر میں تجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا تو یہ علم تجھے نہ دیتا۔ حضرت اسماعیل نے دوسرا سوال کیا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کہاں ہیں جواب میں فرمایا ہم سے دو درجہ اوپر، پھر میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں سوال کیا فرمایا: وہ تو بہت ہی بلند اعلٰی علیین میں ہیں۔

صاحبِ درمختار علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا اعلٰی علیین میں ہونا قطعاً تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ اس درجہ عابد وزاہد، متقی اور صاحب ورع تھے کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اپنے رب (عزوجل) کا سو بار خواب میں دیدار فرمایا، آپ نے اپنے آخری بار حج میں حِجَبَۃُ الْکَعْبَہ (محافظین کعبہ) سے کعبہ کے اندر داخل ہوکر اندرون عمارت کعبہ نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ اندر داخل ہوئے اور دو ستونوں کے درمیان عالمِ شوق میں صرف داہنے پیر پر کھڑے ہوکر بایاں پیر سیدھے پیر کے اوپر رکھ لیا یہاں تک کہ اسی حالت میں قرآن پاک نصف پڑھ لیا پھر رکوع وسجدہ کیا دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہوکر داہنا پیر اٹھا کر بائیں پیر پر رکھا اور نصف آخر قرآن پاک ختم فرمایا، جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو بے ساختہ روتے ہوئے اپنے رب (عزوجل) سے مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے معبود! اس کمزور وضعیف بندے نے تیرا کچھ بھی حقِ عبادت ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت حاصل کرنے میں حق معرفت ادا کیا پس تو اس کے حقِ عبادت کی ادائیگی میں نقصان کو اس کے کمال معرفت کے بدلے بخش دے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے ایک گوشہ سے یہ غیبی آواز آئی: اے ابوحنیفہ! بے شک تو نے حقِ معرفت ادا کیا اور ہماری عبادت کی اور بہترین عبادت کی یقیناً ہم نے تیری مغفرت فرمادی اور اس کی بھی جس نے تیری اتباع کی اور جس نے تیرا مسلک اختیار کیا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالٰی) سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس بلند مقام پر کیسے پہنچے آپ (رحمہ اللہ تعالٰی) نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور جو مجھے نہیں آتا تھا اس میں دوسروں سے استفادہ کرنے سے میں کبھی نہیں رکا۔ (1)

1 ......"الدر المختار"، المقدمۃ، ج ۱، ص ۱۲۰۔۱۲۷.

www.dawateislami.net

امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی روایت یہ ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے علم کا یہ درجہ کس طرح حاصل کیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمایا کہ میں نے علم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور بیش از بیش شکر الٰہی ادا کیا کہ جب بھی مجھے کسی چیز کی فہم ملی اور علم و حکمت حاصل ہوا تو میں نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالٰی میرا علم زیادہ فرماتا رہا۔ (1)

مسافر بن کرام یا بقول امام شامی مِسعر بن کِدام کہتے ہیں جس نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کو اپنے اور اللہ (عزوجل) کے درمیان میں لے لیا مجھے اُمید ہے کہ پھر اسے کوئی خوف نہ رہے گا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھ پر فخر فرمایا اور میں اپنی اُمت میں سے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (تقدمہ شرح مقدمہ ابی اللیث) علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ لیکن "اَلضِّیَاءُ الْمَعْنَوِی" میں ابن جوزی کے اس قول کو تعصّب پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ حدیث متعدد اور مختلف طریقہ پر روایت کی گئی ہے۔ (2)

علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَان فِیْ تَرْجَمَةِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَان" میں فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے حالات، کرامات اور اخلاق و سیرت جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ آپ کی عظیم بلند شخصیت اس امر سے بے نیاز ہے کہ آپ کے فضائل میں موضوع احادیث کا سہارا لے۔ نیز فرمایا کہ جو چیز آپ کی عظمتِ شان اور علو مرتبت کے لئے استدلال کا کام دیتی ہے وہ یہ حدیث ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ۱۵۰ھ میں زینتِ دنیا اٹھائی جائے گی۔ شمس الائمہ کردری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات پر محمول ہے کیونکہ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ (3)

علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ اور احادیث صحیحہ بھی آپ کی شان میں وارد ہیں جو آپ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، اور شیرازی و طبرانی قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس معلق ہوتا تو بھی

---

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول... إلخ، ج۱، ص ۱۲۷.

2 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج۱، ص ۱۲۷۔۱۲۹.

3 ......"مسندأبي يعلى"، مسند عبدالرحمن بن عوف، الحديث: ۸۴۸، ج۱، ص ۳۵۲.

و"الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان"، المقدمة الثالثة، ص ۲۵ .

www.dawateislami.net

ابنائے فارس اسے حاصل کرلیتے۔[1] اورطبرانی کے لفظ بروایت قیس یہ ہیں کہ عرب اسے نہ پائیں گے ابنائے فارس ضرور حاصل کرلیں گے۔[2] روایت مسلم ابوہریرہ سے ہے: اگرایمان ثریا کے پاس ہوتا تو بھی ابنائے فارس جاتے حتی کہ اسے حاصل کرلیتے۔[3] اورروایت شیخین میں[4] حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگردین ثریاپرمعلق ہوتا تو بھی فارس کاایک شخص اس کوحاصل کرلیتا۔[5] اورفارس سے مراداس کے مشہورشہر نہیں ہیں بلکہ عجمی قوم مراد ہے اوروہ فارس کے لوگ ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت ہے، "خَيْرُ الْعَجَمِ فَارِسٌ"[6] اورامام ابوحنیفہ کے دادافارس ہی سے تھے،اکثرعلماء کی یہی تحقیق ہے[7]

علامہ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے اصل ہے صحیح ہے اس پراعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشارہ حضرت امام ابوحنیفہ(علیہ الرحمۃ) کی طرف ہے اور"حاشیه شَبْرَامَلِّسِيُّ عَلَى الْمَوَاهِبُ"میں علامہ شامی جوکہ حافظ سیوطی کے تلمیذ ہیں،فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا یہ جزم کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ)مراد ہیں یہ وہ جزم و یقین ہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ایک ناقابل انکارحقیقت ہے کہ ابنائے فارس میں آج تک کوئی فرد بھی علم کی اس بلندی اورمقام پرنہیں پہنچا جس پرامام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔[8] علامہ جرجانی امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب میں بحوالہ سند حضرت سہل بن عبداللہ التستری(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ)روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اگرامت موسٰی اورعیسٰی میں امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) جیسے ہوتے تو ان کی اُمت یہود اورنصاری نہ بن سکتی۔[9]

---

1 ......"صحیح مسلم"،کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم،باب فضل فارس،الحدیث:٢٣٠-(٢٥٤٦)،ص١٣٧٨.
و"کنزالعمال"،کتاب الفضائل،القبائل وذکرهم،الحدیث:٣٤١٢٦،ج١٢،ص٤٢.

2 ......"المعجم الکبیر"، ما أسند قیس بن سعد،الحدیث:٩٠٠،ج١٨،ص٣٥٣.
و"کنزالعمال"،کتاب الفضائل،القبائل وذکرهم،الحدیث:٣٤١٢٤،ج١٢،ص٤٢.

3 ......"صحیح مسلم"،کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم ، باب فضل فارس،الحدیث:٢٣٠،٢٣١-(٢٥٤٦)،ص١٣٧٨.

4 ......یعنی بخاری ومسلم میں۔

5 ......"صحیح مسلم"،کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالی عنهم ، باب فضل فارس، الحدیث:٢٣٠-(٢٥٤٦)،ص ١٣٧٨.
و"کشف الخفاء"،حرف الواو،الحدیث:٢٢٢٩،ج٢،ص٣١٣.

6 ...... "فردوس الاخبار"، الحدیث ٢٧١٤، ج١، ص ٣٦٦.

7 ......"الخیرات الحسان"، فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، المقدمة الثالثة،ص٢٣-٢٤.

8 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٠.

9 ......"الدر المختار"، المقدمة،،ج١،ص١٣١.

www.dawateislami.net

یعنی اُن کی امت میں اس طرح کے عقائد ضالہ باطلہ داخل نہ ہوسکتے اگران امتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) جیسا روشن دماغ، صاحبِ فہم وادراک، صاحبِ عقل وبصیرت، علوم دینیہ کا ماہر وکامل، صاحبِ صدق وصفا اور عارف بالحق ہوتا تو وہ ان کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ ضالہ کا رد کرتا اوران امتوں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روک دیتا۔[1]

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب اور کمالات احاطہ شمار سے زیادہ ہیں سبط ابن جوزی نے دوبڑی جلدوں میں ان مناقب کو بیان کیا ہے اوران کا نام ''اَلا نتصار لِإمَامِ آئمَّةِ الأ مْصار'' رکھا۔[2] جن علماء عظام نے آپ کے فضائل ومناقب میں تصنیفات کیں اور آپ پرحاسدوں کی طرف سے کئے جانے والے (اعتراضات کے)[3] جوابات دیئےان میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔ انہوں نے''تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَة'' تصنیف کی اور علامہ ابن حجر المکی الشافعی نے جو کتاب لکھی اس کا نام ''خَیْرَاتُ الْحَسَان'' رکھا جس کا ذکر کچھ ہی پہلے کیا جاچکا ہے۔ اسی موضوع پر علامہ یوسف ابن عبدالہادی کی کتاب ''تَنْوِیْرُ الصَّحِیْفَة'' ہے اس میں علامہ یوسف بن عبدالہادی نے ابن عبدالبر کا یہ قول بیان کیا: ''حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی شان میں کوئی برا لفظ ہرگز نہ کہا جائے اور نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق یا موافقت کی جائے جو آپ کی شان میں بدگوئی کرے بخدا میں نے آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے زیادہ افضل، متورّع اور آپ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ آگے چل کر مزید فرمایا کہ کوئی شخص خطیب کے کلام سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے خلاف لکھا ہے، دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب تو بہت سے علماء کے خلاف شدید عصبیت کا شکار ہیں، نہ ان کی عصبیت سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) محفوظ رہے، نہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نہ ان کے اصحاب، انہوں نے سب ہی پر بھرپور حملے اور تنقیدیں کی ہیں۔ خطیب کی ان تحریروں اور تنقیدوں کے جوابات بھی لکھے گئے اور ''اَلسَّھْمُ الْمُصِیْبُ فِیْ کَبِدِ الْخَطِیْب'' نام کا رسالہ خطیب بغدادی کے جواب ہی میں ہے۔ رہا معاملہ ابن الجوزی کا، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر طعن وتنقید میں جو کچھ کہا وہ خطیب بغدادی کی آواز بازگشت ہے خود ابن الجوزی کے پوتے نے اپنی کتاب ''مِرْآةُ الزَّمَان'' میں اپنے دادا کے کلام پر حیرت کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی اگر طعن کرتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے علماء پر طعن کیا ہے، (گویا یہ ان کی عادت ہے) تعجب تو اپنے جد محترم ابن الجوزی پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا اسلوب وطریقہ کیوں اختیار کیا اور اتنی بڑی بات کہی۔ سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے تعصب رکھنے والوں میں دارقطنی اور ابونعیم (صاحب الدلائل) بھی ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب ''حلیه'' میں ان علماء کا ذکر کیا جو حضرت امام اعظم

---

1 ......''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۱.

2 ......''الدر المختار''،المقدمة، ج۱، ص۱۳۱، ۱۳۲.

3 ......اس بریکٹ کی عبارت، تقاضۂ عبارت کی وجہ سے لکھ دی گئی۔...علمیه

www.dawateislami.net

(رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے علم وفضل اور زہد وتقوٰی میں کمتر ہیں لیکن امام اعظم (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ذکر نہیں کیا۔ [1]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ انہیں رشد وہدایت حاصل ہوجائے انہیں چاہیے کہ وہ تمام ائمہ سابقین کے ساتھ ادب واحترام کا طریقہ اپنائیں اور ان کے باہمی مکالمات کی طرف توجہ نہ دیں مگر جب کہ ان ائمہ میں سے کسی کا کلام کسی واضح اور مضبوط دلیل کا حامل ہو۔ پھر بھی اگر تم ان اقوال میں کوئی بہتر تاویل اور حسنِ ظن قائم کرسکتے ہوتو اسی پر محمول کرو بصورت دیگر اسے نظر انداز کردو (یعنی ان کی مذمت ومنقصت نہ کرو اور انہیں مطعون نہ کرو) ہرگز ہرگز تم ان مکالمات کی طرف کان نہ لگاؤ جو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے درمیان وقوع پذیر ہوئے یا حضرت امام مالک اور حضرت ابن ابی الذئب (رحمہما اللہ تعالٰی) کے درمیان ہوئے یا حضرت امام احمد بن صالح [2] اور امام نسائی یا امام احمد اور حضرت حارث المحاسبی کے مابین ہوئے (رحمہم اللہ تعالٰی)۔ [3]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کے بعد حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ پر تنقید کرنے والوں اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پر ابن معین کے اعتراض وکلام کو ذکر کرکے فرمایا کہ ایسے ایسے ائمہ کرام اور اکابرین پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نادان پہاڑ کے پتھروں سے اپنا سر ٹکرائے۔ ظاہر ہے کہ نقصان خود اس کے سر کا ہوگا پتھر کا کچھ نہ بگڑے گا۔

جیسا کہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

يَانَاطِحَ الْجَبَلِ الْعَالِي لِيَكْلِمَهُ ۔۔۔ أَشْفِقْ عَلَى الرَّأْسِ لا تُشْفِقْ عَلَى الْجَبَلِ [4]

ترجمہ: ''اے پہاڑ سے سر ٹکرانے والے تاکہ پہاڑ کو پھوڑ دے اپنا سر پھٹ جانے سے ڈر پہاڑ کی فکر نہ کر۔''

ائمہ سلف نے اور علمائے متأخرین نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں اور آپ کے علم وفضل، فہم وفراست، عقل ودرایت، زہد وتقوٰی، عبادت وریاضت اور احتیاط وخشیت الٰہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایک عظیم ذخیرہ ہے اسے اگر مرتب کیا جائے تو صدہا کتابیں مولف ہوجائیں۔ علامہ تاج السبکی نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے خلاف لکھا ہے یہ قطعاً غلط ہے اس کی تردید کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اپنی مشہور ومستند کتاب ''احیاء العلوم'' میں جہاں ائمہ اربعہ کے تراجم وحالات بیان فرمائے ہیں وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ''آپ نہایت درجہ

1 ...... ''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج۱، ص۱۳۲، ۱۳۳.

2 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''امام احمد ابن ابی صالح'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں یہ ''امام احمد بن صالح'' ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

3 ...... ''ردالمحتار''، المرجع السابق، ص۱۳٤.

4 ...... المرجع السابق، ص۱۳٤، ۱۳۵.

www.dawateislami.net

عابدوزاہداورعارف باللہ تھے،اللہ (عزوجل) سے ڈرنے والے اور اللہ (عزوجل) کی خوشنودی اور رضا چاہنے والے تھے۔[1]

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر بزرگانِ سلف باہم ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کلام یا اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات ہے، نہ قابلِ اعتراض اور قابلِ مواخذہ جیسا کہ ہمارے مقتدیٰ وذوالاحترام صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم) کے درمیان واقعات پیش آئے کیونکہ وہ سب ہی مجتہدین کے درجہ اور مقام میں تھے، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ وہ اپنے مخالف قول پر گرفت کریں اور اسے ناپسند خیال فرمائیں خاص طور سے اس صورت میں جبکہ ان کے پاس دوسرے کے خطا پر ہونے کی دلیل بھی ہو اس سے ان کا حقیقی مقصد دین کی خیر خواہی اور دین کی مدد ہی ہوتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ لوگ اس زمانے میں بھی (چھوٹا منہ بڑی بات) سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے تلامذہ واصحاب پر زبان طعن دراز کرنے سے باز نہیں آتے حالانکہ ان کے پاس علم ہے نہ عمل اور اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور معمولات زندگی میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید پر خواہی نہ خواہی مجبور بھی ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس مکھی کی سی ہے جو گھوڑے کی دم سے جنگ کرتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ خود ان مخالفین کے اکابر اور ان کے امام مذہب نے سیدنا امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جلالت علم، عظمت شان ان کی مدح وتوصیف اور ادب واحترام میں کیا فرمایا کس طرح ان کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کیا ہے۔ محققین علماء کرام نے اپنی تالیفات میں آئمہ ثلثہ اور دیگر علماء کے وہ اقوال بیان کردیئے ہیں جو انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں کہے ہیں خاص طور سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان بلند نشان میں اظہارِ عقیدت ومحبت۔ بے شک نیک وکامل سے نیکی وکمال کا ہی ظہور ہوتا ہے اور ناقص وبداعمال سے نقص وبدی ہی کا ظہور ہوگا۔ معترض اور بدخواہ کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ وہ اس کامل کے فیوض وبرکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر محرومی سے محفوظ رکھے۔[2] آمین۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا بارگاہِ امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) میں ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب آکر اس کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہوجاتی ہے۔[3] (ردالمحتار) اور ایک مستند روایت یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر کے نزدیک ادا کی تو اس میں قنوت نہیں کیا۔ جبکہ شوافع کے یہاں قنوت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضور

1 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۵.
و"إحیاء علوم الدین"، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود...إلخ، القسم الثانی، ج۱، ص۴۴.

2 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۵.

3 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

یہ کیا کیا، آپ نے فجر میں قنوت نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ صاحبِ قبر کا ادب واحترام ہے۔ (1)

حضرت سیدنا علی الخواص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: آئمہ مجتہدین کے متبعین پر ضروری ولازم ہے کہ وہ ہر اس عالم کی تعظیم واحترام کریں جس کی مدح وتوصیف ان کے امام مذہب نے کی ہے تقلید واتباع اور اعتماد کا تقاضا تو یہی ہے۔ (2)

علامہ سبط ابن الجوزی کے علاوہ بھی دیگر علمائے عظام نے حضرت امام اعظم (علیہ رحمۃ اللہ اکبر) کی ذاتِ مقدسہ کی توصیف وتکریم میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے امام طحاوی، الحافظ الذہبی اور علامہ کردری رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید الکل، فخر الرسل، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے آپ کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی جیسا کہ ہم نے ان احادیث میں بیان کردیا ہے جو اس سے قبل تحریر کی ہیں۔ (3) جس طرح علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث:

لَا تَسُبُّوْا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلأُ الارْضَ عِلْماً (4)

قریش کو بُرا نہ کہو کیونکہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر محمول کی جاتی ہے اور ایک اور حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر محمول کی جاتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا:

يُوْشِكُ أَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلا يَجِدُوْنَ أَحَداً أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ (5)

یعنی عنقریب لوگ طلبِ علم کے لئے لمبے لمبے سفر کریں گے لیکن وہ مدینہ منورہ کے عالم کے مقابلہ میں زیادہ علم والا کہیں اور نہ پائیں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا اشارہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف اور دوسری حدیث کا اشارہ امام مالک علیہ الرحمۃ کی طرف ہے لیکن اس میں احتمال غیر بھی ہے مگر وہ حدیثیں جو سیدنا امام ابوحنیفہ امام الائمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان میں مراد حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہیں۔ ان میں احتمال غیر نہیں ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بلا شک وشبہ بہت بلند اور افضل ہیں کیونکہ وہ صحابی رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہیں لیکن یہ بھی

---

1 ...... "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٥.

2 ...... المرجع السابق، ص١٣٦.

3 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٦.

4 ...... "حلية الأولياء"، الحديث: ١٣١٥٤، ج٩، ص٧٣.

5 ...... "جامع الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء في عالم المدينة، الحديث ٢٦٨٩، ج٤، ص٣١١.

www.dawateislami.net

مُسَلَّمَات میں سے ہے کہ ان کا مقامِ علم، اجتہاد، نشرِ دین اور تدوینِ احکامِ شرعیہ میں امامِ اعظم جیسا نہیں اور یہ اللہ (عزوجل) کا فضل ہے کہ وہ مفضول کو وہ مقام عطا فرمادے جو افضل کو نہ ملے۔ (1)

آپ کے مناقب وفضائل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا مسلک و مذہب اس درجہ شائع وذائع ہے کہ دنیا کے تمام ممالک، بلاد و اَمصار میں پھیلا ہوا ہے بعض ممالک اور علاقے ایسے ہیں جہاں آپ کے مسلک کو ماننے والے بھاری اکثریت میں ہیں اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے متبعین کی تعداد اقل قلیل ہے نیز علمائے احناف کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ علاقہ ماوراءالنہر اور سمرقند میں ایک ایسا قبرستان تھا جس میں فقہ حنفی کے ماہر علماء جن میں سے ہر ایک کا نام محمد تھا چار سو کی تعداد میں دفن ہوئے اس قبرستان کا نام ہی "تُرْبَةُ الْمُحَمَّدِين" تھا اسی لئے جب صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کا وصال ہوا تو وہاں کے لوگوں نے انہیں "تُرْبَةُ الْمُحَمَّدِين" میں دفن نہیں ہونے دیا کیونکہ آپ کا نام محمد نہیں تھا حالانکہ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر اور ماہر و کامل عالم تھے، مجبوراً آپ کو اسی قبرستان کے قریب دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جن علماء نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک و مذہب کو نقل کیا اور پھیلایا ان کی تعداد چار ہزار ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے تلامذہ اور روایت کرنے والے ان کی تعداد بھی اس قدر ہے اس سے بھی فقہ حنفی کی عظمت ومقبولیت اور اس کے علماء کی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (2)

علامہ ابن حجر مکی (3) فرماتے ہیں کہ کچھ ائمہ کرام نے فرمایا کہ اسلام کے مشہور ترین ائمہ میں سے کسی سے اس درجہ دین کی خدمت نظر نہیں آتی جتنی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب وتلامذہ نے کی اور جس درجہ علم کے فیوض و برکات اور دین کا نفع علماء اور عوام نے آپ سے اور آپ کے تلامذہ سے حاصل کیا کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوا۔ اس معاملے میں کوئی بھی حضرت امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مثیل ونظیر نہیں ہے۔ بعض علماء نے فقہ حنفی کے تقریباً آٹھ سو ماہرین کے تراجم (حالاتِ زندگی) اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں جن میں ان کے نام اور نسب تک محفوظ کر دیئے ہیں۔ (4) اور یہ اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ واقعۃً آپ کی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک عظیم معجزہ ہے آپ کے مسلک و مذہب کو اللہ جل وعلا نے وہ فضیلت و عظمت اور قبولیت عطا فرمائی کہ صدیوں تک عہدۂ قضا احناف ہی کے پاس رہا بلکہ ایسی مثالیں شاذ و نادر ملیں گی کہ عہدۂ قضا کسی غیر حنفی عالم کو ملا ہو، حکومت عباسیہ کے پورے دور میں یہ عہدہ حنفی علماء کے پاس ہی رہا حالانکہ بنی عباس مسلکاً حنفی نہ تھے۔

---

1 ...... "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٦.

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٧.

3 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر "شارح بخاری" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہیں نہ کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ، اسی وجہ سے ہم نے متن میں "مکی" لکھ کر تصحیح کر دی ہے۔ ...علمیه

4 ...... "الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان"، الفصل الثامن، ص٣٧.

www.dawateislami.net

پھران کے بعد سلاطینِ سلجوقی اورخوارزمی کے زمانے میں بھی عہدۂ قضا پر علماء احناف ہی مقرر تھے اوران کے بعد سلاطین آل عثمان نے بھی عہدۂ قضاء پر حنفی علماء ہی کو مقرر کیا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے پورے دور میں حنفی علماء ہی اس عہدہ پر رہے اور یہ پورا زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہے۔اس کے بعد تو حکومتِ اسلام اِنتشار کا شکار ہوگئی صرف ایک مصر کا علاقہ ایسا تھا جس میں عہدۂ قضا شافعی المسلک علماء کے ساتھ خاص رہا وہ بھی سلطان بیبرس کے زمانے تک۔ [1] (ردالمحتار)

فقہ حنفی کی فضیلت میں بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس مذہب کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فقہ حنفی کے پیرو ہوں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآنی احکام کا استفادہ براہِ راست حضرت خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے، کیونکہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی خلیفہ ہوں گے لیکن حنفی مسلک اس اِستفادہ کے عین مطابق ہوگا۔ اسی طرح سیدنا حضرت امام مہدی شرفہ اللہ تعالٰی جب ظہور فرمائیں گے تو چونکہ وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے اس لیے وہ خود مسائل کا استنباط فرمائیں گے، لیکن ان کا استنباط بھی فقہ حنفی پر مُنطَبق ہوگا۔ یہ تمام اُمور اس امر کے شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے جمیع علماء اسلام میں آپ کو وہ فضیلت وشرافت اور وہ امتیاز وخصوصیت عطا فرمائی تھی جو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو نہ ملی۔ [2]

آپ (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) نے فقہ حنفی کی تدوین کی اوراس کو ایک مستقل علم کی شکل عطا فرمائی اور قرآن کریم اوراحادیث نبویہ کے اصولوں پراس کے احکام کو مُتفَرّع کیا اور قیامت تک کے لئے امت کو بے نیاز کردیا۔بعض علماء نے آپ کو اس فضیلت میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح وہ اول شخص ہیں جنھوں نے بمشورہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قرآن پاک کو ایک جگہ جمع فرمادیا،اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے سب سے پہلے قرآن وحدیث سے اصول مستخرج فرمائے پھران پر احکامِ شرعیہ متفرع کرکے فقہ کی تدوین کی اوراس علم کی بنیاد قائم کی بالیقین حضرت امام ابوحنیفہ کو خوداس پر عمل کرنے،فقہ کی تدوین کرنے اور مسائل متفرع کرنے کا اجر ملے گا اوراس کو بھی قیامت تک اجر ملتا رہے گا جس نے اس کی تدوین وتفریع میں تالیفات کیں اور مسائل کا استخراج کیا تاکہ امت بہ سہولت مسائل شرعیہ سے آگاہی حاصل کرکے اس پر عمل کرے۔ [3] حدیث شریف میں ہے: جس نے نیک اوراچھا راستہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ہے اور یہ اجرا سے قیامت تک ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی ہو اور جس نے برا راستہ

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٧.

2 ......"الدرالمختار"،المقدمة،ج١،ص١٣٨-١٣٩.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"،المقدّمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٩-١٤٠.

www.dawateislami.net

نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور جو اس برے راستہ پر چلے اس کا گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد میں اس پر چلنے والوں کے گناہ میں کمی ہو۔[1] نیز حدیث پاک ہے کہ جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کو[2] یہ حدیثیں دراصل قواعد شرعیہ اسلامیہ کی بنیاد ہیں جن سے بڑی تعداد میں مسائل متفرع ہوتے ہیں جو نص، سنت، قیاس اور اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔[3] (عمدة المريد للقانی)

امام اعظم رحمة الله عليه کے مسلک و مذہب کی ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مسلک کو اولیاء کرام کی بہت بڑی تعداد نے اختیار فرمایا جو اپنے سخت مجاہدہ میں ثابت قدم رہے اور مشاہدہ حق سے سرفراز ہوئے جیسے حضرت ابراہیم ابن ادھم بن منصور البَلخی، شقیق البَلخی بن ابراہیم الزاہد تلمیذ امام ابو یوسف القاضی متوفی ۱۹۴ھ، حضرت معروف الکرخی بن فیروز استاذ سری السقطی متوفی ۲۰۰ھ (یہ وہ بزرگ ہیں جن کی قبر سے بارانِ رحمت طلب کیا جاتا تھا)، ابی یزید بسطامی آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ ہے آپ کے دادا مجوسی سے مسلمان ہوئے متوفی ۱۶۱ھ، فضیل بن عیاض الخراسانی متوفی ۱۸۷ھ، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حضرت امام شافعی کے استاذ ہیں اور بخاری و مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوفی تلمیذ امام اعظم متوفی ۱۶۰ھ، خلف بن ایوب تلمیذ حضرت امام محمد و زفر علیہما الرحمہ متوفی ۲۱۵ھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلّم کو عطا فرمایا (جتنا چاہا) آپ سے وہ علم صحابہ کو منتقل ہوا، پھر تابعین کو، ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمة الله تعالى عليه کو اب جو چاہے خوش ہو اور جو چاہے وہ ناخوش و ناراض۔ ابی حامد اللفاف ان کا نام احمد بن خضرویہ البلخی ہے متوفی ۲۶۰ھ، کبار مشائخ خراسان سے ہیں۔ عبد اللہ بن المبارک، آپ نہایت عابد و زاہد، فقیہ اور محدث تھے۔ ادب و نحو، لغت اور فصاحت و بلاغت میں بھی ماہر و کامل تھے۔ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمة الله تعالى عليه کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی (رحمة الله تعالى عليه) صائم الدہر تھے، ہر رات ایک بار ختم قرآن فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمة الله تعالى عليه کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت امام شافعی کے شیوخ میں ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ ابو بکر الوراق ان کا نام محمد بن عَمْرو الترمذی ہے، اولیاء کرام سے ہیں، ان اکابر اولیاء کرام کے علاوہ حاتم اصم اور سید محمد الشاذلی بکری حنفی صاحب کشف و کرامت ہیں۔[4]

غرض ساڑھے بارہ سو سال میں مسلک احناف کے جس قدر اولیائے کرام گزرے ان کا شمار کرنا مشکل ہے ان میں سے

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة...إلخ، الحديث ٦٩ـ(١٠١٧)، ص ٥٠٨.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازى...إلخ، الحديث ١٣٣ـ(١٨٩٣)، ص ١٠٥٠.

3 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص ١٤٠.

4 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص ١٤٠ـ١٤٤.

www.dawateislami.net

ہر ایک صاحبِ علم وفضل تھے اور صاحبِ زہد وتقویٰ بھی اور صاحبِ مجاہدہ وریاضت بھی اور صاحبِ کشف وکرامت بھی۔ ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ (1) اگر ان حضرات کاملین کو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب میں ذرا بھی شک وشبہ ہوتا کہ اس کی کوئی بات بھی جادۂ حق کے خلاف ہے تو اپنے کشف وکرامت کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس مذہب کو اختیار نہ فرماتے۔ علامہ ابوالقاسم قشیری (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) حالانکہ نہایت درجہ شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی الدقاق (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے طریقت ومعرفت ابو القاسم النصر أباذی سے حاصل کی، ابوالقاسم فرماتے ہیں مَیں نے اس کو شبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ سے حاصل کیا اور انہوں نے سری سقطی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے داوٗد طائی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) سے اور داوٗد طائی نے یہ علم وطریقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ سے حاصل کیا جو کہ اس میدان کے شہسوار ہیں کیونکہ علم حقیقت کا مبنٰی علم شریعت اور عمل بالشریعہ اور تہذیب و تصفیہ نفس ہے اور تمام بزرگانِ اسلاف نے اعتراف کیا ہے کہ امام اعظم علم شریعت وطریقت اور تہذیب وتزکیہ نفس میں کامل تھے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) علم، ورع اور زہد وایثار کے اس مقام پر تھے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں۔'' عبداللّٰہ بن مبارک (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے مقابلہ میں کسی کو یہ حق نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نہایت متورّع، متقی، پاکیزہ تر اور عالم وفقیہ تھے آپ نے علم میں وہ انکشاف کئے جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھے۔ امام ثوری (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے اس شخص سے جو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے پاس ہو کر آیا تھا فرمایا کہ بلاشبہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔ (2)

غرض تمام ہی علماء اصفیاء عرفاء نے آپ کی مدح سرائی کی ہے اور آپ کے فضل کا اقرار کیا ہے پس جو لوگ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ اقدس اس قدر کامل، افضل، اعلم اور اتقٰی نہ ہوتی تو یہ عارفین کاملین اور ماہرین علم شریعت وطریقت کس طرح آپ کے جلالت علم، کمال تفقہ، زہد وورع اور فضیلت وشرف کا اقرار کرتے اور کیوں آپ کی قصیدہ خوانی کرتے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کو صد باعث افتخار سمجھتے اور آج تک آپ کی عظمت وجلالت کا اقرار پوری ملت اسلامیہ کو ہے۔ یقیناً آپ اپنے فضل وکمال میں منفرد ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں جو مدحیہ اشعار کہے اور ان میں جن خیالات کا اظہار کیا اس میں انہوں نے قطعاً مبالغہ نہیں کیا بلکہ فی الحقیقت وہ امام اعظم (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کی مدح کا حق ادا نہ کر پائے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے صحابہ (رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہم) سے روایت کی یا نہیں، تاریخ ابن خلکان

---

1 ...... ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ پ ٦، المائدۃ: ٥٤.

2 ...... ''الدرالمختار'' و ''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج ١، ص ١٤٤، ١٤٦.

www.dawateislami.net

میں بروایت خطیب حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے پوتے کا بیان ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ابناء فارس سے ہوں اور احرار میں سے...... ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے جد محترم امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ثابت بن النعمان بن المرزبان حضرت علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ (یعنی ثابت) صغیرُ السِّن تھے تو حضرت علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے آپ (یعنی ثابت) کے لئے دعائے خیر و برکت دی اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، ہم امید کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالٰی نے ہمارے بارے میں وہ دعا قبول فرمائی۔ (1)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ کو دیکھا اور کچھ اور صحابہ (رضوان اللّٰہ تعالٰی علیھم) کا زمانہ بھی پایا لیکن ان سے روایت نہیں کی اور ان کی رویت سے مشرف ہوئے، جن صحابہ کا زمانہ آپ نے پایا ان سے عدم سماع (یعنی روایت نہ کرنے) کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنہ ابتداءً اس علم کی طرف متوجہ نہ تھے بلکہ اپنے کسبِ معاش میں مشغول رہتے تھے۔ جب حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے آپ کی ذہانت وفطانت اور ذکاوت طبع کو دیکھا تو علامہ موصوف نے آپ کو علمِ دین کے حصول کی طرف متوجہ کیا اس وقت غالبًا صحابہ کی وہ جماعت باقی نہ رہی ہوگی یا ان سے ملاقات نہ ہوسکی کہ آپ ان سے احادیث کا سماع کرتے۔ (2) (ردالمحتار ۴۳ ج ۱)

سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کی وفات بغداد کے جیل خانے میں ہوئی جس میں آپ کو خلیفہ منصور عباسی نے اس جرم میں قید کردیا تھا کہ آپ نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی اور عہدۂ قضاء قبول نہ فرمایا۔ روزانہ آپ (رحمۃ اللّٰہ علیہ) کو قید خانے سے باہر لایا جاتا، کوڑے لگائے جاتے، سربازار گشت کرایا جاتا۔ ایک دن آپ کو اتنا مارا گیا کہ کمر سے خون کے فوارے چھوٹ گئے اور سخت ترین اذیت پہنچائی گئی خورد ونوش بھی بند کردیا گیا۔ آپ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے پانچ دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور کی موجودگی میں آپ کو زہر کا پیالہ پینے کے لیے دیا گیا آپ نے انکار فرمایا کہ میں اپنے نفس کو خود قتل نہ کروں گا۔ پھر زبردستی آپ کے حلق میں انڈیل دیا گیا جب آپ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا آپ نے نماز ادا فرمائی اور بحالتِ سجدہ آپ کا وصال ہوا۔ (3) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخوں غلطیدن ، خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را (4)

---

1 ......"وفيات الأعيان"، أبو حنيفة (٧٦٥)، ج٤، ص٥٧٧.

2 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فيما إختلف فيه من رواية...إلخ، ج١، ص١٤٧-١٥٣.

3 ......المرجع السابق، مطلب: يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٥٦-١٥٧.

4 ......ترجمہ: ایک اچھی رسم کی بنیاد ڈال کر خاک وخون میں لتھڑ گئے، اللّٰہ عزّوجلّ ان عاشق بزرگ ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

www.dawateislami.net

آپ (رحمۃاللہ تعالٰی علیہ) کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی وفات ۱۵۰ھ میں عمر مبارک ۷۰ سال تھی۔ باقی آئمہ ثلاثہ کی تاریخ ولادت ووفات بالترتیب یہ ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۹ھ میں، نواسی سال عمر مبارک ہوئی۔ حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۲۰۴ھ میں، چوّن۵۴ سال عمر مبارک پائی۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں، ستتر سال عمر مبارک ہوئی۔ (1)

امام صاحب اور آپ کے تلامذہ میں اختلاف کی وجہ:

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے مابین اختلاف کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک کم سن بچہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے آپ نے ازراہ تَلَطُّف فرمایا: کہیں گر نہ جانا۔ اس بچہ نے برجستہ جواب دیا: آپ بچئے کہیں آپ پھسل کر گر نہ جائیں کیونکہ اگر آپ گریں گے تو عالَم کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ کم سن بچہ کے اس معنی خیز جواب سے آپ متاثر ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب وتلامذہ سے فرمایا: اگر تمہیں مسائل شرعیہ میں میرے قول کے خلاف کوئی قوی دلیل ملے تو اسے اختیار کرلو۔ آپ کی اس ہدایت کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک آپ ہی کی روایت سے مسائل اخذ کرتا تھا۔ (2) اس طرح آپ کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جو امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے قول سے باہر ہو۔ ''ولوالجیہ'' کتاب الجنایات میں ہے امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس میں، مَیں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی مخالفت کی ہو۔ میں نے وہی بات کہی جو آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمائی تھی۔ حضرت امام زُفر علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے کہ میں نے کبھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ قولِ امام بیان کیا پھر آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اس سے رجوع فرمایا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) آپ کے طریقہ کے خلاف نہیں گئے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اجتہاداً ورائے اور قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا جو ان کے استاد نے فرمایا۔'' (3)

''اَلْحَاوِیُ الْقُدْسِی'' کے اواخر میں ہے: جب اصحاب امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) میں سے کسی کے قول کو اخذ کیا جائے تو یقین سے جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے تمام اکابر تلامذہ سے یہی روایت ہے (جیسے امام ابویوسف، امام محمد، امام زُفر اور امام حسن رحمہم اللہ تعالٰی) کہ ہم نے کسی مسئلہ میں وہی قول کیا ہے

❶......''ردالمحتار'' المقدمۃ، مطلب: في مولد الآئمۃ...إلخ، ج۱، ص۱۵۷.

❷......''الدرالمختار''، المقدمۃ، ج۱، ص۱۵۸.

❸......''ردالمحتار'' المقدمۃ، مطلب: في مولد الآئمۃ...إلخ، ج۱، ص۱۵۹.

www.dawateislami.net

جو ہم نے امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے روایت کیا ہے اور یہ بات انہوں نے بڑی یقین دہانی کے ساتھ بیان کی ہے لہٰذا فقہ میں کوئی مسئلہ اور مذہب، مذہب امام کے علاوہ نہیں ہے اور جس قول کی نسبت کسی دوسرے کی طرف ہے وہ مجازاً ہے اور ظاہر میں ہے فی الحقیقت وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہی ہے۔[1] خصوصاً جب امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر تمہیں اقویٰ دلیل مل جائے اسے اختیار کرلو۔ تو اگر چہ یہ الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں، تاہم چونکہ آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ کے علم کو انہیں اصول وقواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے خود مقرر فرمادیئے ہیں اس لئے درحقیقت آپ کے اصحاب کا وہ قول بھی امام اعظم ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کا قول ہی مانا جائے گا اور وہ مرجوع عنہ نہ ہوگا۔

علامہ بیری نے اپنی کتاب ''شرح الاشباہ'' میں بیان کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جائے اور یہی حدیث امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے آپ سے مروی ہے۔ ''اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ'' حدیث اگر صحیح ہے تو یہی میرا مذہب ہے۔[2]

حضرت امام اعظم(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اختلاف روایت کی وجوہات:

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب وتلامذہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہی ایک وجہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابوبکر البلیغی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ''درر'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم(رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اختلاف روایت کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے: **اوّل** یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ **دوم** یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے سن لیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا علم نہ ہوا۔ **سوم** یہ کہ امام نے ایک قول علی وجہ القیاس فرمایا اور دوسرا قول بروجہ استحسان فرمایا تو جس نے جو سنا روایت کردیا۔ **چہارم** یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مدنظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی المنظوم'' میں کچھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجوہ میں بیان فرمائی ہیں۔[3] (رسائل ابن عابدین شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۲۳)

---

1 ......''الحاوی القدسی''، کتاب الحیل، فصل اذا إختلف الروایات...إلخ، ص ۱۸۱.

2 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: صح عن الإمام أنہ قال...إلخ، ج ۱، ص ۱۵۹، ۱۶۰.

3 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ: شرح ''عقود رسم المفتی''، ج ۱، ص ۲۲.

www.dawateislami.net

آداب الافتاء

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو، اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ سے واقف ہو، اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو، نیز استدلال اور روایت و درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر جہالت ہے اس لئے ضروری ہے کہ مفتی کو یہ علم حاصل ہو کہ طبقاتِ مسائل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں نیز طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہم ان دونوں کو بیان کریں گے اس کے بعد آداب الافتاء پر روشنی ڈالیں گے۔

طبقات مسائل:

علماء احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر ہیں۔

(۱) مسائل الاصول: ان کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذہب سے مروی ہیں۔ یعنی سیدنا حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالٰی وغیرہ اور وہ حضرات جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ، سیدنا حضرت امام ابو یوسف، سیدنا امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان سے روایت کی، لیکن مشہور واغلب ظاہر الروایہ کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ کے اقوال ہی کو کہتے ہیں اور ظاہر الروایہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہے وہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ چھ کتابیں ہیں:

(۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کتابیں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اس لئے یہ آپ سے بہ تواتر ثابت یا مشہور ہیں۔[1]

(۲) مسائل نوادر:

یہ وہ مسائل ہیں جن کے راوی تو مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن یہ مسائل مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات۔ ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں امام محمد علیہ الرحمۃ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسی کہ پہلی چھ کتابیں ہیں یا پھر وہ مسائل ان کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے حسن بن زیاد کی ''اَلْمُجَرَّد'' وغیرہا اور کتب الامالی جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے املاء کرائی تھیں۔[2]

1 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱۶۳.

2 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

(۳)الواقعات:

طبقات مسائل کی یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب ومولف فرمایا[1] جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد) کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جرجانی، ابوحفص البخاری وغیرہم ہیں اور ان کے بعد کا گروہ محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابوالنصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل واسباب کی بناء پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا ہے ان کے فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ کتاب **النوازل** ہے جو فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی ہے ان کے بعد دیگر فقہاء نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے **مجموع النوازل**، **واقعات الناطفی** اور **واقعات صدر الشہید** وغیرہا۔ پھر بعد کے فقہاء نے ان کے مسائل کو مخلوط وغیر متمیز طور پر بیان فرمایا جیسا کہ "**فتاویٰ قاضی خان**" اور "**الخلاصہ**" وغیرہما میں ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو ترتیب وتمیز کے ساتھ بیان فرمایا جیسے رضی الدین السرخی کی کتاب "**المحیط**" انہوں نے اس کی ترتیب میں اولاً مسائل الاصول بیان فرمائے پھر نوادر پھر فتاویٰ کو ذکر کیا۔ یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف کتاب "**الکافی**" نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے اس کو قبول عام حاصل ہوا اور بڑے بڑے اکابر علماء، فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے امام شمس الائمۃ السرخسی کی "**مبسوط سرخسی**" اس کے بارے میں علامہ طرسوسی کا بیان ہے کہ "مبسوط سرخسی" کا مقام یہ ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کتب مذہب میں ایک اور کتاب "**اَلْمُنْتَقٰی**" بھی ہے یہ بھی انہیں کی ہے لیکن اس کا وہ مقام نہیں، اس میں کچھ نوادر بھی ہیں "**المبسوط**" جو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے اس کے متعدد نسخے ہیں ان میں سب سے بہتر وہ نسخہ ہے جو ابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے متاخرین علماء فقہ نے مبسوط کی بہت سی شروح لکھی ہیں۔[2]

امام محمد علیہ الرحمہ کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کے شاگرد امام محمد نے بواسطہ حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن جن مسائل کی روایت امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے بلا واسطہ اور براہ راست حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے کی ان کے ساتھ "کبیر" کا لفظ لگایا گیا۔[3]

اسی طرح نوادر ان مسائل کے لئے استعمال کیا گیا جن کی روایت امام محمد علیہ الرحمۃ نے ان مذکورہ چھ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے کی ان کو "**الکیسانیات**"، "**الھارونیات**"، "**الجرجانیات**"

---

1 ……یعنی استنباط کیا۔

2 ……"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱٦٤-۱٦٦.

3 ……المرجع السابق، ص۱٦۷.

www.dawateislami.net

اور "الرقیات" سے موسوم کیا[1] اورنوازل ان مجموعہ مسائل کو کہا گیا ہے جن مسائل کو مشائخ مجتہدین مذہب سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے ان مسائل میں کوئی نص نہ پائی اور اپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کی اور ان کے احکام بیان فرمائے۔[2]

صاحب البحر نے فرمایا: محمد بن الحسن کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ "صغیر" لگا ہوا ہے اس میں امام محمد اور امام ابو یوسف (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہما) متفق ہیں بخلاف اس تصنیف کے جس میں لفظ "کبیر" لگا ہوا ہے وہ امام ابو یوسف (علیہ الرحمہ) پر پیش نہیں کی گئی۔[3] (مبحث التشھد)

(امام محمد علیہ الرحمۃ کی) کتاب "اصل" کا نام اس لئے اصل رکھا گیا کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اسے سب سے پہلے تصنیف فرمایا اس کے بعد "الجامع الصغیر" پھر "الجامع الکبیر"،[4] صاحب البحر نے فرمایا کہ "الجامع الصغیر" کو امام محمد علیہ الرحمۃ نے "اصل" کے بعد تصنیف فرمایا اس میں جو کچھ ہے وہ معتمد علیہ ہے۔[5] (باب الصلوۃ)

کتاب الجامع الصغیر کی وجہ تصنیف:

اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے وہ تمام روایات ایک کتاب میں جمع کردو جو تم نے امام اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ سے کی ہیں۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے وہ تمام مرویات ایک جگہ جمع فرمادیں اور ان کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا جن کو انہوں نے بے حد پسند فرمایا یہ کتاب (یعنی الجامع الصغیر) ۱۵۳۲ پندرہ سو بتیس مسائل پر مشتمل ایک مبارک کتاب ہے، بقول علامہ بزدوی: امام ابو یوسف (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) اپنے جلالت علم وعظمت کے باوجود اس کتاب کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ علی الرازی فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کتاب کو سمجھ لیا وہ ہمارے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ فہم مانا جاتا ہے۔ اس دور میں کسی شخص کو اس وقت تک قاضی نہیں بنایا جاتا جب تک اسے پرکھ نہ لیا جائے کہ وہ الجامع الصغیر کو سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے۔[6]

وجہ تصنیف "السیر الکبیر":

امام شمس الائمہ سرخسی "السیر الکبیر" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "السیر الکبیر" امام محمد علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے

1 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتى"، ج۱، ص۱۶، ۱۷.

2 ...... "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: رسم المفتى، ج۱، ص۱٦٤.

3 ...... "البحرالرائق"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۱، ص۵۷۹.

4 ...... "النهرالفائق"، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج۱، ص۳٦٦.

5 ...... "البحرالرائق"، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج۲، ص۲۷٦.

6 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتى"، ج۱، ص۱۹.

www.dawateislami.net

اس کی وجہ تصنیف یہ تھی کہ آپ کی کتاب ''السیر الصغیر'' اہل شام کے ایک جلیل القدر عالم حضرت عبدالرحمٰن بن عَمْرُو الاوزاعی کے پاس پہنچی۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے بتایا گیا کہ امام محمد بن الحسن عراقی کی برجستہ ان کی زبان سے نکلا ''اہلِ عراق کو اس موضوع میں تصنیف سے کیا لگاؤ وہ علم السیر اور مغازی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کو کیا جانیں کیونکہ غزوات زیادہ تر شام میں ہوئے۔ غزوات کا علم وہاں کے لوگوں کو زیادہ ہے اور حجاز کے لوگوں کو، نہ کہ عراق والوں کو۔ امام اوزاعی کی یہ بات جب امام محمد علیہ الرحمۃ کو پہنچی آپ کو بہت شاق گزری اور اس کا عملی جواب دینے کے لئے ''السیر الکبیر'' تصنیف فرمائی۔ آپ کی یہ کتاب جب عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی نے مطالعہ فرمائی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا: اگر اس کتاب میں احادیث صحیحہ نہ ہوتیں تو میں کہہ دیتا کہ وہ من گھڑت علم سے کام لیتے ہیں بے شک اللہ تعالٰی نے آپ کی رائے کو صحیح جواب کے لئے متعین فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے صحیح فرمایا ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾[1] اس کتاب کو تصنیف فرمانے کے بعد حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو ساٹھ جلدوں (دفتروں) میں لکھوایا اور اس کو خلیفہ وقت کے دربار میں بھجوایا۔ خلیفہ وقت نے اسے بے حد پسند کیا اور اس کو اپنے زمانۂ حکومت کا عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ قرار دیا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج۱)[2]

طبقات الفقهاء

ایک مفتی کے لئے جس طرح طبقات المسائل اور معتبر و مستند کتب فقہیہ اور فتاویٰ کا علم ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہئے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے تاکہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابلِ اِستناد ہے اور کون درجہ اعتبار میں نہیں اس لئے ہم طبقات الفقہاء کا بیان کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ علمائے ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

۱ - طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الشَّرْعِ:

جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھم) اور وہ لوگ جو قواعد اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلّہ اربعہ (قرآن پاک، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔[3]

1 ……پ ۱۳، یوسف: ۷٦.

2 ……"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۱۹، ۲۰.

3 ……المرجع السابق، ص ۱۱.

www.dawateislami.net

٢ ۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِیْنَ فِی الْمَذْهَب:

جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم ، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلۂ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃاللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کر سکیں۔ (1)

٣۔طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِیْنَ فِی الْمَسَائِل:

یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد واُصول کے مطابق کرتے ہیں جیسے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ٢٦١ھ، علامہ ابو جعفر الطحاوی متوفی ٣٢١ھ، حضرت ابوالحسن الکرخی متوفی ٣٤٠ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ٤٥٦ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ٥٠٠ھ، حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ٤٨٢ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ٥٩٣ھ وغیرہم ، یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ (2)

٤۔طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّخْرِیْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ:

جیسے امام رازی متوفی ٣٧٠ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل وقواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ایسے اُمور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دو صورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذۂ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح وتفصیل اُصول وقیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحبِ ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے کذا فی تخریج الکرخی یا کذا فی تخریج الرازی ،اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ (3)

٥۔طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّرْجِیْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ:

جیسے ابوالحسن قدوری متوفی ٤٢٨ھ، صاحب الہدایہ متوفی ٥٩٣ھ وغیرہما۔ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفصیل دینے کی اہلیت رکھتے تھے جیسے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: ھذا أولٰی یا ھذا أصح یا ھذا أوضح یا ھذا أوفق للقیاس وغیرھا۔ (4)

---

1 ......"مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ:شرح"عقود رسم المفتی"،ج١،ص١١.

2 ......المرجع السابق، ص١٢. 3 ......المرجع السابق، ص١٢.

4 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

۶۔ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الْقَادِرِيْنَ عَلَى التَّمْيِيْزِ:

جیسے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اورصاحب المجمع اوراصحاب المتون المعتبرۃ۔ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود اقوال بیان نہیں کرتے اورروایات میں قوی، اقوی، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اورروایت نادرہ میں امتیاز وتمیز کرنے کے اہل ہیں۔ [1]

۷۔ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ لَايَقْدِرُوْنَ عَلَى مَا ذُكِرَ:

یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور وقوی اوردائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جوکچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اوراندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یاان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔ [2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ۱۱، ردالمحتار ۵۱۔۵۲ ج۱)

تنبیہ:

۱۔احکام شریعت کاعلم حاصل کرنے کے لئے افتاء ایک لازمی اورضروری امر ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:﴿ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ ﴾ [3] اگر تم نہیں جانتے ہوتو جاننے والوں یعنی اہل علم سے پوچھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک طبقہ ملت کا ایسا ہوگا جسے علمِ دین پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ایک طبقہ ایسا ہوگا جو صاحبِ علم وفضل ہوگا اور اسے علمِ دین میں بصیرت حاصل ہوگی چونکہ ہر مسلمان کے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ راستہ ہے اس لئے ہر شخص کو اپنا ہر عمل اسلام کے احکام کے مطابق رکھنا چاہیے اور اگر کسی کو کسی معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے تو اسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اوران سے سوال کرکے حکم شرعی معلوم کرنا چاہئے اسی اُصول کے مطابق زمانۂ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے آج تک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اگر انہیں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا علم نہیں ہے تو انہوں نے بلاتأمل اہل علم سے اس کا حکمِ شرعی معلوم کرلیا ہے ہر زمانہ میں لوگ علمائے شریعت کی طرف مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا اوراب وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مفتی کون ہے۔

صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ فرماتے ہیں:''اصولیین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد

---

1 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية:شرح''عقود رسم المفتی''،ج۱،ص۱۲.

2 ......المرجع السابق.

و''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب :فی طبقات الفقهاء،ج۱،ص۱۸۱۔۱۸۴.

3 ......پ۱۴، النحل :۴۳.

www.dawateislami.net

کو حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطورِ نقل و حکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہیے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علماء فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مجتہد مفتی کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ مُستَفتی اس پر عمل کرے۔ مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں **اول** یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی صحیح سند سے پہنچا ہو۔ **دوم** یہ کہ اس نے مجتہد کا وہ قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتابیں اور ایسے ہی دوسری کتب فقہیہ جو اپنی روایت واسناد کے اعتبار سے خبرِ متواتر یا خبرِ مشہور کے درجہ میں ہیں۔[1] (ردالمحتار ۴۷ ج ۱)

۲۔ آداب الافتاء کے سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل پر متفق ہیں فتویٰ یقیناً انہیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علماء کا اتفاق نہیں ہے تو واضح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر ہوگا لیکن اگر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے گا اور اگر ان سے بھی کوئی قول نہ ملے تو پھر فتویٰ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر دیا جائے۔[2]

''سراجیہ'' میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک جانب اور آپ کے صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ وہ جس قول کو چاہے اختیار کرے اور اگر مفتی مجتہد نہ ہو تو اول قول اصح ہے۔[3]

ان تینوں کے بعد پھر امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور پھر امام حسن بن زیاد کے قول پر[4] (درمختار) اور ''الحاوی القدسی'' میں اس امر کی تصحیح فرمائی ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے قول کی تائید میں قوۃ مدرکہ یعنی قوی دلیل موجود ہے تو ایسی صورت میں وہ قول اختیار کیا جائے ورنہ یہی ترتیب قائم رکھی جائے گی۔[5] اسی وجہ سے علمائے احناف کبھی کبھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بعض اصحاب کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ اس کی تائید میں دلیل قوی موجود ہو جیسے کہ سترہ ۱۷ مسائل[6] میں علماء نے امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے لہٰذا وہ ہمارے لئے بھی قابل ترجیح ہیں کیونکہ وہ دلیل

---

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب : رسم المفتي، ج ١، ص ١٦٢.
و"فتح القدير"، كتاب أدب القاضي، ج٦، ص ٣٦٠.

2 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج١، ص ١٦٢-١٦٩.

3 ......"الفتاوى السراجية"، كتاب أدب المفتي والتنبيه على الجواب، ص ١٥٧.
تفصیلات کے لیے ''فتاوی رضویہ'' (مُخَرَّجہ)، ج ۱، حصہ الف، ص ۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

4 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج١، ص١٦٩.

5 ......"الحاوي القدسي"، كتاب الحيل، فصل إذا اختلف الروايات... إلخ، ص ١٨١.
و"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج١، ص ٢٦.

6 ......یہاں ۱۷ مسائل کا ذکر ہے جبکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ردالمحتار، ج ۵، ص ۳۳۸، میں ۲۰ ایسے مسائل کی صراحت ذکر کی ہے جہاں امام زفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ ہے۔...علمیہ

www.dawateislami.net

میں گہری نظر رکھتے ہیں۔[1] (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

۳۔جب امام اعظم رحمۃاللہ تعالٰی علیہ سے کسی مسئلہ میں روایات مختلف ہوں یا اس مسئلہ میں آپ سے یا آپ کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے تو پہلی صورت میں جو روایت حجت و دلیل کے اعتبار سے اقوی ہواُسے اختیار کیا جائے اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت ہی موجود نہ ہو دیکھے کہ متأخرین کا اس میں کیا قول ہے اگر متأخرین ایک ہی قول پر متفق ہیں تو اس قول کو اختیار کرے اور اگر متأخرین میں اختلاف ہے تو جس قول پر اکثر ہیں، پھر اسے اختیار کرے جس پر کہ مشہور اکابرین نے اعتماد کیا ہو جیسے امام ابوحفص، امام ابوجعفر، ابواللیث اور امام طحاوی وغیرہم، اگر مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی نص نہیں ملتی، نہ قولِ مجتہد، نہ اقوال متأخرین، تو پھر مفتی خود ہی اس پر علم شریعت کی روشنی میں غور وفکر کرے اور تدبّر سے کام لے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ اس کا حکم نکل آئے تاکہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔لیکن جزاف یعنی اٹکل اور بے تکی باتوں سے کام نہ لے،[2] اللّٰہ(عزوجل) سے ڈرتا رہے اور گہرا غور وفکر کرے کیونکہ یہ نہایت عظیم ذمہ داری ہے اس میں جزاف کی جسارت وہی کرسکتا ہے جو جاہل اور بدبخت ہے[3] (ردالمحتار ۴۸ ج ۱)

فائدہ :

علامہ شامی رحمۃاللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کرام نے بیان فرمایا ہے عبادات کے مسائل میں فتویٰ مطلقاً قول امام اعظم پر ہے۔مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے جیسا کہ ''قنیہ'' اور ''بزازیہ'' میں مذکور ہے اور ''شرح بیری'' میں مزید یہ ہے کہ مسائل شہادت میں بھی فتوی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر ہے اور صرف سترہ ۱۷ مسائل[4] میں فتویٰ قول امام زفر پر ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔[5]

۴۔جب کسی مسئلہ میں قیاس ہو اور استحسان ہو تو معدودے چند مسائل کو چھوڑ کر عمل استحسان پر ہوگا۔

۵۔جب کوئی مسئلہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہ ہو بلکہ کسی دوسری روایت سے ثابت ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہئے۔

۶۔حضرت امام نسفی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے ''مُسْتَصْفٰی'' میں بیان فرمایا ہے جب فقہاء کسی مسئلہ میں تین اقوال بیان فرمائیں تو ان میں راجح قول اول ہے یا قول آخر، درمیانی قول راجح نہ ہوگا ''شرح المنیہ'' میں ہے کہ اگر روایت درایت کے مطابق ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے۔[6] (ردالمحتار ۴۹)

1 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ:شرح''عقود رسم المفتی''، ج۱،ص۲۸.

2 ......بہار شریعت میں اس مقام پر ''بے تکی باتوں سے کام لے'' لکھا ہوا تھا، جو واضح کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

3 ......''ردالمحتار''،المقدمۃ، مطلب:إذا تعارض التصحیح،ج۱،ص۱۷۰.

4 ......اس کی وضاحت کے لئے گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔...علمیہ

5 ......''ردالمحتار''،المرجع السابق،ص۱۷۰،۱۷۱.

6 ......المرجع السابق،ص۱۷۱.

www.dawateislami.net

۷۔ ''بحر'' کے باب الوقف میں ہے جب مسئلہ میں دوقول ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو ان میں سے کسی بھی ایک کوافتاؤ قضاء کے لئے اختیار کیا جاسکتا ہے[1] بشرطیکہ دونوں قول برابر حیثیت کے ہوں لیکن اگر ایک قول لفظ تصحیح سے موکد ہو[2] تو اسے اختیار کیا جائے۔[3]

۸۔ جب فتویٰ ایک قول پر ہواور تصحیح دوسرے قول کی تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ قول اختیار کیا جائے جو متون کے موافق ہو۔[4] (بحر) اور اگر ایک قول شروح میں ہے اور اس کے خلاف دوسرا قول فتاویٰ میں تو وہ قول اختیار کیا جائے جو شروح میں ہے کیونکہ فقہائے کرام کی تصریح ہے کہ متون مقدم ہیں (شروح پر اور شروح مقدم ہیں)[5] فتاوی پر، یہ صورت اسی وقت اختیار کی جائے گی جب ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی بھی تصحیح منقول نہ ہو لیکن اگر مسئلہ متون میں ہے (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)[6] کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے تو وہی مسئلہ اختیار کیا جائے جس کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے کیونکہ تصحیح بالتصریح تصریح التزامی پر مقدم ہے اگرچہ متون میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ مذہب صحیح ہی بیان کریں گے تاہم یہ تصحیح سے کم تر درجہ ہے اور اگر ایک مسئلہ میں دوقول ہیں اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو اگر ان میں سے ایک قولِ امام ہے اور دوسرا قول کسی اور مجتہد کا، تو مفتی کو قولِ امام ہی اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ دونوں تصحیح متعارض ہوکر ساقط ہوجائیں گی پھر اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل یہ ہے کہ قولِ امام مقدم ہے۔[7] (ردالمحتار ۴۹)

۹۔وہ الفاظ جوفقہائے کرام فتویٰ دینے میں استعمال فرماتے ہیں:

(۱)وَعَلَيۡهِ الۡفَتۡوٰی(۲)وَبِهٖ يُفۡتٰی(۳)وبِهٖ نَأۡخُذُ(۴)وَعَلَيۡهِ الإعۡتِمَادُ(۵)وَعَلَيۡهِ عَمَلُ الۡيَوۡمِ اَیۡ عَلَيۡهِ عَمَلُ النَّاسِ فِیۡ هٰذَا الزَّمَانِ الۡحَاضِرِ(۶)عَلَيۡهِ عَمَلُ الأُمَّةِ(۷)وَهُوَالصَّحِيۡحُ(۸)وَهُوَالاصَحُّ(۹)وَهُوَالاظۡهَرُ(۱۰)وَهُوَالاشۡبَهُ بِالۡـمَنۡصُوۡصِ رِوَايَةً وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً فَيَكُوۡنُ عَلَيۡهِ الۡفَتۡوٰی (۱۱) وَهُوَالأوۡجَهُ(۱۲)وَهُوَالۡمُخۡتَارُ(۱۳)وَبِهٖ جَرَی الۡعُرۡفُ

1...... " البحرالرائق"، كتاب الوقف، ج٥، ص٣٣٧.

2......یعنی دونوں قول صحیح ہوں لیکن ایک قول اصح (زیادہ صحیح) ہو۔

3......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح، ج١، ص١٧١.

4......"البحرالرائق"، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج٢، ص١٥٢.

5......بہارشریعت میں اس مقام پر" متون مقدم ہیں فتاوی پر" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اصل عبارت اس طرح ہے (متون مقدم ہیں شروح پر اور شروح مقدم ہیں فتاوی پر) اسی وجہ سے بریکٹ میں اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔...علمیه

6......بہارشریعت میں اس مقام پر (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔...علمیه

7......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب : اذا تعارض التصحيح، ج ١، ص ١٧١.

www.dawateislami.net

(۱۴) وَھُوَالْمُتَعَارِفُ (۱۵) وَبِہٖ اَخَذَ عُلَمَاءُ نَا۔

مندرجہ بالا الفاظ سے بقول صاحب الفتاویٰ الخیریہ للشیخ الرَّمْلِی: بعض الفاظ بعض پر فضیلت رکھتے ہیں مثلاً لفظ فتویٰ زیادہ موکد وجاندار ہے، لفظ صَحِیْح، أَصَحُّ اور اَشْبَہُ وغیرھا سے اور لفظ وَبِہٖ یُفْتیٰ زیادہ موکد وباوزن ہے لفظ "اَلْفَتْوٰی عَلَیْہِ" سے اور لفظ اَصَحُّ، صحیح کے مقابلہ میں زیادہ قوت والا ہے اور اَلاحْوَطُ زیادہ موکد ہے اَلْاِحْتِیَاطُ سے۔[1] (ردالمختار ۵۰ ج ۱)

۱۰۔ اگر ائمہ ترجیح میں سے دو اماموں کے اقوال متعارض ہوں ایک نے اپنے قول کو "ھُوَالصَّحِیْحُ" سے تعبیر کیا اور دوسرے نے اپنے قول کو "ھُوَالأَصَحُّ" سے۔ اس صورت میں "ھُوَالصَّحِیْحُ" والے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ صحیح پر دونوں متفق ہیں اور أصح میں اختلاف ہے تو متفق قول کو اختیار کرنا بہتر ہے۔[2]

۱۱۔ صاحب درمختار نے "رسالہ آداب المفتی" سے نقل فرمایا کہ "جب کوئی قول یا روایت کسی معتبر کتاب میں أَصَحُّ، اَوْلٰی، اَوْفَقُ اور اسی قسم کے کسی لفظ سے مخصوص کی جائے تو مفتی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قول یا روایت کو اختیار کرے یا اس کے مقابل قول کو، لیکن اگر وہ قول یا روایت صحیح یا الماخوذ بہ یا بہ یفتٰی سے مزین ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی قول کو اختیار کرے، مخالف قول کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں صحت اسی قول میں محصور ہے اور پہلی صورت میں جبکہ کسی روایت یا قول کو أَصَحُّ کہا تو اس کا مطلب ہے کہ مخالف قول بھی صحیح ہے اس لئے مفتی کو اختیار ہے کہ وہ أَصح پر فتویٰ دے یا صحیح پر۔[3]

۱۲۔ علامہ علاء الدین الحصکفی مؤلف درمختار شیخ قاسم کی کتاب "اَلتَّصْحِیْحُ وَالتَّرْجِیْحُ" کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ مفتی اور قاضی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مفتی احکام شریعت بیان کرتا ہے اور قاضی احکامِ شریعت کو لازم و نافذ کرتا ہے اور یہ کہ قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا سخت جہالت ہے اور خلافِ اجماع ہے اور یہ کہ حکم ملفق (یعنی باطل سے مزین) بِالْاِجْماع باطل ہے اور یہ کہ عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے۔[4]

۱۳۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اس سے کَمَا حَقُّہٗ واقف ہو کہ اس فقیہ کا روایت ودرایت میں کیا درجہ اور مقام ہے اور وہ طبقاتِ فقہاء میں سے کس طبقہ سے ہے تاکہ وہ اقوالِ مختلفہ میں سے کسی قول کو علم وبصیرت کی روشنی میں ترجیح دے سکے۔[5] (ردالمختار ۵۱ ج ۱)

---

1 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب :إذا تعارض التصحيح، ج ١، ص ١٧٢.
و "الفتاوى الخيرية"، مسائل شتّى، الجزء الثانى، ص ٢٣١.

2 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج ١، ص ١٧٤.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص ١٧٥-١٧٦.

5 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فى طبقات الفقهاء، ج ١، ص ١٨١.

www.dawateislami.net

۱۴۔''فتاویٰ خیریہ'' کے آخر میں ہے کہ مفتی اور قاضی کے لئے راجح ومرجوح اور قوی وضعیف اقوال کا علم رکھنا ضروری ہے۔ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلہ کا جواب دینے اور قضیہ کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ بلکہ حقیقت کی جستجو کریں یعنی تَثَبُّت سے کام لیں۔اور اپنے نفس کی خواہش اور اس کی اِتباع پر کسی حلال شے کو حرام اور کسی حرام شے کو حلال نہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ایسا وہی کرسکتا ہے جو عاقبت سے بے خوف ہے اور جاہل وبد بخت ہے۔[1]

۱۵۔علامہ شامی فرماتے ہیں کہ نا قابلِ اِعتماد کتابوں سے فتویٰ نہیں لکھنا چاہئے۔ خواہ اس لئے نا قابل اعتماد ہوں کہ ان کی نقل وکتابت میں اغلاط وخامیاں ہیں یا اس لئے نا قابلِ اِعتماد ہوں کہ ان کے مصنف مُعْتَمَد عَلَیْہ نہیں یا اس لئے کہ وہ بے حد پیچیدہ اور ان کا فہم دشوار طلب ہو اور ان کی عبارات انجلک غیر واضح الدّ لالۃ ہوں کیونکہ ایسی کتابوں کے سمجھنے میں کم علم لوگوں کے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس سے فتویٰ دینے میں غلطیوں کا قوی امکان ہے۔ ماضی میں ایسا ہوا ہے اور فتوے غلط ہوگئے ہیں۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی'' میں اس کی کچھ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔[2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۱۳،۱۵)

۱۶۔جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین علیہما الرحمہ کسی قول پر متفق ہوں تو پھر بغیر کسی شدید ترضرورت کے اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک طرف اور صاحبین علیہما الرحمہ دوسری طرف ہوں،اس وقت اگر صاحبین کی رائے بھی الگ الگ ہے تو فتویٰ قولِ امام پر ہوگا لیکن اگر صاحبین ایک رائے پر ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمہ دوسری رائے پر تو عبداللہ بن مبارک کے نزدیک اس صورت میں بھی فتویٰ قولِ امام پر ہوگا۔دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں مفتی کو اختیار ہے کہ جس کے قول پر چاہے فتویٰ دے صاحبین کے قول پر یا امام اعظم کے قول پر۔اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی مفتی دلیل میں غور کرے اور جو دلیل قوی ہو اس پر فتویٰ دے۔(سراجیہ از شرح عقود رسم المفتی) ''الحاوی'' میں بھی یہی ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہے کیونکہ مفتی کی شان یہی ہے وہ قوتِ دلیل پر نظر رکھے۔[3]

۱۷۔مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱۳۱ پر ہے: مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ صرف ان ہی امور کو سامنے رکھے جو کہ کتب ظاہر الروایہ میں منقول ہیں اور زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات کو نگاہ میں نہ رکھے اگر وہ ایسا کرے گا تو اس سے بہت سے

---

1 ......''الفتاوی الخیریة''، مسائل شتی، ج۲، ص ۲۳۱.

2 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدین''،الرسالة الثانیة:شرح''عقود رسم المفتی''،ج۱،ص۱۳.

3 ......المرجع السابق، ص ۲٦.

و''الفتاوی السراجیة''،مسائل شتّی،الجزء الثانی،ص۱۵۷.

و''الحاوی القدسی''،کتاب الحیل، فصل اذا اختلف الروایات...إلخ،ص۱۸۱.

تفصیلات کے لیے''فتاوی رضویہ''(مُخَرَّجه)،ج۱،حصہ الف،ص۱۰۵تا۱۰۸ملاحظہ فرمالیں۔

www.dawateislami.net

حقوق ضائع ہو جائیں گے اور اس کا نقصان نفع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔ [1] کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ ایک شخص کبھی اس لئے کوئی حکم شرعی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے تو اگر مفتی اس کو حالات و زمانے کو ملحوظ رکھے بغیر فتویٰ دے گا تو گویا وہ بھی ایک طرح سے اس گناہ میں شریک ہو گیا کیونکہ مفتی کے اس فتوے کی وجہ سے دوسروں کو یہ نقصان اٹھانا پڑا مثلاً ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو جو اس کی ماں یا اس کی بیوی کی پرورش میں ہے چاہتا ہے کہ ان کی مدت حضانت ختم ہوتے ہی وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے لے لے اور اس فعل سے اس کا مقصد اپنی ماں یا بیوی کو اذیت پہنچانا یا اس کے مال پر قبضہ کرنا یا اس کا نکاح کسی دوسرے سے کر دینا ہو تو مفتی کو چاہیے کہ جب وہ ایسے حالات کا اندازہ کر لے تو جواب میں اس کا لحاظ رکھے اور مستفتی کو بتلا دے کہ اضرار جائز نہیں ہے اگر وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے حاصل کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔

آداب الافتاء کے ان اصول و قواعد اور احکام سے معلوم ہوا کہ فتویٰ دینا اور حکم شریعت قرآن کریم یا احادیث پاک یا کتب فقہ سے بیان کرنا کوئی سہل کام نہیں کہ جس کو ہر عالم یا عامی و جاہل یا کم علم اور قلیل البصیرت انجام دے سکے قرون اولیٰ میں افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط تھی غیر مجتہد، مفتی نہ ہوتا تھا نہ کہلایا جاتا تھا اس دور میں جب کہ علم کا زوال اور علماء کمیاب ہیں بے علم لوگ چند احادیث کا ترجمہ یاد کر کے احکام شرعیہ بیان کرنے لگتے ہیں اور اللہ (عزوجل) کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔ کچھ لوگ محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم کر دیتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر اس کی تفصیل اور اصول و قواعد کا علم حاصل کئے بغیر بڑی بے باکی سے حکم شرعی بیان کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ واحد قہار (عزوجل) سے خوف کھانا چاہئے اور اپنا دین و عاقبت برباد نہیں کرنا چاہیے آج کل کے نوآموز علماء بلا خوف ریا و نفاق خود اپنے قلم سے خود کو مفتی اعظم، شیخ الحدیث، فقیہ العصر اور محدث کبیر وغیرہا اعظم المرتبت الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں یا لکھواتے ہیں اور اگر ان کے نام کے ساتھ یہ ضخیم الفاظ وہ خطابات نہ لکھے جائیں تو اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور اس کا برا مناتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی کم علمی اور ظرف کے چھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ انہیں اللہ (عزوجل) سے ڈرنا چاہئے اور اپنی اصلاح کرنی چاہئے اگر وہ صاحبِ علم صحیح ہوتے تو اس آیت کا مصداق ہوتے ﴿ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ﴾ [2] اللہ (عزوجل) کے بندوں میں علماء ہی کو خوفِ الٰہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے ہمیں عملِ صالح کی توفیق دے اور ہماری عاقبت بخیر فرمائے۔ آمین

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

---

1 ...... "مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ: شرح "عقود رسم المفتی"، ج۱، ص۴۶، ۴۷.

2 ...... پ۲۲، فاطر: ۲۸.

www.dawateislami.net

القواعد الفقهيه......والاصول الكليه
فقہ اسلامی کی بنیادیں

اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور ماخذ:

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام ومسائل کا سرچشمہ،منبع اور آماخذ دوقسم کے امور ہیں ایک وہ جو تمام آئمہ اور جمہور علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں:

(۱) کتاب اللّٰہ العظیم (۲) سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام (۳) اجماع امت (۴) قیاس، ان چاروں پر تمام آئمہ کرام اور علماء فقہ کا اجماع ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام ومسائل کی بنیادیں ہیں۔[1]

دوسری قسم وہ ہے جو ان کے علاوہ ہیں اگر چہ یہ امور بھی نورِ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے منور ہیں اور ان ہی کے فیضان سے مستفیض ہیں لیکن وہ اصول ایسے ہیں جن کو احکام شریعت ومسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے اور حجت شرعیہ اور قابل استدلال ماننے میں علماء فقہ باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ نیز ان کے مفہوم کی تحدید وتعریف اور ان کے دائرۂ عمل کی توسیع میں بھی اختلاف ہے ایسے اصولوں کو فقہ کی اصطلاح میں ''استدلال'' سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد پانچ ہے:

(۱) استحسان (۲) مصالح مرسلہ (۳) استصحاب (۴) سابقہ شرائع (۵) صحابی کا مسلک، تفصیلات کے لیے اصول فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔[2] ہمارے آئمہ ذوی الاحترام ومجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تمام ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان کو منبع و ماخذ بنا کر مسائل فقہ واحکام شریعت کا استخراج کیا، فقہ کی کتابیں اور فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں بے شمار احکام، مسائل اور جزئیات فقہیہ کو بیان فرمایا جن سے آنے والی نسلیں مستفید ہوئیں اور ہوتی رہیں گی تاہم وہ اپنی مدۃ العمر کوششوں کے باوجود تمام جزئیات کا احاطہ نہ کرسکے بے شمار مسائل ایسے ابھر کر آئے جن سے متعلق صریح حکم ان کتابوں میں نہیں ملتا اور قیامت تک نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہی رہیں گے اسلام چونکہ ایک مکمل مذہب ہے اور قرآن کا یہ نہایت سچا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ﴾[3] ہے اس لئے یہ علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے ابھرنے والے مسئلہ کا حکم قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ان سے ماخوذ منابع و آماخذ سے بیان کریں بلاشبہ ہمارے عظیم علماء کرام نے ان نو مولود مسائل کے احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے بھی نیک کوششیں فرمائیں اور مذکورہ بالا منابع وماآخذ کے سایہ میں فقہ کے کچھ ایسے

---

1 ...... ''أصول الشاشي''، مقدمة الكتاب، ص ٢.

2 ......کتبِ اصول میں ان کی تعداد آٹھ، چھ اور پانچ سے کم بھی بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے کتبِ اصول، مثلاً ''التقرير والتحبير شرح التحرير''، ج۳، ص ۳۸۲،و''فواتح الرحموت''، ج۲، ص ۴۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔

3 ......پ ١٤، النحل: ٨٩.

www.dawateislami.net

قواعد وضوابط اور اصول کلیہ مرتب فرما دیئے جن کے ذریعہ سے ہر دور اور ہر زمانے کے مفتیان کرام (بشرطیکہ وہ فقہ میں مہارت و کمال رکھتے ہوں) ہر نومولود مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرسکیں۔ الحمدلِلّٰہ کہ ہمارے علمائے فقہ کی یہ عظیم کوشش قرآنِ کریم کے اس دعویٰ کی کہ وہ ﴿ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ ہے ایک مستحکم دلیل اور حجت قاطعہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح طیبات پر اپنی رحمت ونور کی بارش برسائے، آمین!

بے شک اُمت اسلامیہ ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی صرف اللّٰہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس مختصر میں یہ فقیر فقہ کے ان ہی قواعد وضوابط اور اصول کلیہ میں سے کچھ کو بیان کررہا ہے جو ہمارے فقہائے کرام نے نومولود مسائل احکامِ شریعہ سے معلوم کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں اُمید ہے کہ دورِ حاضر اور بعد میں آنے والے مفتیان کرام اور علماء فقہ کے لئے بیان احکام میں یہ معاون و مددگار ثابت ہوں گے یہ سب کچھ اس ناچیز نے اپنے اساتذہ اور اپنے علماء کرام کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ ان کی طرف سے ہیں اور اگر ان میں کوئی نقص یا غلطی ہے تو وہ یقیناً اس فقیر کی ہے اصحابِ علم تصحیح فرمادیں اور اس خطا کار کو معاف فرمادیں۔ اسی کے ساتھ یہ بندۂ ناچیز تمام پڑھنے والوں اور استفادہ کرنے والوں سے امید رکھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ وہ ضرور ہی اسے پڑھ کر رب کریم وعفو، غفور کی بارگاہ میں میرے لئے دعائے حسن عاقبت کریں گے اور میرے لئے بے حساب مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

ذیل میں ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو بیان کیا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے ہر اس نومولود مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر نہ کتبِ فقہیہ میں ہے نہ اس پر کوئی نص شرعی ہے نہ اس پر کوئی استدلال شرعی ہے؟ جن مسائل کا حکم کتب فقہ میں بیان کردیا گیا یا اس سے متعلق کوئی نص شرعی موجود ہے یا اس پر استدلال شرعی موجود ہے ایسے مسائل کا حکم وہی ہے جو ان کتابوں میں ہے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو وہاں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر استدلال کو نظر انداز کرکے ان قواعد فقہیہ سے حکم بیان کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کی اتباع نفس اور جہالت ہوگی۔ العیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔

قاعدہ نمبر ۱:

لاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ

یہ قاعدہ حدیث "اَلأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"[1] سے ماخوذ ہے مطلب یہ کہ ثواب اُخروی کا مدار اخلاص نیت پر ہے یہ قاعدہ فقہیہ تمام اعمال وافعال پر حاوی ہے۔ عبادت خواہ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اگر ان کا فاعل اخلاص نیت نہیں رکھتا تو وہ ماجور ومثاب نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، "اَلأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" یعنی اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے تمام عبادات مقصودہ کی صحت ادائے نیت پر موقوف ہے جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج میں اگر نیت نہیں کرے گا تو ان میں سے کوئی عبادت صحیح ادا نہ ہوگی اور

[1]...... "صحیح البخاری"، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی... إلخ، الحدیث: ۱، ج۱، ص۶.

www.dawateislami.net

جب عبادت صحیح ادا نہ ہوئی تو ثواب اخروی کیسے مرتب ہوگا۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اپنے تمام اقسام کے ساتھ عبادات مقصودہ میں داخل ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی بغیر نیت کئے صحیح ادا نہ ہوں گے وضو اگرچہ نماز کے لئے فرض اور شرط ہے مگر یہ عبادت غیر مقصودہ ہے اس لئے یہ نیت کے بغیر بھی صحیح ہوجائے گی لیکن اگر کوئی شخص بغیر نیت کئے ہوئے وضو کرے گا وہ مستحق ثواب نہیں ہے اسی طرح وہ اپنے کسی عمل میں بھی بغیر نیت کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ فقہ کا یہ قاعدہ بے شمار مسائل کا حل ہے اور انسان کے مذہبی معاشرتی اعمال کی فلاح و بہبود اور بہت سے علوم کے اباحت حصول کی بنیاد اسی پر ہے اور مباح میں بہت سی چیزوں کا جواز یا عدم جواز یا ثواب یا عدم ثواب اسی سے متعلق ہے۔ (1)

قاعدہ نمبر۲:

اَلْأُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا

یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہے یعنی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے، حلال یا حرام ہونے یا کسی عمل پر اجر یا سزا ملنے کا دار و مدار اس کے مقصد اور نیت پر ہے جیسے کسی نے ناراض ہوکر اپنے مسلمان بھائی سے ترک سلام و کلام کیا اگر بلا سببِ شرعی اس نے تین دن سے زیادہ اس عمل کو جاری رکھا تو حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام کی مُمانعت ہے (2) اور اگر سببِ شرعی کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بھی ترک سلام و کلام کیا کہ وہ بدکار، یا شرابی یا تارک الصلوٰۃ (3) ہے تو جائز ہے۔ اسی طرح شیرے کی بیع (4) جائز ہے لیکن اگر بائع نے شیرہ شراب بنانے والے کو اس مقصد سے فروخت کیا کہ وہ شراب بنائے تو اس بیع پر وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل حرام ہے اور ناجائز ورنہ نہیں، کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس مقصد سے اٹھائی کہ مالک کو پہنچادے گا تو جائز ورنہ ناجائز۔ سکہ پر اسم جلالت نقش کرایا اگر بقصد علامت ہے تو جائز اگر بقصدِ تہاون واہانت ہے تو ناجائز و حرام بلکہ کفر۔ نماز کی کوئی آیت تلاوت کی جو کسی سائل کا جواب بھی ہوسکتی ہے اگر اس سے مقصد جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام اور نماز فاسد، ورنہ نہیں۔ اصل میں یہ دونوں قاعدے تقریباً ہم معنی ہیں اور بے شمار مسائل ان سے متخرج ہیں۔ (5)

---

1 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الأولى، ص ۱۷، ۱۸.

2 ...... "سنن ابی داود"، کتاب الأدب، فيمن يهجر اخاه المسلم، الحديث: ۴۹۱۳، ج ۴، ص ۳۶۴.

3 ...... یعنی بلاعذر شرعی نماز نہیں پڑھتا۔

4 ...... یعنی انگور وغیرہ کے رس کی فروخت۔

5 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الثانية، ص ۲۳.

و "غمز عيون البصائر"، الفن الأوّل فى القواعد الكلية، النوع الأوّل، القاعدة الثانية، ج ۱، ص ۱۰۲۔۱۰۸.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۳:

اَلْیَقِیْنُ لَایَزُوْلُ بِالشَّکِّ "۳۴"

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِيْ بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ شَيْءٌ أَمْ لا؟فَلا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْيَجِدَ [1] رِيْحًا" [2] یعنی جب کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور یہ یقین مشکل ہو جائے کہ اس میں سے کچھ نکلا یا نہیں یعنی ریح وغیرہ خارج ہوئی یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ آئے جب تک وہ ریح خارج ہونے کو محسوس نہ کرے [3] یا اس کی آواز نہ سن لے۔" جیسے کسی شخص کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائے گا [4] اور جیسے کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہے اور مرنے میں شک ہو تو اسے زندہ ہی مانا جائے گا اور اس کی وراثت تقسیم نہ کی جائے گی۔ اس قاعدہ کے ماتحت اور بھی احکام شرعیہ ہیں۔

قاعدہ نمبر۴:

اَلأَصْلُ بَرَاءَ ۃُ الذِّمَّۃِ

اصل یہ ہے کہ ہر شخص بری الذمہ ہے جب تک اس پر کوئی حق یا دعویٰ ثابت نہ ہو جیسے مدعی کا دعویٰ ہے کہ اس پر میرا قرض ہے اور مدعیٰ علیہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی قرض نہیں اور مدعی کے پاس کوئی دلیل اور شہادت بھی ثبوت قرض کے لئے نہیں ہے تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کا قول تسلیم کیا جائے گا اور وہ بری الذمہ ہے کیونکہ بری الذمہ ہونا یعنی اس پر قرض نہ ہونا اصل ہے اسی لئے ثبوت اور دلیل ہمیشہ مدعی پر ہوتی ہے کیونکہ مدعی کا قول اور دعویٰ اصل کے خلاف ہوتا ہے۔ [5]

قاعدہ نمبر۵: مَنْ شَكَّ هَلْ فَعَلَ شَيْئًا اَمْ لا فَالأَصْلُ أَنَّهُ لَمْ يَفْعَلْ

یعنی اگر کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے یہ کام کیا یا نہیں کیا تو اصل یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ میں نے اس وقت کی نماز پڑھی یا ابھی نہیں پڑھی تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہے جس میں شک کر رہا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر اس

---

1 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اوریحًا" جبکہ مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اویجد ریحًا" اسی لیے ہم نے متن میں "یجد" کا اضافہ کر دیا ہے۔...علمیه

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحيض، باب الدليل على من تيقن...إلخ، الحديث: ۹۹ـ(۳۶۲)، ص ۱۹۳.

3 ......یعنی جب تک ہوا کی بو محسوس نہ کرے۔

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الثالثة، ص ۴۷، ۴۹.

5 ......"الأشباه والنظائر"، المرجع السابق، ص ۵۰.

www.dawateislami.net

نے شک کیا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد تو اعادہ نہیں۔[1]

قاعدہ نمبر۶:

مَنْ تَیَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَکَّ فِی الْقَلِیْلِ وَالْکَثِیْرِ حُمِلَ عَلَی الْقَلِیْلِ

جیسے کسی کو عمل کرنے کا تو یقین ہے لیکن شک یہ ہے کہ وہ کام زیادہ کیا یا کم کیا تو اس کا فعل کم پر محمول کیا جائے گا کیونکہ کم کا تو یقین ہے۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھیں اگر پہلی بار ایسا ہوا ہے تو نماز ازسرنو پڑھے اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہے تو تحری کرے ورنہ اقل رکعت قرار دے۔ یہ اس وقت ہے جب شبہ نماز کی حالت میں ہوا اگر نماز سے فراغت کے بعد یہ شبہ ہوا تو اس پر کچھ نہیں۔[2]

قاعدہ نمبر۷:

مَاثَبَتَ بِیَقِیْنٍ لَّا یَرْتَفِعُ اِلَّا بِیَقِیْنٍ

یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف یقین ہی سے زائل ہوسکتی ہے[3] جیسے کسی کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹ جانے کا شک ہے تو وہ باوضو ہی ہے محض شک سے باوضو ہونے کا یقین زائل نہیں ہوسکتا۔ کنواں پاک ہونے کا یقین ہے اور ناپاک ہونے کا شک ہے تو کنواں پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر۸:

اَلأَصْلُ الْعَدَمُ فِی الصِّفَاتِ الْعَارِضَۃِ[4]

قاعدہ نمبر۹:

وَالأَصْلُ الْوُجُوْدُ فِی الصِّفَاتِ الأَصْلِیَّۃِ

ان دونوں کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانا جانتا ہے یعنی خباز ہے یا وہ کتابت جانتا ہے۔ پھر خریدار نے کہا کہ وہ خباز نہیں یا کاتب نہیں تو قول مشتری کا مانا جائے گا کیونکہ خباز اور کاتب ہونا صفات عارضہ سے ہے اور اصل اس میں عدم ہے۔ دوسرے قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ کسی نے باندی خریدی اس شرط پر کہ وہ باکرہ (کنواری) ہے پھر مشتری نے اس میں بکارت کا انکار کیا اور بائع کہتا ہے کہ باکرہ ہے تو اس صورت میں بائع کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ بکارت صفات اصلیہ سے ہے اور اصل اس میں وجود ہے۔[5] (فتح القدیر، باب خیار الشرط)

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۰، ۵۱.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص۵۱. 4 ......المرجع السابق، ص۵۳، ۵۴.

5 ......"الفتح القدیر"، کتاب البیوع، باب خیار الشرط، ج۵، ص۵۲۹.

و"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۴.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۱۰:

اَلأَصلُ فِی الأَشیَاءِ الإبَاحَۃُ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے۔ یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے[1] متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ ﴾[2]

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مسلک ہے۔[3] حدیث شریف میں ہے: اَلْحَلالُ مَا أحَلَّ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَمَاسَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ[4] ''حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح''۔

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت اختیار فرمایا وہ جائز و مباح ہے اگر اسے کوئی شخص ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے کیونکہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہوچکی ہے دوسری آیت جس سے یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے!

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ ﴾[5]

''اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے'' اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے

---

1 ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الأول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الثالثۃ،ص٥٦،٥٧.

2 ......پ١،البقرۃ:٢٩.

3 ......''الھدایۃ''، کتاب الطلاق،باب العدۃ ،ج١،ص٢٧٨.

و''الأشباہ والنظائر''،الفن الأول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الثالثۃ،ص٥٧.

4 ......''سنن ابن ماجہ''، کتاب الأطعمۃ، باب أکل الجبن والسمن ، الحدیث: ٣٣٦٧، ج ٤، ص ٥٦.

5 ......پ٧،المآئدۃ:١٠١.

www.dawateislami.net

سخت ہونے کا اندیشہ ہے اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہو گیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ آیت مذکورہ ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾[1] کی رو سے جائز و مباح ہیں ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ﴾[2] ''اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو۔'' لہٰذا جو ان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیئہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن یا حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا۔ جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت و تہدید کی گئی ہے لہٰذا میت کو ایصالِ ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوا لاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ و درود، انعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اَقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہیے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم پر افتراء ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وفعل اور صحابۂ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل، عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز و مباح ہے کہ اَلْأَصْلُ فِی الْأَشْیَاءِ الإِبَاحَةُ بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجر وثواب ہے اور مستحسن کہ ''اَلْأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیماتِ اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے سب مستحسن ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱:

اَلْأَصْلُ إِضَافَةُ الْحَادِثِ إِلٰی أَقْرَبِ أَوْقَاتِهٖ

اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کو اس کے قریب تر وقت کی طرف منسوب کیا جائے۔ جیسے کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو اپنے مرض الموت میں طلاق دی ہے اور دیگر ورثہ کہتے ہیں کہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا کیونکہ اس کا قول اقرب کی طرف منسوب ہے اور وہ متوفی شوہر کی وارث ہوگی۔[3]

قاعدہ نمبر ۱۲:

اَلْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّیْسِیْرَ ''۵۶۴''

---

1 ...... پ ۱، البقرة: ۲۹.　2 ...... پ ۲، البقرة: ۲۲۹.

3 ...... ''الأشباه والنظائر''، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الثالثة، ص ۵۵.

www.dawateislami.net

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے[1] اس قاعدہ کا ماخذ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ٘ ﴾[2]

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍؕ ﴾[3]

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی اور حرج نہیں رکھا۔

اس لئے شریعت نے مسائل کثیرہ میں مسلمانوں کے لئے آسانیاں فراہم کی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ[4] السِّوَاكَ[5] ''اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کر دیتا۔'' جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن[6] یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا۔[7] اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔ صاحب نورالانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں جو بعد میں بیان کئے جائیں گے۔

---

1 ......"الأشباه و النظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الرابعة، ص٦٤.

2 ......پ٢، البقرة: ١٨٥. 3 ......پ١٧، الحج: ٧٨.

4 ......بہارشریعت میں اس مقام پر'' لَأوجبتُ المسوَاكَ '' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کتبِ حدیث میں اصل عبارت اس طرح ہے''لَفرضتُ عليهم السِّوَاكَ'' یا ''لَأمرتُهم بالسِّوَاكِ''، اسی وجہ سے ہم نے متن کے الفاظ کو حدیث کے مطابق کر دیا۔.. **علمیه**

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث تمام بن العباس، الحديث: ١٨٣٥، ج١، ص٤٥٩.

6 ......بہارشریعت میں اس مقام پر'' عکاشه بن محض '' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں ''عکاشه بن محصن'' مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

7 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر، الحديث ٤١٢ـ(١٣٣٧)، ص٦٩٨.

و"التفسير الكبير"، سورة المآئدة، تحت الآية: ١٠١، ج٤، ص٤٤٤.

www.dawateislami.net

(۱) سفر:

سفر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اتنا طویل فاصلہ طے کیا جائے جو درمیانی رفتارِ انسانی سے تین دن تین رات میں طے ہواس کو سفر طویل کہتے ہیں اور اس کی تخفیفات شرعیہ یہ ہیں کہ اتنا طویل سفر کرنے والا مسافر نماز قصرادا کرے گا[1] اسے روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اور موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرسکتا ہے۔ دورانِ سفر اس پر قربانی واجب نہیں وغیرہ وغیرہ دوسری قسم سفر کی یہ ہے کہ اتنا طویل نہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے شہر سے باہر نکل جائے خواہ چند میل باہر ہی سہی اس کو شریعت کی طرف سے جو تخفیف وتیسیر دی گئی ہے وہ یہ ہیں کہ وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے اس پر نماز باجماعت موکدہ نہیں اور وہ سواری پر نفل نماز ادا کرسکتا ہے اور پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کرسکتا ہے وغیرہا۔

(۲) مرض:

اسبابِ تخفیف میں سے دوسری قسم مرض ہے اس کی شرعی رخصت اور تخفیفات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگر بیماری بڑھ جانے یا جان کا اندیشہ ہو تو غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے۔ اگر کھڑا نہیں ہوسکتا تو بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، نماز جماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت ہے، اسی طرح جمعہ وعیدین میں نہیں جاسکتا تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں، رمضان کے روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہے وغیرہا۔

(۳) اکراہ:

تخفیف کا تیسرا سبب اکراہ ہے۔

نمبر(۴) نسیان۔

نمبر(۵) جہالت۔

نمبر(۶) نقص اور

نمبر(۷) عُسر اور عموم بلوٰی:

عسر اور عموم بلوٰی پر بھی شریعت کے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہیں، عسر کا مطلب ہے تنگی اور دشواری اور عموم بلوٰی کا مطلب ہے ایسا ابتلاء عام جس سے بچنا دشوار اور مشکل ہو جیسے اس کپڑے سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس پر چوتھائی کپڑے سے کم میں نجاست خفیفہ لگی ہو یا بقدر درہم نجاست غلیظ لگی ہو، یا جیسے معذور کے جسم سے برابر نجاست خارج ہو رہی ہے۔ جب بھی وہ کپڑا دھوئے نجاست نکل کر پھر لگ جائے اسے اس کپڑے میں نماز کی اجازت ہے، وہ نجاست جس کا زائل ہونا دشوار

---

[1]......یعنی چار رکعت فرض والی نماز کی ادائیگی دو رکعت سے کرے گا۔

www.dawateislami.net

ہو یا زائل نہ ہوسکے وہ بھی عفو میں داخل ہے جیسے کپڑے پر نجس پختہ رنگ ہو یا نجس مہندی ہاتھوں پر لگائی اب دھونے سے اس نجاست کا اثر زائل نہیں ہوتا اس حالت میں اس کا حکم پاکی کا ہے اور نماز اس سے جائز ہے اونٹ کی مینگنی اگر دودھ میں پڑ جائے اور پھوٹنے سے قبل فوراً نکال لی جائے وہ دودھ نجس نہیں، کپڑے کو نجس بخارات لگے تو صحیح یہ ہے کہ کپڑا نجس نہیں۔ مُشک[1] حالانکہ وہ خون ہے مگر اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، پاک مٹی ناپاک پانی میں یا ناپاک مٹی پاک پانی میں ملا کر گارا بنایا جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلا وضو قرآن کو چھونا جائز ہے، میت کو غسل دینے والے پر اگر میت کے غسالہ (غسل کا پانی) کی چھینٹیں آجائیں تو نجاست کا حکم نہیں۔ راستے کی کیچڑ اگر کپڑے یا پیر پر لگے تو کپڑا یا پیر نجس نہیں، شریعت نے مکلّف و مامور سے عسر دفع کرنے کے لئے یہ سہولت دی کہ شہر سے باہر نوافل سواری پر اشارے سے پڑھ سکتا ہے اور نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے بلا کسی عذر کے اور ظہر کی نماز کے لئے ابراد (وقت کو ٹھنڈا کرنا) مستحب قرار دیا اور جمعہ اور جماعت کو بارش کی وجہ سے ترک کرنے کو جائز قرار دیا۔ پتھر سے استنجا مشروع فرمایا حالانکہ پتھر مزیل نجاست[2] نہیں، وصی اور ولی کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مال یتیم سے اتنا لے لیں جو ان کے عمل کے بقدر معاوضہ ہو، طبیب اور شاہد (گواہ) کو بوقتِ ضرورت مستور اعضاء یا شکل وصورت پردہ دار کی دیکھنا جائز ہے، اسی طرح دایہ کے لئے عورتوں کے اندام نہانی میں نگاہ کرنا جائز ہے۔ بوقت موت مرنے والے کو وصیت کرنا جائز رکھا تاکہ وہ تلافی مافات کرسکے اور ورثاء کو ضرر سے بچانے کے لئے ثلث مال سے زائد میں وصیت کو جائز ونافذ نہ فرمایا۔ اور شریعت نے ترکہ پر میت کی ملکیت اس وقت تک باقی رکھی جب تک میت کے قرضوں ووصیت اور تجہیز وتکفین وحوائج ضروریہ پورے نہ کردیئے جائیں اور مجتہدین سے خطا پر گناہ نہیں رکھا ان کے لئے ظن غالب پر اکتفا جائز رکھا اور اخذ بالیقین کی تکلیف نہ دی کیونکہ کسی اجتہاد میں یقین کامل حاصل کرنا سخت دشوار ہے مذکورہ تمام مسائل دفع عسر[3] اور عموم بلوی سے تعلق رکھتے ہیں جو تفصیلات معلوم کرنا چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

نقص:

اسباب تیسیر میں سے یہ بھی ایک سبب ہے جیسے صبی ومجنون کو تکلیفات شرعیہ سے مکلّف نہیں کیا گیا جب تک وہ اس حالت میں رہیں ان کا معاملہ ان کے ولی کے سپرد کیا گیا اور عورتوں کو نماز باجماعت، نماز جمعہ وعیدین اور جہاد کی تکلیف نہیں دی گئی وغیرہا[4] صاحب نور الانوار علیہ الرحمہ نے اسباب تخفیف وتیسیر کو مبحث اھلیۃ کے زیرعنوان بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے ان اسباب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اولاً ان کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا:

---

1 ...... خوشبودار سیاہ رنگ کا مادّہ جو ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔ 2 ...... یعنی نجاست زائل کرنے والا۔ 3 ...... یعنی تنگی کو دور کرنے۔

4 ...... "الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الرابعة، ص ٦٤، ٧٠.

www.dawateislami.net

(۱)اسبابِ تخفیف عوارض سماویہ کی وجہ سے۔

(۲)اسبابِ تخفیف عوارض مکتسبہ کی وجہ سے۔

عوارض سمٰویہ کی وجہ سے جن اسباب پر شریعت نے جو آسانیاں دی ہیں وہ اسباب یہ ہیں:

۱۔صغر: عبادات،حدود اور کفارات صغیر پر واجب نہیں لیکن فرضیت ایمان ساقط نہیں۔''۲۸۷''

۲۔جنون: جنون ممتد [1] میں صاحبِ جنون پر عبادات فرض نہیں،اس کی طلاق بھی نافذ نہیں۔''۲۸۸''

۳۔عتہ: یعنی دماغی خلل کبھی عقل کی بات کرے اور کبھی پاگلوں کی سی اس کی طلاق نافذ نہیں اس پر عبادات اور عقوبات بھی نہیں ہیں۔

۴۔نسیان: ناسی کا روزہ میں بھول کر کھالینا،ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جانا اور بھول کر دوسری رکعت پر سلام پھیر دینا معاف میں ہے۔

۵۔نوم [2]**:** نائم کی [3] طلاق اور اس کا ارتداد نافذ نہیں اور نماز میں نائم کا کام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ اس کا نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

۶۔اغماء: یہ از قسم بیہوشی ایک مرض ہے جس میں انسان کی قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں [4] اس میں عقل وتمیز اور شعور نہیں رہتا اس حالت میں اس کی طلاق نافذ نہیں نہ اس سے کلمہ کفر صادر ہوجانے سے ارتداد کا حکم دیا جائے گا اگر اغماء چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ دیر تک رہے تو اس سے نمازیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی جن اوقات میں وہ اغماء میں رہا ان اوقات کی نمازیں ساقط ہوں گی۔

۷۔رق: یعنی غلامی،غلام کے تصرفات نافذ نہیں،اس پر حج فرض نہیں،شریعت نے اس کو اور بھی تخفیفات دی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں ہیں۔

۸۔مرض: مریض حالت مرض وضعف [5] میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔روزہ اور حج مؤخر کرسکتا ہے وغیرہ۔

۹۔حیض: اس حالت میں عورتوں کو نمازیں معاف ہیں اور روزہ مؤخر کریں گی وغیرہ۔(حیض کا مطلب ہے ماہواری کا خون)۔

۱۰۔نفاس: یہ وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے بعد عورتوں کے جسم سے جاری ہوتا ہے۔اس عرصہ کی نمازیں ان عورتوں سے معاف ہیں اور وہ روزہ مؤخر کریں گی دورانِ حج اگر ایسی حالت ہوئی تو دونوں حالتوں میں طواف زیارت مؤخر کریں گی۔

۱۱۔موت: اگر کسی پر حج فرض ہوا لیکن ابھی حج کا وقت نہیں آیا تھا کہ موت واقع ہوگئی تو اس پر حج ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں یا حج کا زمانہ بھی آگیا اور اس نے سفرِ حج کی تیاری بھی کرلی تھی کہ موت آگئی تو بھی حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہاں ان دونوں صورتوں میں اگر حج بدل کی وصیت کرے تو بہتر ہے۔اسی طرح بقدر نصاب مال کا مالک ہوگیا اور وہ حوائج اصلیہ سے زائد بھی ہے لیکن سال

---

1 ……وہ جنون جو مسلسل ایک ماہ تک رہے۔ 2 ……نیند۔ 3 ……یعنی سونے والے کی۔

4 ……یعنی کمزور ہوجاتی ہیں۔ 5 ……کمزوری۔

www.dawateislami.net

گزرنے میں کچھ دن باقی تھے کہ انتقال ہوگیا تو اس پر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں۔[1] "۲۹۷"

اسباب تخفیف وتیسیر عوارض مکتسبہ کی وجہ سے، یہ سات ہیں:

ا۔جہل: جہل کئی قسم کا ہوتا ہے جن میں بعض جہل تیسیر وتخفیف کے لیے عذر نہیں اور بعض جہل عذر مسموع ہیں[2] کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں ایسے ہی اصحاب الھوٰی کا جہل صفات الٰہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذرِ مسموع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کررہا ہو۔

وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسموع تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں:

(۱) جیسے وہ مسلمان جو دارالحرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا۔ وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام و عبادات پر عمل نہ کر سکے تو نہ وہ گنہگار رہے نہ اس پر قضا واجب۔(۲) ایسے ہی وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس پر گناہ نہیں۔(۳) حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیع سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔(۴) باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب خیار ہونے سے جاہل رہی[3] تو اس کا جہل عذر مسموع ہے اس کو خیار حاصل رہے گا۔(۵) وہ صغیر وصغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انھیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسموع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا وغیرہا اس قسم کے صدہا مسائل ہیں۔" ۳۰۱۔۳۰۰"

۲۔سکر: یعنی نشہ کی حالت، کسی حلال ومباح شے کے استعمال سے سکر ونشہ کی حالت پیدا ہوئی یا جبر واکراہ کی وجہ سے[4] نشہ آور چیز استعمال کی یا جان بچانے کے لئے شراب پی اور حالت سکر ہوئی تو ان صورتوں میں اس کا حکم اغماء جیسا ہے یعنی جس طرح حالتِ اغمامی والے کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہیں ہوتے مذکورہ سکر کی حالت میں بھی اس کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہ ہوں گے لیکن اگر کوئی حرام وممنوع شے یا شراب بغیر عذر شرعی پی جیسے شراب پی اور نشہ ہوا تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور اس کے طلاق وعتاق،[5] بیع وشرا[6] اور اقرار کے الفاظ صحیح تسلیم کئے جائیں گے مگر ارتداد اور اقرار حدود میں اس کے الفاظ پر حکم ارتداد یا حکم نفاذ حدود نہ دیا جائے گا۔" ۳۰۱ن"

۳۔ہزل: ہزل کا مطلب یہ ہے کہ مذاق میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے حقیقی یا مجازی معنی مقصود نہ ہوں بلکہ محض

---

1 ...."نورالأنوار"، بيان الأهلية، ج۲، ص۱۵۵، ۱۷۷.

2 ....یعنی قابل قبول ہیں۔

3 ....یعنی خیار عتق سے۔

4 ....یعنی زور وزبردستی کی وجہ سے۔

5 ....یعنی غلام یا باندی کو آزاد کرنا۔

6 ....خرید وفروخت۔

www.dawateislami.net

لہوولعب[1] اورتفریح میں استعمال کئے جائیں ہازل یعنی مذاق میں بات کہنے والا الفاظ تو اپنے اختیار سے اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے لیکن ان کے اصل مفہوم اوران کے حکم شرعی سے راضی نہیں ہوتا۔امور غیر مالیہ جیسے طلاق وعتاق، یمین،[2] کفراورارتداد میں ہزل کے الفاظ نافذ ہوں گے اور بیع، اجارہ اوراقرار میں بعض صورتوں میں نافذ ہوں گے اور بعض میں نہیں۔[3] ''۳۰۵ن''(درمختار)

۴۔سَفَہ: یعنی مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل کے خلاف مال کو تبذیر سے ضائع کرنا[4] سفیہ پر جملہ احکام شرع نافذ ہوں گے لیکن اسے مال خرچ کرنے سے روکا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک[5] اسے بیع، اجارہ، ہبہ اور دیگر تصرفات مالیہ جیسے صدقات وخیرات سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اسراف وتبذیر کرے گا[6] پھر مسلمانوں یا بیت المال پر بوجھ بنے گا۔''۳۰۸ن''

۵۔سفر: شریعت کی مقررہ مسافت طے کرنے والا مسافر چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گا، روزہ مؤخر کرے گا، تین دن تین رات موزوں پر مسح کرے گا اور سنن واجب کو[7] سواری پر اشارہ سے بھی ادا کرسکتا ہے۔قبلہ رو ہونا بھی اس کے لیے ضروری نہیں۔''۳۰۹ن''

۶۔خطاء: خطا کا مطلب ہے کوئی کام بلا ارادہ ہوجانا یا ارادہ کے خلاف ہوجانا لہٰذا اگر مجتہد سے اپنی تمام تر مخلصانہ کوشش کے بعد استخراج مسائل وحکم شرعی میں خطا ہوجائے تو وہ آثم وماخوذ نہیں[8] بلکہ ایک گونہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔قتل اگر خطاءً ہوا ہو تو اس پر حد یا قصاص نہیں۔اسی طرح زفاف میں[9] اگر خطاءً کسی اجنبی عورت سے وطی کرلی[10] تو اس پر حد زنا نہیں لیکن خطاءً حقوق العباد میں عذر مسموع نہیں خاطی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔''۳۱۰ن''

۷۔اکراہ: مکرَہ[11] کے لئے حالت اکراہ میں بعض صورتوں میں عمل فرض ہوتا ہے جیسے اپنی جان بچانے کے لئے مردار کھانا اور شراب پی لینا اور بعض صورتوں میں اس پر عمل کرنا حرام جیسے زنا کرنا اور کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور بعض صورتوں میں عمل مباح ہے جیسے روزہ توڑنا اور بعض صورتوں میں عمل کرنا رخصت ہے جیسے بہ کراہتِ قلب وبعدمِ رضا بادلِ ناخواستہ اپنی جان بچانے کی خاطر فقط زبان سے کلمہ کفر ادا کردینا۔[12] ''۳۱۱ن''

---

1 ...... یعنی کھیل کود۔
2 ...... قسم۔
3 ...... ''الدرالمختار''و''ردالمحتار''، كتاب البيوع،مطلب:فی حكم البيع مع الهزل،ج۷،ص۱۷.
4 ...... یعنی فضول خرچی سے ضائع کرنا۔
5 ...... یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمهما الله تعالیٰ۔
6 ...... یعنی فضول خرچی کرے گا۔
7 ...... سننِ واجب سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں اوراس میں سنّتِ مؤکدہ وغیرِ مؤکدہ اور نفل سب شامل ہیں سوائے سنّتِ فجر کے، کہ ایک روایت میں سنّتِ فجر کو واجب بھی کہا گیا ہے، تفصیل کے لیے''البحر الرائق''، ج ۲، ص ۱۱۳، ۱۱۴، ''ردالمحتار''، ج۲، ص۵۸۸، بہارِ شریعت، ج۱، حصہ دوم، ص۲۸۳، حصہ چہارم، ص۶۷۱، ۶۷۳ ملاحظہ فرمالیں۔... علمیه
8 ...... یعنی گنہگار وقابل مؤاخذہ نہیں۔
9 ...... یعنی سہاگ رات میں۔
10 ...... یعنی ہم بستری کرلی۔
11 ...... یعنی جس پر اکراہ کیا گیا۔
12 ...... ''نورالأنوار''،بيان الأهلية،ج۲،ص۱۸۳-۲۱۱.

www.dawateislami.net

تخفیفاتِ شرعیہ: ۷ اسباب تخفیف وتیسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے وہ تخفیفات اور سہولتیں بھی معین فرمادی ہیں جو ان اسباب میں سے کسی سبب تخفیف کے موجود ہونے کی صورت میں دی گئی ہیں یہ سہولتیں بھی سات قسم کی ہیں:

(۱) بوقتِ عذر شرعی اسقاط عبادت کی تخفیف وسہولت جیسے جنون واغماء ممتد کی صورت میں فرضیت نماز کا سقوط وغیر ہا (۲) تخفیف تنقیص (کم کرنا) جیسے حالت سفر میں نماز قصر کرنا (۳) تخفیف ابدال جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمّم، نماز میں قیام کے بدلے قعود اور روزہ کے بدلے فدیہ وغیر ہا (۴) تخفیف تقدیم جیسے حج کے موقع پر عرفات میں ظہر کی نماز سے ملا کر نماز عصر ادا کرنا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر کو پہلے ہی ادا کرنا (۵) تخفیف تاخیر جیسے حج کے دنوں میں مزدلفہ میں نماز مغرب کو موخر کر کے وقتِ عشاء میں پڑھنا اور مریض ومسافر کے لئے روزہ موخر کرنا اور کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے نماز موخر کر دینا (۶) تخفیف ترخیص جیسے نجاست خفیفہ ربع ثوب سے کم تک [1] لگ جانے کی صورت میں یا نجاست غلیظ بقدر ایک درہم لگی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے کی رخصت (۷) تخفیف تغییر جیسے بوقت جہاد دشمن کے خوف سے نماز کے نظم میں تغییر۔ [2] ''۵۷''

قاعدہ نمبر ۱۳:

اَلْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ إِنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِيْ مَوْضَعٍ لا نَصَّ فِيْهِ

یعنی مشقت اور حرج کا اعتبار اس جگہ ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو اگر کسی مسئلہ میں نص موجود ہے تو پھر اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ جیسے حرم کی گھاس اُکھاڑنا کہ اس پر نص موجود ہے کہ یہ جائز نہیں لہٰذا یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہیں۔ [3]

قاعدہ نمبر ۱۴:

الأَمْرُ إِذَا ضَاقَ اتَّسَعَ وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

یعنی معاملہ جب تنگ ودشوار ہو جائے تو وسعت ملتی ہے اور جب وسیع ہو تو سخت کیا جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں قاعدوں کو ایک جملہ میں جمع کر دیا ہے ''كُلُّ مَّاتَجَاوَزَعَنْ حَدِّهٖ اِنْعَكَسَ اِلٰى ضِدِّهٖ'' ہر وہ چیز جو اپنی حد سے آگے بڑھ جائے اپنی ضد کی طرف لوٹ جاتی ہے [4] جیسے نماز کا وقت اگر زیادہ تنگ ہو جائے اس وقت وضو کی سنن ترک کی جاسکتی ہیں اور اگر وقت میں گنجائش ہے تو وضو میں زیادہ پانی بہانا یا وضو کے فرائض وسنن اور مستحبات پر اضافہ جائز نہیں۔

1 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب تک'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں عبارت اس طرح ہے ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب سے کم تک''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں ''سے کم'' کا اضافہ کر دیا ہے، تفصیل کے لیے بہارشریعت ج ۱، حصہ دوم، ص ۳۸۹، ۳۹۰ ملاحظہ فرمائیے۔۔۔ علمیہ

2 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأول: القواعدالکلیۃ، النوع الأول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۷۱، ۷۲.

3 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأول: القواعدالکلیۃ، النوع الأول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۷۲.

4 ......المرجع السابق.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۱۵:

اَلضَّرَرُ یُزَالُ "۵۸"

یعنی ضرر ونقصان کو دور کیا جائے۔اس قاعدہ کی بنیاد یہ حدیث پاک ہے"لا ضَـرَرَ وَلا ضِرَارَ"[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچائے نہ ضرر کے انتقام اور بدلہ میں انتہاءً اس قاعدہ پر بھی بہت سے مسائل فقہیہ کی بنیاد ہے۔اس قاعدہ کے پیش نظر مشتری کو خیار عیب حاصل ہے کہ اگر اس کی خریدی ہوئی چیز میں عیب ہے تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے اور شریک اور پڑوسی کو اپنے سے دفع ضرر کے لئے حق شفعہ حاصل ہے۔اس قاعدہ کی رو سے وہ وقف جائز نہیں جس کا مقصد قرض خواہوں کو محروم کرنا ہو۔کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسروں کی عورتوں کی بے پردگی ہو یہ با آواز بلند اعلان کئے بغیر جائز نہیں۔[2]

قاعدہ نمبر۱۶:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ

یعنی ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں اس قاعدہ کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے:﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ ﴾[3]

اس قاعدہ کے ماتحت بہ حالت اضطرار مردار سے بقدر ضرورت کچھ کھالینا یا شراب کا گھونٹ پی لینا یا اکراہ کی حالت میں جان بچانے کے لئے بکراہت قلب[4] کلمۂ کفر ادا کردینا جائز ہے۔اسی طرح اس قاعدہ کے مطابق اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اس میں مسافروں کی جان کا خطرہ ہے تو اس میں سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا جائز ہے اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔[5] "۵۸"

---

1 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الأحكام، باب من بنٰی فی حقه...إلخ،الحديث:٢٣٤٠،ج٣،ص١٠٦.

2 ...... "الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ص٧٢،٧٣.

3 ...... پ٢،البقرة:١٧٣.

ترجمۂ کنزالایمان: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔

4 ...... یعنی دلی ناپسندیدگی کے ساتھ۔

5 ...... "الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعد الكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ص٧٣.

و"غمزعيون البصائر"،الفن الاول فی القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ج١،ص٢٥١،٢٥٢.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۱۷:

مَا اُبِیحَ لِلضَّرُوْرَةِ یُقَدَّرُ بِقَدْرِھَا "۵۸"

یعنی جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہے وہ صرف بقدرِ ضرورت ہی جائز ہے۔ مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے۔ زیادہ بالکل نہیں۔ اسی طرح طبیب کو بوقتِ ضرورت شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں اسی طرح دایہ کو، دارالحرب میں بقدرِ ضرورت دشمن کے مال سے کھانا حاصل کیا جائے گا اور جانوروں کا چارہ، جلانے کے لئے لکڑی اور ہتھیار وغیرہ لینا جائز ہے جب کہ مالِ غنیمت کی ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو اور اگر ضرورت سے بچ رہا تو مالِ غنیمت میں واپس کر دیا جائے گا۔[1] (کنز) "۵۹"

قاعدہ نمبر۱۸ (الف):

مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهٖ "۵۹"

یعنی جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوئی تو اگر عذر زائل ہو جائے تو اس کا جواز بھی باطل ہو جائے گا جیسے پانی کے استعمال کرنے پر قادر نہ تھا تو تیمّم کرنا جائز ہے اور پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تیمّم باطل ہو جائے گا۔[2]

قاعدہ نمبر۱۸ (ب): **اَلضَّرَرُ لَا یُزَالُ بِالضَّرَرِ**

یعنی نقصان کو نقصان پہنچا کر زائل نہ کیا جائے گا جیسے ایک شخص جو حالت اضطرار میں ہے دوسرے ایسے اشخاص کا کھانا نہیں کھا سکتا جو خود بھی حالتِ اضطرار میں ہے۔[3]

قاعدہ نمبر۱۹:

یُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُ لِاَجْلِ دَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِ "۵۹"

یعنی ضررِ خاص کو برداشت کر لیا جائے گا ضررِ عام سے بچنے کے لئے جیسے ان کافروں پر گولہ باری یا تیر اندازی کی جائے گی جو خود کو بچانے کے لئے مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنا لیں۔ اسی طرح اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائے گا جو راستہ کی طرف جھک گئی ہو اور جس کے گرنے سے راہگیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگرچہ اس کا مالک رضامند نہ ہو۔ ایسے ہی نان فروش اگر روٹیوں کی قیمت زیادہ بڑھا دیں تو بھاؤ مقرر کیا جائے گا اگر غلہ فروش قحط کے زمانے میں مہنگا بیچنے کے لیے غلہ اسٹور کریں تو ان کا

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص۷۳، ۷۴.
و"كنز الدقائق"، كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، ص۲۰۳.

2 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص۷۴.

3 ...... المرجع السابق.

www.dawateislami.net

غلہ جبراً فروخت کردیا جائے گا۔اسی طرح اگر باپ اولاد کا واجب الادا نفقہ نہ دے اور انھیں فاقہ کشی پر مجبور کرے تو باپ کو ان کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائے گا۔غیر سنجیدہ وعدیم الحیا مفتی کو اور جاہل طبیب کو فتویٰ دینے اور علاج کرنے سے روکنا جائز ہے۔اسی طرح اگر کسی نے زمین غصب کرلی اور اس پر عمارت بنالی یا پیڑ لگادیئے تو اگر زمین کی قیمت عمارت یا پیڑوں کی قیمت سے زیادہ ہے تو عمارت گرادی جائے گی یا پیڑ اکھڑوادیئے جائیں ورنہ زمین غصب کرنے والا زمین کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس سے مالک کو زمین کی قیمت دلوائی جائے گی۔[1]

قاعدہ نمبر۲۰:

مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ وَھُمَا مُتَسَاوِیَتَانِ یَأْخُذُ بِأَیَّتِھِمَا شَاءَ وَإِنِ اخْتَلَفَتَا یَخْتَارُ أَھْوَنَھُمَا "۶۱"

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہوجائے اور دونوں برابر کی ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر کی نہ ہوں تو ان میں سے جو ہلکی ہو اُسے اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بوجہ مجبوری جائز کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کہ اس میں بلاضرورت زیادہ حرام کرنا پڑے گا۔جیسے کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کردینا اس سے کمتر ہے اور آسان ہے کہ نماز حالتِ حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔ایسے ہی اگر کوئی ضعیف وناتواں بوڑھا ہے اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو قراءت قرآن نہیں کرسکتا اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قراءت کرلیتا ہے وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور قیام ترک کردے گا کیونکہ ترک قیام تو نوافل میں بھی جائز ہے مگر ترک قراءت قرآن جائز نہیں ایسے ہی کوئی جاں بلب فاقہ زدہ ہے[2] اس کے پاس کھانے کے لیے مردار ہے اور کسی دوسرے کا کھانا ہے تو اسے مال غیر حلال نہیں بقدرِ ضرورت مردار کھائے گا یہ اَھْــوَن ہے۔بعض فقہاء کا قول ہے کہ مردار نہیں کھائے گا مال غیر کھائے گا ابن سماعہ وطحاوی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے[3] ابن سماعہ فرماتے ہیں: مال غیر کو غصب کرنا مردار کھانے سے اھون ہے۔[4]

قاعدہ نمبر۲۱:

دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ "۶۳"

"یعنی خرابیوں کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے حصولِ منافع سے" پس جب مفاسد اور مصالح میں تضاد واقع ہو تو مصالح کو ترک

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ الخامسۃ،ص۷۴،۷۵.

2 ......یعنی بھوک کی وجہ سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

3 ......"اشباہ" اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی صورت میں مضطر کو اختیار ہے چاہے تو مردار کھالے چاہے تو مال غیر۔...علمیہ

4 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ الخامسۃ،ص۷۶،۷۷.

www.dawateislami.net

کر کے مفاسد کو دور کیا جائے گا کیونکہ شریعت مطہرہ کی توجہ محرمات وممنوعات ومفاسد کو دور کرنے میں زیادہ سخت ہے بہ نسبت ماموّرات ومصالح کو بروئے کار لانے کے، سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ (1)

یعنی جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالاؤ اور جب کسی شے سے منع کروں تو اس سے دور رہو۔

صاحب الکشف نے یہ حدیث روایت کی ہے: لَتَرْكُ ذَرَّةٍ مِّمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ (2)

یعنی منہیات الٰہیہ میں سے ایک ذرہ سے بھی اجتناب کرنا اور بچنا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

فتاویٰ بزازیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: مَنْ لَّمْ يَجِدْ سُتْرَةً تَرَكَ الإِسْتِنْجَاءَ وَلَوْ عَلٰى شَطِّ نَهْرٍ (3)

جسے سترہ نہ ملے (یعنی پردہ کرنے کی چیز) وہ استنجاء کو ترک کرے خواہ وہ نہر کے کنارے پر ہو۔

عورت پر غسل واجب ہوا اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو غسل موخر کرے گی اور مرد پر اگر غسل واجب ہے اور اسے مردوں سے پردے کی جگہ نہ ملے تو غسل کو موخر نہ کرے گا کیسے بھی ہو غسل کرے گا لیکن اگر مرد کو استنجاء کے لئے پردہ کی جگہ نہ ملے تو استنجاء موخر کرے گا۔ غسل اور استنجاء میں یہ فرق اس لئے ہے کہ نجاست حکمیہ نجاست ظاہری سے اقویٰ ہے۔ ایسے ہی اگرچہ وضو میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے لیکن بحالت روزہ یہ عمل مکروہ ہے مبادا پانی اندر پہنچ جائے اور روزہ کو توڑ دے۔ کبھی مصالح مفاسد پر بدرجہا غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کیا جائے جیسے متحارب گروہوں (4) کے درمیان صلح کرانے کے لیے دروغ بیانی (5) کرنا جائز ہے حالانکہ دروغ منہیات شرع سے ہے (6)۔ (7)

قاعدہ نمبر ۲۲:

اَلْحَاجَةُ تَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَةِ "۲۳"

یعنی حاجت ضرورت کا مقام حاصل کرلیتی ہے۔ اسی قاعدہ کے ماتحت اجارہ کا جواز ہے اگرچہ اجارہ داری خلاف قیاس

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، الحديث: ٤١٢-(١٣٣٧)، ص٦٩٨.

و"صحيح البخاري"، كتاب الاعتصام...إلخ، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم، الحديث: ٧٢٨٨، ج٤، ص٥٠٢.

2 ......"كشف الأسرار"، المتشابه، ج١، ص١٥٤.

3 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص٧٨.

4 ......یعنی آپس میں دولڑنے والے گروہ۔ 5 ......یعنی جھوٹ بولنا۔ 6 ......یعنی جھوٹ ممنوعات شرعیت میں سے ہے۔

7 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص٧٨.

www.dawateislami.net

ہے مگر یہ ایک حاجت ہے جو ضرورت بن گیا ہے۔ ایسے ہی بیع سلم کا جواز خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ معدوم شے کی بیع ہے [1] مگر غرباء کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کا جواز ہے۔ اسی قاعدہ کے ماتحت جب حاجت شدید داعی ہوئی تو بیع الوفاء کے جواز کا فتویٰ ہوا۔ [2]

قاعدہ نمبر۲۳:

اَلْعَادَۃُ مُحَکَّمَۃٌ "۶۳"

یعنی عادت حکم شرعی کی بنیاد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو چیز عرف و عادت کے لحاظ سے درست ہو شریعت اسے جائز قرار دیتی ہے۔ [3] یہ قاعدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے۔

مَارَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ [4]

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہلِ علم و اہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔ [5] عرف و عادت کی تعریف علامہ ابن عابدین علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "شرح عقود رسم المفتی المنظوم" میں فرماتے ہیں: قَالَ فِي "الْمُسْتَصْفٰی": "اَلْعَادَۃُ مَااسْتَقَرَّفِي النُّفُوْسِ مِنْ جِھَۃِ الْعُقُوْلِ وَتَلَقَّتْہُ الطِّبَاعُ السَّلِیْمَۃُ بِالْقُبُوْلِ وَفِي "شَرْحِ التَّحْرِیْرِ" اَلْعَادَۃُ ھِیَ الأَمْرُالْمُتَکَرِّرُمِنْ غَیْرِعِلاقَۃٍ عَقْلِیَّۃٍ [6]

اور "الأشباہ والنظائر" میں علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی المصری فرماتے ہیں: وذکر الامام الھندی في "شرح المغنی" "اَلْعَادَۃُ عِبَارَۃٌ عَمَّا یَسْتَقِرُّفِي النُّفُوْسِ مِنَ الأمُوْرِالْمُتَکَرَّرَۃِ الْمَقْبُوْلَۃِ عِنْدَالطِّبَاعِ السَّلِیْمَۃِ [7]

ان سب کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ کسی کام کو بار بار کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ بلا تکلف

---

1. ......یعنی ایسی چیز کی بیع ہے جو ابھی موجود نہیں۔
2. ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۸، ۷۹.
3. ......المرجع السابق، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹.
4. ......"المسند" الامام احمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن مسعود، الحدیث: ۳۶۰۰، ج۲، ص۱۶.
5. ......"کشف الخفاء"، حرف المیم، الحدیث: ۲۲۱۲، ج۲، ص۱۶۸.
و"الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹.
6. ......"مجموعۃ رسائل ابن عابدین"، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، الجزالاول، ص۴۴.
7. ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹.

www.dawateislami.net

اس سے اس کام کا صدور ہونے لگے وہ اگر قول ہے تو وہ بلا تکلف اسی معنی میں سمجھا جانے لگے جس میں وہ حقیقت کے برخلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔صاحب الاشباہ نے عرف وعادت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱)اَلْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ (۲)وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ (۳)وَالْعُرْفِيَّةُ الشَّرْعِيَّةُ [1] ''۶۴۰''

عرف اور عادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف وعادت پر مبنی ہے''مبسوط'' میں ہے: جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہو جائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔''ردالمختار'' جلد پنجم میں جہاں نابالغوں کے سن بلوغ سے بحث کی گئی ہے اسی موقع پر فرمایا کہ''ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی حجت ہے۔''[2]

امام شہاب الدین القرافی فرماتے ہیں:''احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں۔''

عادت کس چیز سے اور کس طرح ثابت ہوتی ہے مختلف امور میں اس کے مختلف طریقے ہیں:

۱۔کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہو جاتی ہے جیسے وہ لڑکی جسے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار ہوگی لیکن تربیت کئے ہوئے شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب وہ مسلسل تین بار شکار کر کے اسے نہ کھائے۔

۲۔عرف وعادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو۔جب تک عام لوگوں میں اس کا رواج عام نہ ہو جائے اس کو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا سکتا۔

۳۔عادت اور عرف جب عام رواج ہو جائیں تو کیا وہ شرط کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

فتاویٰ ظہیریہ مبحث الاجارہ میں ہے: اَلْمَعْرُوْفُ عُرْفاً کَا لْمَشْرُوْطِ شَرْعًا۔

بزازیہ میں ہے:اَلْمَشْرُوطُ عُرْفاً کَالْمَشْرُوْطِ شَرْعًا

۴۔الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آ رہا ہو کسی نئے رواج وعرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے گا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ ''لا عِبْرَةَ بِالْعُرْفِ الطَّارِیءِ'' نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں ہے تعلیق میں نہیں۔تعلیق میں وہ اپنے حقیقی معنی اور اصلی مفہوم میں لیا جائے گا جیسے کسی ظالمہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ میں اگر تیرے اوپر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ

---

1 ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ السادسۃ،ص۷۹.

2 ......''ردالمحتار''،کتاب الحجر،فصل بلوغ الغلام...إلخ،ج۹،ص۲۶۰.

www.dawateislami.net

اگر میں تیرے اوپر یعنی تیرے کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، تو اس کی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت اس کی قسم میں معتبر ہے نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لئے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۔عرف اور شرع میں جب تضاد ہوگا تو عرف الاستعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً اَیْـمَـان میں لہٰذا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط پر نہیں بیٹھے گا یا یہ قسم کھائی کہ وہ سراج (چراغ) سے روشنی حاصل نہیں کرے گا پھر وہ زمین پر بیٹھا یا سورج سے روشنی حاصل کی تو وہ حانث نہیں ہوگا (یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اگرچہ قرآن کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اس کے عرفی معنی مراد لئے جائیں گے۔اسی طرح اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا پھر اس نے مچھلی کھائی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔اگرچہ قرآن کریم نے مچھلی کے لئے لَحماً طَرِیّاً[1] کا لفظ استعمال کیا ہے اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔[2]

۶۔عرف اور لغوی معنی میں جب تضاد ہوگا تو عرف میں اگر شرائط معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں زیلعی وغیرہ نے یہ تصریح فرمائی ہے: اِنَّ الأیْـمَانَ مَبْنِیَّةٌ عَلَی الْعُرُفِ لا عَلَی الْحَقَائِقِ اللُّغْوِیَّةِ[3] ایمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنی پر۔اس پر مسائل متفرعہ میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حانث ہوگا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے مغربی یوپی اور پنجاب میں گیہوں کی روٹی، اور بقول صاحب الاشباہ والنظائر ان کے زمانے میں قاہرہ[4] میں گیہوں کی روٹی، طبرستان میں چاول کی روٹی، زبید[5] میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حانث ہو جائے گا اگر ان تمام علاقوں میں مروج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ[6] ہوگا۔[7]

---

❶......یعنی تازہ گوشت۔

❷......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص ۸۲.

❸......"تبیین الحقائق"،کتاب الأیمان،باب فی الدخول...إلخ،ج۳،ص۴۳۹.

و"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۸۳.

❹......مصر کا دار الحکومت۔ ❺......یمن کے ایک شہر کا نام۔

❻......بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''حانث ہوگا'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''حانث نہ ہوگا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

❼......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۸۳.

www.dawateislami.net

تنبیہ:

عرف وعادت پرشریعت کے بےشماراحکام ومسائل کا دارومدار ہےاور یہ تمام غیر منصوص علیھا مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے ہی عموم بلوی کو سمجھنے کے لئے بڑے وسیع مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔مفتیانِ کرام کوان تمام اُمور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں اکثروبیشتر غلطیوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔فقہ کی کتابوں میں عرف اوراس سے مستخرجہ مسائل پر سیر حاصل اور مفصل بحثیں کی گئی ہیں۔مفتی کے لئے ان کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کے مفہوم کی وضاحت وتعین میں حقیقت کوترک کردیا جائے گا۔[1] ''الاشباہ''میں ہے:عادت وعرف وہی معتبر ہے جب اس کا استعمال عرف وعادت میں غالب ہوگیا ہو۔اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس۱۰ درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کا عرف و عادت ہو۔اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم ودینار دینا چاہے تو بائع کو(بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔[2] ''شرح بیری''میں بہ حوالہ''مبسوط''بیان کیا گیا ہے جو چیز عرف سے ثابت ہووہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔[3] (رسائل ابن عابدین)

فائدہ:

بہت سے وہ احکام جن پر صاحب مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف وعادت کی بنیاد پرنص قائم کی زمانہ اور حالات کے بدل جانے سے تبدیل ہوگئے ہیں اہل زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عموم ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرنا[4] اور غیر سلطان سے اکراہ کا تحقق کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے متحقق ہوسکتا تھا غیر سلطان سے اکراہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں سے لوگ قتل و خونریزی پر اتنے جری ہوگئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہوگیا فقہائے متقدمین ضمان مباشر پر واجب کرتے تھے متسبب پرنہیں لیکن بعد میں ضمان متسبب پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فساد اہل زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ایسے ہی وصی اب مال یتیم میں مضاربت نہیں کرسکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب ضمان دے گا اور مکان موقوفہ ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کے لئے اجارہ پر نہیں دیا جائے گا اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائے گا اور

---

1. ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ السادسۃ،ص۷۹.
2. ......المرجع السابق،ص۸۱.
3. ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''،الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتي،ج۱،ص۴۴.
4. ......بہارِشریعت میں اس مقام پر''عدالت پر اکتفاء کرنا''لکھا ہوا تھا،جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے''عدالت پر اکتفاء نہ کرنا''،اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

www.dawateislami.net

شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے جائے (جبکہ بیوی رضا مند ہو) اگر چہ شوہر نے اس کا مہر معجّل ادا کر دیا ہو۔ (نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مجموعہ رسائل ابن عابدین وشرح عقود رسم المفتی)[1]

عرف وعادت کی بنیاد پر یہ حکم ہے کہ دخول کے بعد بیوی اگر یہ کہے کہ اس نے قبل دخول اپنا مہر معجّل وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلّقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقے میں طلاق کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عرف وعادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کے لیے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز دیا، میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی[2] تو اس کا مدار عرف پر ہے اگر اس علاقہ کا عرف تملیک ہے تو جہیز کی ہر چیز بیٹی کی ملکیت قرار دی جائے گی ورنہ جیسا عرف ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا مسائل کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف وعادت، فساد زمان، عموم بلویٰ، ضرورت اور قرائن احوال پر ہے ان میں سے کوئی حکم نہ مذہب سے خارج ہے نہ خلاف، کیونکہ مجتہد اگر اس زمانہ میں حیات ہوتے تو بلا شبہ یہی حکم شرعی بیان فرماتے یہی وہ نکتہ ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب اور متاخرین میں سے صحیح وصواب پر نگاہ رکھنے والوں کو جرأت دلائی کہ وہ صاحب المذہب سے منقول کتب ظاہر الروایہ میں منصوص مسائل سے اختلاف کریں۔ عرف وعادت اگر زمانے کے تغیر سے تبدیل ہو جائیں اور نیا عرف وعادت بن جائے تو مفتیِ زمانہ کو نئے عرف وعادت کا لحاظ کر کے اس کے مطابق حکم شرعی بیان کرنا چاہیے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ چونکہ متقدمین فقہاء نے مفتی کے لئے اجتہاد کی شرط رکھی تھی جواب مفقود ہو چکی ہے کیونکہ فی زمانہ کوئی فقیہ شرائط اجتہاد کو پورا نہیں کرتا اس لئے مجتہد مفتی تو اب معدوم ہو چکے ہیں پھر بھی عرف وعادت کے مطابق فتویٰ دینے کے لئے کم سے کم یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مفتی وقت مسائل کی معرفت ان کی شروط وقیود کے ساتھ رکھتا ہو نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عرف سے کما حقہ، واقف ہو اور اہل زمانہ کے حالات سے بھی واقفیت رکھتا ہو اور کسی ماہر استاذ سے اس نے مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سیکھا ہو ''منیۃ المفتی' اور ''قنیہ'' میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔[3] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین) ''۴۶''

فائدہ: قرینہ حال بھی حکم شرعی کی بنیاد بن سکتا ہے اس کا ثبوت قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

---

1 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤.
و''مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف''، الجزء الثاني، ص١٢٦.

2 ...... یعنی ملکیت میں نہیں دیا۔

3 ...... ''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤، ٤٦.

www.dawateislami.net

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝ ﴾[1]

یعنی بے شک اس میں نشانیاں ہیں اہل فراست کے لیے یعنی جو قرائن سے علم حاصل کر لیتے ہیں۔

دوسری آیت اس کے ثبوت کی یہ ہے:

﴿ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ ﴾ الآية[2]

یعنی اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کیا اور اگر ان کا کرتا یعنی (یوسف علیہ السلام کا) پیچھے سے چاک ہوا[3] تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یہ گواہی قطعاً قرینۂ حال کی بنیاد پر تھی اور علاماتِ ظاہری سے علم حاصل کر کے گواہی دی گئی جو شرعاً قبول ہوئی اس لئے قرینۂ حال اور علامات ظاہری بھی حکم شرعی کی ایک بنیاد تسلیم کئے گئے۔[4]

قاعدہ نمبر۲۴:

اَلْاِجْتِهَادُ لا يُنْقَضُ بِالْاِجْتِهَادِ

یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا اس نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتلائی آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں کرتا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اب کیا چیز مانع ہے کہ آپ فیصلہ دیں آپ نے فرمایا چونکہ اس معاملہ میں کوئی نص شرعی ہے نہیں لہٰذا رائے اور اجتہاد دونوں برابر ہیں۔ اس قاعدہ پر جو مسائل متفرع ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سمت قبلہ کے بارے میں کسی نے اجتہاد تحری کر کے اس طرف نماز شروع کی۔ درمیان میں اس کی رائے واجتہاد بدل گیا اس نے رخ دوسری طرف کر لیا اسی طرح اس نے اگر چار رکعتیں چار سمت کی طرف رخ کر کے پڑھیں تو نماز درست ہے اس کی قضا نہیں دوسرے اجتہاد نے پہلے اجتہاد کو کالعدم وساقط نہیں کیا اس لئے ہر رکعت صحیح ادا ہوئی اور وہ نماز قضا نہیں کرے گا۔ اگر قاضی نے کسی فاسق کی شہادت کو اس کے فسق و فجور کی

---

1 ......پ ١٤، الحجر: ٧٥.
2 ......پ ١٢، يوسف: ٢٦.
3 ......یعنی پھٹا ہوا۔
4 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة نشر العرف... إلخ، الجزء الثاني، ص ١٢٨.

www.dawateislami.net

وجہ سے رد کر دیا پھر اس نے اپنے فسق سے توبہ کر کے اس شہادت کو دوبارہ دیا تو قبول نہیں کی جائے گی۔(الاشباہ ۳۷ وغیرہا)[1]

قاعدہ نمبر ۲۵:

إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ

یعنی حلال اور حرام جب جمع ہوں گے تو غلبہ حرام کو ہوگا اس قاعدہ کے ماتحت اگر کتے اور بکری کے اختلاط سے بکری کے بچہ ہوا تو وہ حرام ہے اور سکھایا ہوا کتا جب بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر شکار پر چھوڑا گیا پھر اس کے ساتھ کلب غیر معلم (یعنی غیر تربیت یافتہ کتا) شریک ہوگیا یا وہ کتا شریک ہوگیا جس کو بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر نہ چھوڑا تھا تو وہ شکار حرام ہے (اگر وہ ذبح سے قبل مر گیا) شکار پر تیر چلایا، وہ پانی میں گرا، یا چھت پر گرا پھر چھت سے زمین پر گرا تو وہ شکار حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پانی کی وجہ سے یا زمین پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔ایسے ہی اگر پالتو بکرا ہرنی سے ملا اور ہرنی سے بچہ ہوا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ مسلم نے شکار پر تیر چلایا اور مجوسی یا مشرک نے مسلم کے ہاتھ کو تیر چلانے میں مدد دی تو وہ شکار حرام ہے اگر درخت کا ایک حصہ حرم میں ہے اور ایک حصہ حل میں ہے تو اس درخت کو کاٹنا جائز نہیں۔[2]

اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ بھی شامل ہے: إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضٰی فَإِنَّهُ يُقَدِّمُ الْمَانِعُ

یعنی مانع اور مقتضی میں جب تعارض ہوگا تو مانع مقدم کیا جائے گا اس صورت میں حکم عدم جواز کا ہوگا لہٰذا اگر وقت تنگ ہے یا پانی کی مقدار کم ہے اس صورت میں سنن وضوادا کرتا ہے تو وقت نماز ختم ہو جائے گا یا پانی پورا نہ ہوگا تو سنن ادا کرنا جائز نہیں اس قاعدے کے بھی کچھ مستثنیات ہیں۔[3]

قاعدہ نمبر ۲۶:

لاإِيْثَارَ فِي الْقُرَبِ "۴۸۰"

یعنی قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے۔سیدنا شیخ عزالدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چونکہ قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے اس لئے اگر کسی کے پاس صرف اتنا کپڑا ہے کہ جس سے اپنا مفروضہ ستر[4] چھپا سکے اسے یہ کپڑا دوسرے کو ستر چھپانے کے لیے دینا جائز نہیں۔اسی طرح اگر نماز کا وقت آ گیا اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اپنا وضو کرے اور وہ پانی کسی دوسرے کو وضو کے لئے دیدے تو یہ جائز نہیں کیونکہ ایثار ان معاملات میں ہے جن کا تعلق نفوس سے ہے نہ ان معاملات میں جن

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الأولى،ص۸۹،۹۰،وغيرها.

2 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثانية،ص۹۳۔۹۵.

3 ......المرجع السابق،ص۱۰۰.

4 ......یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا فرض ہے۔

www.dawateislami.net

کا تعلق قربات وعبادات سے ہے۔[1] ''شرح المہذب'' باب الجمعۃ میں یہ جزئیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص صف میں جہاں بیٹھا ہے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے گا کہ دوسرا آدمی اس کی جگہ بیٹھے ہاں اگر وہ باختیار خود اٹھے تو کراہت نہیں۔[2] اگر کوئی جاں بلب بھوکا (مضطر) اپنا کھانا دوسرے مضطر کو کھلا دے تو یہ ایثار محمود ہے اور اس پر وہ ماجور ہوگا[3] یہ اپنا ایثار فی النفس ہے اور آیت ﴿ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾[4] کے تحت میں آتا ہے۔[5]

قاعدہ نمبر ۲۷:

اَلتَّابِعُ تَابِعٌ

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے حمل والے جانور کی بیع میں حمل اپنی ماں کے تابع ہے اس کی بیع الگ سے نہ ہوگی ایسے ہی راستے اور پانی زمین کے تابع ہیں ان کی بیع الگ سے نہ ہوگی۔[6]

قاعدہ نمبر ۲۸:

اَلتَّابِعُ يَسْقُطُ بِسُقُوطِ الْمَتْبُوْعِ "۸۵"

متبوع کا حکم ساقط ہونے سے تابع کا حکم بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ جیسے جس کی نمازیں ایام جنون میں جنون کی وجہ سے ساقط ہوگئیں وہ ان نمازوں کے ساتھ کی سنتوں کی قضا بھی نہ کرے گا وہ بھی ساقط ہوجائیں گی۔ اسی طرح جس کا حج فوت ہوگیا اور اس نے عمرہ ادا کرکے احرام کھول دیا اس پر منٰی میں رمی جمار[7] اور شب گزارنا بھی نہیں رہا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وقوف عرفہ کے تابع ہیں اور وہ ساقط ہوگیا اس کے برعکس دیوان خراج سے جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں جیسے مجاہدین، علماء کرام، طلبہ اور مفتیان عظام اور فقہاء یہ لوگ اگر وفات پاجائیں تو ان کے وظائف ان کی اولاد کے لئے مقرر کردیئے جائیں گے۔ اسی قاعدے کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے: يَسْقُطُ الْفَرْعُ إِذَا سَقَطَ الأَصْلُ اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جب اصیل بری ہوجائے گا تو اس کا کفیل بھی بری ہوجائے گا۔[8]

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلية،النوع الثانی،القاعدة الثالثة،ص١٠١.

2 ......"المجموع شرح المهذب"،كتاب الجمعة،باب هيئة الجمعة،ج٤،ص٥٤٥.

3 ......یعنی اس پر اسے اجر ملے گا۔

4 ......پ٢٨،الحشر:٩.

5 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلية،النوع الثانی،القاعدة الثالثة،ص١٠١.

6 ......المرجع السابق،القاعدة الرابعة،ص١٠٢.

7 ......یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا۔

8 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلية،النوع الثانی،القاعدة الرابعة،ص١٠٣.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۲۹:

اَلتَّابِعُ لا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْمَتْبُوْعِ "٨٦"

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا لہٰذا نماز کی تکبیر افتتاح میں مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ارکان نماز کی ادائیگی میں امام پر تقدیم نہیں کرسکتا، لہٰذا مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرنے میں امام سے پہلے رکوع و سجود میں نہ جائے نہ امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے۔[1] فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تفریعات موجود ہیں۔[2]

قاعدہ نمبر۳۰:

تَصَرُّفُ الإِمَامِ عَلَى الرَّعِيَّةِ مَنُوْطٌ بِالْمَصْلِحَةِ "٨٧"

یعنی غیر منصوص اُمور میں امام کا تصرف رعایا پر مصلحت پر موقوف ہے یہ قاعدہ فقہ کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''الخراج'' میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لہٰذا امام، سلطان یا خلیفہ کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ ایسے قاتل کو معاف کردے جس کا مقتول لاوارث ہو یعنی اس کا کوئی ولی و وارث نہ ہو بلکہ اسے رعایا کی مصلحت کی خاطر یا قصاص لینا چاہیے یا دیت۔ عامۃ المسلمین کے مصالح کے پیش نظر امام زیلعی نے بیت المال کے سرمایہ کو چار شعبوں میں تقسیم فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ وہ ان چار شعبوں کے اموال کو الگ الگ رکھے تاکہ ایک دوسرے کا مال مل نہ سکے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے احکام و مسائل جداگانہ ہیں جو اسی شعبہ کے ساتھ خاص ہیں۔[3]

''محیط'' کی کتاب الزکوۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ عامۃ المسلمین کی مصلحتوں کے تقاضہ کے مطابق یہ بات رائے امام پر ہے کہ وہ کسی کو امداد زیادہ دیدے اور کسی کو کم یا سب کو برابر برابر لیکن اس فرق یا تسویہ میں اس کی خواہش نفس یا اغراض فاسدہ کو دخل نہ ہونا چاہیے لیکن ہر ایک کو اتنا ہی حلال ہے جو اس کی ضروریات اور اس کے عیال و اعوان کی ضروریات کو کفایت کرے اگر بیت المال میں اہل حقوق کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ روپیہ بچ جائے تو اس کو عامۃ المسلمین کے کام میں لائے اگر اس نے اس عمل میں کوتاہی کی تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔ امام زیلعی فرماتے ہیں امام پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور ہر مستحق کو اس کی ضرورت کے مطابق دے نہ کم نہ زیادہ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔[4]

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة، ص١٠٣.

2 ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الصلوة، باب افتتاح الصلوة، ج١، ص٤٢.

3 ......"تبيين الحقائق"، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية، ج٤، ص١٧١.

و"الأشباه والنظائر"، الفن الأول في القواعدالكلية، النوع الثاني، القاعدة الخامسة، ص١٠٥.

4 ......"تبيين الحقائق"، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية، ج٤، ١٧١.

www.dawateislami.net

حضرت سعید بن منصور نے حضرت یرفا رضی اللہ تعالٰی عنہ [1] سے روایت بیان کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں خود کو اللہ کے مال کا (یعنی بیت المال واموال غنائم واموال عشر و خراج وزکوٰۃ وغیرہا کا) ایسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہوں جیسے کوئی یتیم کا والی اس کے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے (جب تنگدست ہوتا ہوں تو اس سے بقدرِ کفایت لے لیتا ہوں اور جب خوشحال ہوتا ہوں) [2] تو اسے بیت المال کو واپس کردیتا ہوں اور جب غنی ہوتا ہوں تو اس سے بچتا ہوں۔ [3] اسی قاعدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وعمل کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یا سلطان یا خلیفہ یا اُوْلی الامر اُمورعامۃ المسلمین کے پیش نظر کوئی حکم دے تو وہ اسی وقت نافذ ہوگا جب وہ شرعاً مصلحت عامہ کے مطابق ہو ورنہ نہیں۔ [4]

''فتاویٰ قاضی خان'' کتاب الوقف میں یہ جزیہ مذکور ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ مقبوضہ شہر کی کسی اراضی پر دوکانیں بنواکر مسجد پر وقف کردیں یا مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجد میں برابر کی زمین لے کر توسیع کرلیں تو اگر یہ شہر جنگ سے فتح کیا گیا تھا اور مسجد کی یہ توسیع یا دوکانوں کی تعمیر گزرنے والوں اور راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف دہ ثابت نہ ہوگی، اس صورت میں بادشاہ کا حکم نافذ ہوجائے گا اور اگر یہ شہر بذریعہ جنگ نہیں بلکہ بذریعہ صلح قبضہ میں آیا تھا تو وہ اراضی علیٰ حالہ اپنے مالک کی ملکیت میں باقی رہے گی اور بادشاہ کا حکم نافذ نہ ہوگا۔'' [5] اسی طرح قاضی کا تصرّف اموال یتامیٰ اور ترکات اور اوقاف میں مصلحت سے مقید ہے یعنی اگر اس میں مصلحت شرعیہ ہے اور شریعت اسے جائز کرتی ہے تو قاضی کا تصرف نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ''ذخیرہ'' و''ولواجیہ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر قاضی بغیر شرط واقف کسی مسجد میں فراش [6] مقرر کردے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں اور نہ فراش کو وہ تنخواہ کھانی حلال ہے جو اسے اس وقف سے ملی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بلا شرطِ واقف وقف میں سے وظائف دینا بطریق اولیٰ ناجائز ہے حالانکہ مسجد کو فراش کی ضرورت ہے پھر بھی بغیر شرط واقف اس میں فراش مقرر نہیں کیا جاسکتا پھر اس میں سے وظائف کیسے مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ [7] (الاشباہ ۸۹)

1 ......کتبِ حدیث وتراجم اعلام کی مراجعت کے بعد یہ ہی ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث کے راوی ''براء'' نہیں بلکہ ''یرفا'' ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام ہیں، اس کی وضاحت خود ''سنن سعید بن منصور'' میں اسی مقام پر موجود ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

2 ......بہارشریعت میں اس مقام پر کچھ عبارت لکھنے سے رہ گئی تھی جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہذا بریکٹ میں ہم نے ''سنن سعید بن منصور'' سے اصل حدیث کو دیکھ کر مذکورہ عبارت کا اضافہ کردیا۔...علمیه

3 ......"سنن سعید بن منصور"، تفسیر سورة المآئدة، الحدیث: ۷۸۸، ج٤، ص۱۵۳۸.

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول فی القواعد الكلية، النوع الثانی، القاعدة الخامسة، ص۱۰٦.

5 ......"الفتاوی الخانية"، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارهٗ...إلخ، ج۲، ص۲۹۸.

6 ......خادم مسجد یعنی مسجد میں صفائی، ستھرائی کی خدمت کرنے والا۔

7 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول فی القواعد الكلية، النوع الثانی، القاعدة الخامسة، ص۱۰٤، ۱۰۷.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر ۳۱:

اَلْحُدُوْدُ تُدْرَءُ بِالشُّبُهَاتِ ”۹۰“

یعنی حدود شک وشبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ یہ حدیث ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے [1] اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ”اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ“ [2] جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو، امام ترمذی وحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حدیث بیان کی ”اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ وَّجَدْتُّمْ لِـمُسْلِمٍ مَّخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ“ [3] مسلمانوں سے حدود کو دور کرو جہاں تک ممکن ہو اور اگر تم کسی مسلمان کے لئے اس سے نکلنے کا راستہ پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کردینے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔“

صاحبِ فتح القدیر فرماتے ہیں: فقہائے امصار وبلاد کا اس پر اجماع ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ شبہ وہ ہے جو ثابت تو نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو، علمائے احناف نے شبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) شُبْهَةٌ فِـي الْفِعْلِ اس کو شُبْهَةُ الْإِشْتِبَاه بھی کہتے ہیں۔ (۲) شُبْهَةٌ فِـي الْمَحَلِ (۳) شُبْهَةٌ فِـي الْعَقْد

پہلی قسم شُبْهَةُ الاشْتِبَاه کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی پر اس شے کی حلت وحرمت مشتبہ ہوجائے جیسے وہ یہ بدگمانی کرے اس کی بیوی کی لونڈی سے مجامعت ووطی کرنا حلال ہے یا اپنے باپ ماں یا دادا کی باندی سے وطی کرنا اس کے لیے جائز ہے یا یہ گمان کرے کہ اسے اپنی مطلقہ ثَـلٰثه سے دورانِ عدت وطی کرنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں اگر اس نے وطی کرلی تو اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کا علم تھا کہ یہ حرام ہیں تو اس پر حد قائم کردی جائے گی۔

دوسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْمَحَل کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی باندی، طلاق بالکنایہ سے مطلقہ، فروخت کردہ باندی جس کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور وہ باندی جو اپنی بیوی کے مہر میں دی لیکن ابھی اس کو بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے وغیرہا ان تمام صورتوں میں اگر وہ ان کے ساتھ وطی کرے گا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں ان کے حرام ہونے کو جانتا تھا۔

تیسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْعَقْد کی صورتیں یہ ہیں کہ کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا بعد عقد نکاح اس سے وطی کی اگر وہ یہ کہے کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اسے علم نہ تھا حد

---

1 ......”الأشباه والنظائر“، الفن الأول في القواعدالكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة، ص۱۰۸.

2 ......”سنن ابن ماجه“، كتاب الحدود، باب السّرعلى المؤمن...إلخ، الحديث:۲۵۴۵، ج۳، ص۲۱۹.

و”الأشباه والنظائر“، الفن الأول في القواعدالكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة، ص۱۰۸.

3 ......”سنن الترمذي“، كتاب الحدود، باب ماجاء في درء الحدود، الحديث:۱۴۲۹، ج۳، ص۱۱۵.

و”المستدرك“ للحاكم، كتاب الحدود، باب ان وجدتم لمسلم...إلخ، الحديث:۸۲۲۴، ج۵، ص۵۴۹.

www.dawateislami.net

قائم نہ ہوگی۔ ایسے ہی اس عورت سے وطی کرنا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح شراب کو دوا کے طور پر پیا (بشرطیکہ معالج نے ضروری قرار دیا ہو) ان تمام صورتوں میں حد قائم نہ کی جائے گی۔ چونکہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی لئے حدود عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتیں نہ کتابُ الْقاضِی اِلَی الْقاضِی سے اور نہ شَہادَت عَلَی الشَّہادَت سے نہ حالت نشہ میں حدود خالصہ کے اقرار سے کہ ان تمام صورتوں میں شبہات ہیں ان کے علاوہ شبہات کی اور صورتیں بھی ہیں۔ (1)

فائدہ:

حدود میں مُتَرْجِمْ (2) کا قول قبول کر لیا جائے گا جس طرح دیگر معاملات میں مترجم کا قول قابلِ قبول ہے اور قصاص بھی شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے جس طرح کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں اور قصاص بھی انہیں چیزوں سے ثابت ہوتا ہے جن سے حدود ثابت ہوتے ہیں برخلاف تعزیر کے کہ وہ شبہ کی موجودگی میں بھی ثابت ہو جاتی ہے، اس میں قسم بھی لی جاتی ہے جب کہ حدود و قصاص میں قسم نہیں لی جاتی، تعزیر میں انکارِ جرم کے باوجود فیصلہ دیا جاتا ہے۔ (3)

قاعدہ نمبر ۳۲:

اَلْحُرُّ لایَدْخُلُ تَحْتَ الْیَدِ

یعنی آزاد مرد و عورت پر کوئی قبضہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اگر کوئی شخص کسی آزاد مرد و عورت یا بچہ کو غصب کر کے لے گیا اور پھر وہ اس کے قبضہ میں اچانک قدرتی موت مر گیا تو غاصب اس کی جان کا ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ (4) اس کے برخلاف اگر وہ ان کو غصب کر کے ہلاکت کی جگہ لے گیا جہاں خونخوار درندے یا زہریلے سانپ رہتے ہوں یا وہاں بالعموم بجلیاں گرتی ہوں یا وہاں مہلک بیماریاں پھیلی ہوں اور وہاں ہلاک ہو گئے تو اس صورت میں غاصب کے عاقلہ پر (ورثاء پر) ان کی دیت واجب ہوگی لیکن یہ ضمان اتلاف جان ہے، ضمانِ غصب نہیں۔ اس قاعدہ سے زوجہ خارج ہے۔ (5)

قاعدہ نمبر ۳۳:

إِذَا اجْتَمَعَ أَمْرَانِ مِنْ جِنْسٍ وَّاحِدٍ وَّلَمْ یَخْتَلِفْ مَقْصُوْدُ هُمَا دَخَلَ أَحَدُ هُمَا فِی الْأخَر.

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلیة،النوع الثانی،القاعدة السادسة،ص۱۰۸،۱۰۹.
و"الفتح القدیر"، كتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد...إلخ، ج۵، ص ۳۲،۳۳.

2 ......یعنی ترجمان۔

3 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلیة،النوع الثانی،القاعدة السادسة،ص۱۰۸۔۱۱۱.

4 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر"ضمان دینے کا ذمہ دار ہوگا" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے "ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیه

5 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول فی القواعدالكلیة،النوع الثانی،القاعدة السابعة،ص۱۱۱.

www.dawateislami.net

یعنی جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہو جائیں اور ان کا مقصد بھی مختلف نہ ہو تو وہ ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں جیسے حدث و جنابت جب ایک ہی شخص میں جمع ہوں یا جنابت اور حیض ایک ہی عورت میں جمع ہوں تو ان پر ایک ہی غسل فرض ہوگا اور ایک ہی غسل دونوں کے لیے کافی ہے اور جیسے اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز فرض و سنت ادا کی تو یہی نماز تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے لئے بھی کافی ہے یا جیسے کسی سے ایک ہی نماز میں دو واجب یا ایک واجب کئی بار سہواً ترک ہوا تو اس کے لئے ایک ہی بار سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۳۴:

إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلٰى مِنْ إِهْمَالِهِ مَتٰى أَمْكَنَ فَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ أُهْمِلَ "۹۶"

یعنی جہاں تک ممکن ہو کلام کو بامعنی بنایا جائے مہمل قرار نہ دیا جائے ہاں اگر اسے بامعنی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر اسے مہمل قرار دیا جائے۔ اسی بنیاد پر ہمارے علمائے اصول اس امر پر متفق ہیں کہ کسی کلام کو اگر اس کی حقیقت پر محمول کرنا متعذر ہو[2] تو وہ مجاز پر محمول کیا جائے گا اسے مہمل قرار نہ دیا جائے گا اگر وہ حقیقت اور مجاز میں سے کسی پر بھی محمول نہ کیا جا سکے تو اسے مہمل قرار دیا جائے گا یا اگر یہ صورت ہے کہ کوئی لفظ ایسا ہو جو حقیقت اور مجاز میں مشترک ہو اور وجہ ترجیح موجود نہ ہو تب بھی وہ مہمل قرار دیا جائے گا۔

اس قاعدہ کے مطابق اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں اس درخت سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس کا پھل کھایا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز خرید کر کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا یا اس نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ آٹا نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس آٹے سے پکی ہوئی روٹی کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کو حقیقت پر محمول کرنا متعذر رہے لہٰذا مجازی معنی لیے گئے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جس کا باپ معلوم و معروف ہے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی کیونکہ یہاں حقیقت و مجاز دونوں متعذر ہیں لہٰذا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک سے کہا تجھے چار طلاقیں ہیں اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا[3] تین طلاقیں تیرے لئے اور باقی تیری ساتھی پر اس صورت میں پہلی پر طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسری پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں کلام کو عمل میں لانا ممکن نہیں لہٰذا مہمل قرار دیا جائے گا کیونکہ شریعت نے صرف تین طلاقیں مقرر فرمائی ہیں اور زیادہ کو باطل کیا ہے لہٰذا چوتھی طلاق واقع کرنا ممکن نہیں اس لئے باقی تیری ساتھی پر اس کا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا اور دوسری بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی[4] اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ شامل ہے ''اَلتَّاسِيْسُ خَيْرٌ مِّنَ التَّاكِيْد'' تاکید کے مقابلے میں تاسیس بہتر ہے یعنی کسی کلام کو تاکید قرار دینے

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثامنة،ص۱۱۲.

2 ......یعنی مشکل ہو۔

3 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر (تجھے چار طلاقیں ہیں، اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیه

4 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة التاسعة،ص۱۱٤.

www.dawateislami.net

کے مقابلے میں اصل بنیاد اور بناء کلام قرار دینا مختار ہے لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق تو اسے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے تاکید مراد لی تھی تو دیانۃً اس کی تصدیق کردی جائے گی لیکن قضاءً نہیں۔ (1)

قاعدہ نمبر ۳۵:

اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَان

یعنی منافع ضامن ہونے کے عوض ہیں یعنی کسی شے سے نفع حاصل کر لینے کا کوئی معاوضہ دینا نہ ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شے کے ہلاک ہوجانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ ''الخراج بالضّمان'' حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وابن حبان رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بعض راویوں نے اس کا سبب بھی بیان فرمایا ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام خریدا کچھ دنوں وہ ان کے پاس رہا پھر انھیں اس غلام میں کوئی نقص اور عیب معلوم ہوا انہوں نے معاملہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا، خیارِ عیب کی وجہ سے آپ نے اس غلام کو واپس کرادیا۔ بائع نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم! اس مشتری (خریدار) نے میرے غلام سے منافع حاصل کئے ہیں۔'' (مطلب یہ تھا کہ ان منافع کا معاوضہ مجھے دلایا جائے) آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''اَلْخراج بِالضَّمان'' یعنی منافع ضمان کے عوض میں ہیں۔ (2)

حضرت ابو عبید (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا اس حدیث میں الخراج کا مطلب غلام کے منافع ہیں کہ خریدار نے غلام خریدا اور اسے اپنے کام میں استعمال کیا اور ایک مدت کے بعد اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ بائع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کردے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہوجاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا بائع پر کوئی ضمان وذمہ داری نہ ہوتی۔ کتاب ''الفائق'' میں الخراج کی تشریح میں بتایا کہ کسی چیز سے جو بھی فائدہ پہنچے وہ اس کا خراج ہے۔ درخت کا خراج اس کا پھل ہے اور جانوروں کا خراج ان کا دودھ اور ان کی نسل ہے۔ علامہ فخر الاسلام فرماتے ہیں یہ حدیث پاک جوامع الکلم میں سے ہے لہٰذا اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر المعنی ہے اس لئے اس کو ایک معنی میں متعین نہیں کرسکتے اور روایت بالمعنی میں ایک معنی کے ساتھ خاص اور متعین ہوجائے گی۔ (3)

---

1 ...... ''الأشباہ والنظائر''، الفن الأول فی القواعدالکلیة، النوع الثانی، القاعدة التاسعة، ص ١٢٦.

2 ...... ''سنن ابن ماجه''، کتاب التجارات، باب الخراج بالضمان، الحدیث: ٢٢٤٣، ج٣، ص ٥٧.

3 ...... ''أصول البزدوی''، باب شرط نقل المتون، ص ١٩١.

و''الأشباہ والنظائر''، الفن الأوّل: القواعدالکلیة، النوع الثانی، القاعدة العاشرة، ص ١٢٧.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر ۳۶:

اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَاب

یعنی سوال کے جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔ علامہ بزازی اپنے ''فتاویٰ بزازیہ'' میں مسائل وکالت کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ زید کی بیوی مطلّقہ ہے اگر وہ اس گھر میں داخل ہویا[1] اس پر بیت اللّٰہ جانا ہے۔ زید نے یہ سن کر کہا ہاں تو زید ان دونوں باتوں کا حالف قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ جواب اس مضمون کے اعادہ کو متضمن ہے جس کا سوال میں ذکر ہے ایسے ہی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں طلاق والی ہوں (مطلقہ ہوں) شوہر نے کہا! ہاں، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔[2]
''قنیہ'' میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا تجھ پر اتنا قرضہ ہے وہ مجھے ادا کر دوسرے نے مذاق واستہزاء میں کہا ہاں بہت خوب تو یہ اس کا اقرار ہے، یہ قرضہ اس سے لے لیا جائے گا۔[3]

قاعدہ نمبر ۳۷:

لا يُنسَبُ إلٰى سَاكِتٍ قَوْلٌ

اس قاعدہ کی توضیحی مثالیں یہ ہیں کہ اگر مالک نے دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کا مال فروخت کر رہا ہے اور وہ دیکھ کر خاموش رہا اسے منع نہیں کیا تو اس کے سکوت سے وہ اس کا وکیل بالبیع[4] نہیں بنے گا۔ ایسے میں قاضی نے اپنے زیر ولایت نابالغ بچے یا معتوہ بے عقل یا کم عقل کو دیکھا کہ وہ خرید وفروخت کر رہا ہے اور یہ دیکھ کر قاضی نے سکوت اختیار کیا[5] تو قاضی کا یہ سکوت ان کے حق میں اذن فی التجارۃ نہیں ہوگا۔[6] ایسے ہی اگر کسی نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کا مال تلف اور ضائع کر رہا ہے اور وہ خاموش رہا تو اس کی یہ خاموشی مال کے تلف کرنے کی اجازت نہیں قرار دی جائے گی۔ اگر عورت نے بغیر اجازت ولی غیر کفو سے نکاح کر لیا تو ولی کا سکوت اس کی رضا نہیں تسلیم کیا جائے گا اگرچہ لمبی مدت گزر جائے عنین (نامرد) کی عورت کا سکوت اس کی رضا نہ مانا جائے گا خواہ وہ اس عنین کے ساتھ برسوں گزار دے۔[7] (جامع الفصولين)
علامہ ابن نجیم حنفی مصری صاحب الاشباہ والنظائر نے اس قاعدہ کے کچھ مستثنیات فرمائے ہیں جن کو ''جامع الفصولین''

---

1 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''اگر وہ اس گھر میں داخل ہو تو'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''اگر وہ اس گھر میں داخل ہو یا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں سے ''تو'' کی جگہ ''یا'' کر دیا ہے۔...علمیه

2 ......''الفتاوى البزازية''على هامش الهندية، كتاب الوكالة، الفصل السابع فى الطلاق والعتاق، ج٥، ص٤٩٠.

3 ......''القنية''، كتاب الاقرار، باب الجواب الذى يكون اقراراً، ص٤٣٩.
و''الأشباه والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثانى، القاعدة الحادية عشرة، ص١٢٨، ١٢٩.

4 ......یعنی بیچنے کا وکیل۔ 5 ......یعنی خاموش رہا۔ 6 ......یعنی تجارت کی اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

7 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثانى، القاعدة الثانية عشرة، ص١٢٩.
و''جامع الفصولين''، الفصل الرابع والثلاثون فى الأحكامات: الجزء الثانى، ص١٤٠.

www.dawateislami.net

سے نقل کیا ہے ان کی تعداد تیس ہے پھر مزید سات کا اضافہ فرمایا دو "قنیہ" سے نقل فرمائے اور پانچ اپنی طرف سے کل ۳۷ سینتیس مستثنیات فرمائے ہیں۔ (1) لیکن ان میں اکثر ایک دوسرے قاعدہ کے اندر آجاتے ہیں اور وہ قاعدہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۸:

اَلسُّکُوتُ فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ بَیَانٌ

یعنی مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائے گا جیسے نکاح سے قبل ولی (2) نے باکرہ (کنواری) سے اس کے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ ساکت رہی تو یہ اس کا نطق (3) و بیان مانا جائے گا اور اس کی اجازت شمار ہوگی ایسے ہی غیر باپ نے کسی نابالغہ باکرہ کا نکاح کردیا اور وہ بوقتِ بلوغ خاموش رہی تو اس کی یہ خاموشی اس کی اجازت شمار ہوگی۔ کسی عورت نے قسم کھائی کہ وہ نکاح نہیں کرے گی پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کردیا اور وہ خاموش رہی تو وہ حانث ہوجائے گی۔ (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) حق شفعہ رکھنے والے کو جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا علم ہوا اور وہ ساکت رہا تو اس کا حق شفعہ باطل ہوجائے گا اس کا یہ سکوت اس کی رضا مانا جائے گا۔ باکرہ (کنواری) لڑکی کو خبر دی گئی کہ تمہارے ولی نے تمہارا نکاح کردیا ہے یہ سن کر اس نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے ماں نے اپنی بیٹی کا جہیز باپ کے مال ومتاع سے دیا اور باپ نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے اب اسے واپس لینے کا اختیار نہیں وغیرہا۔۱۱۳ (4)

درحقیقت ان دونوں قاعدوں کی صورتوں میں امتیاز کرنا مفتی وفقیہ کے لئے کثرت مطالعہ اور دقت نظر کا طالب ہے۔ لہٰذا مفتی کے لئے لازم ہے کہ وہ خوب غور وفکر اور کتب فقہیہ کا عمیق مطالعہ کر کے ایسے مسائل کا جواب تحریر کرے جس طرح عرف پر موقوف مسائل کا جواب بھی دقت نظر، مفتی کی ذہانت اور عرف زمانہ سے واقفیت کا طالب ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۹:

اَلْفَرْضُ أَفْضَلُ مِنَ النَّفَلِ إِلَّا فِیْ مَسَائِلَ

یعنی فرض وواجب نفل سے افضل ہے اس کی صدہا مثالیں ہیں جو اظہر من الشّمس ہیں لیکن اس میں کچھ مستثنیٰ مسائل بھی ہیں جیسے نادار و تنگ دست مقروض کو اس کے قرض سے بری کردینا یہ اس کو مہلت دینے سے افضل ہے جب کہ بری کردینا مستحب

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثاني،القاعدۃالثانیۃ عشرۃ،ص ۱۲۹۔۱۳۱.
و"جامع الفصولین"،الفصل الرابع والثلاثون في الأحکامات،الجزء الثاني،ص۱۳۸.

2 ......یہاں ولی سے مراد ولی اقرب ہے،تفصیل کے لیے بہارشریعت،ج۲،حصہ۷،ص۵۰ ملاحظہ فرمائیے۔...علمیہ

3 ......یعنی بولنا۔

4 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثاني،القاعدۃالثانیۃ عشرۃ،ص۱۲۹،۱۳۱،وغیرھا.

www.dawateislami.net

ہے اور مہلت دینا واجب ہے۔ ایسے ہی سلام میں پہل کرنا سنت ہے مگر یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو کہ واجب ہے، اسی طرح وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ومندوب ہے مگر یہ افضل ہے اس وضو کرنے سے جو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے کیا جائے حالانکہ یہ وضو فرض ہے۔ (1)

قاعدہ نمبر۴۰:

مَاحَرُمَ أَخْذُهٗ حَرُمَ إِعْطَاؤُهٗ

یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ہجو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔ (2) لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام وگناہ ہے۔ (3) کہ یہ صورتیں اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کے ماتحت آتی ہیں، اسی قاعدہ کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے، یعنی قاعدہ نمبر ۴۱۔

قاعدہ نمبر۴۱:

مَاحَرُمَ فِعْلُهٗ حَرُمَ طَلَبُهٗ

جس چیز کا کرنا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے۔ ذمی کو جزیہ دینا حرام ہے مگر اس سے طلب کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ (4)

قاعدہ نمبر۴۲:

مَنِ اسْتَعْجَلَ الشَّيْءَ قَبْلَ أَوَانِهٖ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِهٖ

یعنی جو شخص کسی شے کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کرے تو سزاءً وہ اس شے سے محروم کر دیا جائے گا جیسے اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تاکہ جلد ہی اسے وراثت مل جائے تو قاتل وارث، مقتول مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بغیر اس کی طلب اور رضا مندی کے تین طلاقیں دیدے تاکہ وہ

---

1 ...... "الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الثالثة عشرة، ص ۱۳۱.

2 ...... المرجع السابق، القاعدة الرابعة عشرة، ص ۱۳۲.

3 ...... "غمز عيون البصائر"، الفن الأوّل في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ج ۱، ص ۳۹۱.

4 ...... "الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ص ۱۳۲.

www.dawateislami.net

وراثت سے محروم ہوجائے تو وہ عورت اس کی وراثت سے محروم نہ قرار دی جائے گی یہ شوہر اپنا مقصد حاصل کرنے میں محروم ہوگا۔[1]

قاعدہ نمبر ۴۳:

اَلْوِلَايَةُ الْخَاصَّةُ أَقْوٰى مِنَ الْوِلَايَةِ الْعَامَّةِ

یعنی ولایت خاصہ ولایت عامہ سے قوی تر ہوتی ہے جیسے قاضی کو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے نکاح وتزویج[2] کا حق نہیں اگر اس کا ولی ہے خواہ وہ ولی عصبات میں سے ہو یا ذوی الارحام میں سے کیونکہ ولی کو ولایت خاصہ حاصل ہے اور قاضی کو ولایت عامہ، ولی خاص کو قصاص لینے صلح کرنے اور قاتل کو بلا معاوضہ معاف کرنے کا حق ہے، امام کو معاف کرنے کا حق نہیں۔

فائدہ:

ولی خاص تین قسم کے ہیں:

(۱) مال اور نکاح میں ولی، یہ صرف باپ دادا ہی ہوسکتے ہیں یہ ان کا ذاتی وصف ہے یہ اگر خود کو ولایت سے معزول بھی کرنا چاہیں تو یہ معزول نہ ہوں گے۔

(۲) فقط نکاح میں ولی، یہ تمام عصبات ہوسکتے ہیں اور ماں اور ذوی الارحام نیز ولایت وکیل، اس کی ولایت کو موکل معزول کرسکتا ہے اور وکیل اور ذوی الارحام بھی خود کو ولایت سے معزول کر سکتے ہیں۔

(۳) فقط مال میں ولی، اور وہ وہ اجنبی ہے جو وصی بنایا گیا ہو۔ وصی کی ولایت کو وصی بنانے والا معزول کرسکتا ہے اور غیر ایماندار و بددیانت وصی کو قاضی بھی معزول کرسکتا ہے۔ لیکن وصی خود کو معزول نہیں کرسکتا۔[3] (الاشباہ والنظائر ۱۱۵) قاضی وصی کی موجودگی میں مال یتیم میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

قاعدہ نمبر ۴۴:

لَاعِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيِّنِ خَطَؤُهُ

یعنی جس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہوگیا پھر اس کا اعتبار نہیں۔ باب قضاء الفوائت میں اسی قاعدے کے ماتحت یہ جزیہ ہے اگر کسی صاحب ترتیب کی نماز عشاء قضاء ہوئی نماز فجر کے وقت اس نے گمان کیا کہ وقت فجر تنگ ہوگیا ہے اس نے فجر کی نماز ادا کرلی پھر یہ معلوم ہوا کہ وقت میں گنجائش ہے تو اس کی فجر کی نماز باطل[4] ہوجائے گی پھر یہ دیکھے کہ وقت میں گنجائش ہے تو پہلے نماز

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدةالخامسة عشرة،ص ١٣٢، ١٣٣.

2 ......یعنی شادی کرانے کا۔

3 ......"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدةالسادسة عشرة،ص١٣٣، ١٣٤.

4 ......یہاں لفظِ باطل سے مراد نماز کا موقوف ہونا ہے ورنہ نفل نماز میں تبدیل ہوجانا، تفصیل بہارِ شریعت، ج ۱، حصۂ چہارم، ص ۷۰۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ پر ملاحظہ فرمائیے۔... علمیہ

www.dawateislami.net

عشاء ادا کرے کیونکہ یہ صاحب ترتیب ہے پھر فجر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں گنجائش نہ رہی ہو تو فقط فجر کی نماز کا اعادہ کرے۔[1] (شرح الزیلعی) اسی قاعدہ کے ماتحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کرلیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پانی پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔[2] (خلاصہ) اسی طرح اگر صاحبِ نصاب زکوٰۃ نے مال زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ دیئے جانے والے کو غیر مصرف زکوٰۃ[3] گمان کیا اور اس کو زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف ہے[4] تو جائز ہے بالاتفاق زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اس کے برعکس اگر اس نے کسی کو مصرف زکوٰۃ گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غنی ہے یا خود اس کا بیٹا ہے تو طرفین کے نزدیک ادا ہوگئی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ادا نہ ہوئی۔ اگر اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور گمان یہ کیا کہ یہ کپڑا نجس ہے پھر معلوم ہوا کہ کپڑا پاک ہے تو نماز کا اعادہ کرے۔ اگر اس نے نماز پڑھی اور خود کو محدث[5] گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو ہے تو نماز جائز نہ ہوئی۔ ایسے ہی اگر کسی نے فرض نماز پڑھی اور اس کا گمان یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں ہوا پھر معلوم ہوا کہ وقت ہوگیا ہے تو اس کی نماز جائز نہیں[6] (کمافی فتح القدیر) آخر کے چاروں مسائل میں مکلّف کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ نفس حقیقت کا اور اِن چار مسائل سے قبل کے مسائل میں اعتبار نفس الامر اور حقیقت واقعیہ کا ہے[7] اس لئے اگرچہ یہ تمام مسائل ظاہری طور پر ہم شکل سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے حکم شرعی میں فرق ہے اور یہ وہ باریکیاں ہیں جن پر فقیہ کی نظر رہنی چاہیے۔

قاعدہ نمبر ۴۵:

ذِکْرُ بَعْضِ مَالَا یَتَجَزَّأُ کَذِکْرِ کُلِّہٖ

یعنی ایسی چیز جس کی تجزی نہیں ہوتی اگر اس کے بعض کا ذکر کیا جائے تو کل کا ذکر کرنا ہے جیسے کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی۔ قاتل کے ایک حصہ جسم کو معاف کیا تو کل کو معاف ہوجائے گا اسی طرح اگر بعض وارثوں نے معاف کردیا تو کل کی جانب سے قصاص ساقط ہوجائے گا مگر اس صورت میں باقی وارثوں کا حصہ مال میں تبدیل ہوجائے گا جو قاتل کے اولیاء کو ادا کرنا ہوگا۔[8]

---

1 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج۱، ص۴٦۰.

2 ......"خلاصۃ الفتاوی"، کتاب الطہارۃ، الجزء الأول، ج۱، ص۵.

3 ......یعنی جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ 4 ......یعنی اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ 5 ......بے وضو۔

6 ......"فتح القدیر"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ التی تتقدمہا، ج۱، ص۲۳٦.

7 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السابعۃ عشرۃ، ص۱۳۴، ۱۳۵.

8 ......المرجع السابق، النوع الثانی، القاعدۃ الثامنۃ عشرۃ، ص۱۳۵.

www.dawateislami.net

قاعدہ نمبر۴۶:

إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إِلَى الْمُبَاشِرِ

یعنی مباشر اور متسبب یعنی کسی فعل کا مرتکب اور سبب بننے والا دونوں جمع ہوں تو حکم مباشر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

مثلاً کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے ایک کنواں کھودا اور اس میں کسی دوسرے شخص نے کسی شے کو ڈال کر ضائع کر دیا تو ضمان کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ کنوئیں میں ڈالنے والے پر ہے کیونکہ ڈالنے والا ہی فعل کا مرتکب ہے۔ ایسے ہی ایک شخص نے چور کو کسی کے مال کی مخبری اور راہ نمائی کی اور چور نے اسے چرا لیا تو سارق[1] ضامن ہے بتلانے والے پر کچھ نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی نے نا سمجھ بچے کو چھری دے دی یا ہتھیار دیا کہ وہ اسے تھامے رہے بچہ نے خود کو ہلاک کر لیا تو چھری یا ہتھیار دینے والے پر ضمان نہیں ہے لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ضمان مباشر پر نہیں بلکہ متسبب پر ہے جیسے ودیعت جس کے پاس رکھی گئی ہے اس نے خود چور کو اس امانت اور ودیعت کی جگہ بتلائی اور چور نے اسے چرا لیا تو اس صورت میں امانت دار ضامن ہوگا۔

کسی عورت کے ولی نے کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کر لو یا اس عورت کے وکیل نے یہی کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کر لو پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دوسرے کی باندی[2] ہے تو مباشر، متسبب سے بچہ کی قیمت واپس لے گا۔ بچہ کو چھری دی کہ وہ اسے رکھ لے وہ چھری بچہ پر گری اور اسے زخم پہنچا تو اس کا ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا۔[3]

متاخرین علماء فقہ نے تغیر احوال زمانہ کے پیش نظر بہت سی صورتوں میں ضمان مباشر کی بجائے متسبب پر رکھا ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔[4]

فائدہ: مفہوم مخالف مع اپنی اقسام کے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک معتبر ہے (سوائے مفہوم لقب کے)[5] اور احناف کے نزدیک کلام شارع میں مفہوم مخالف معتبر نہیں "شرح تحریر" میں ہے: **فَقَدْ نَقَلَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ الْخَبَّازِيُّ فِيْ حَاشِيَةِ الْهِدَايَةِ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْكُرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ فِيْ خِطَابَاتِ الشَّارِعِ فَأَمَّا فِيْ مُتَفَاهِمِ النَّاسِ وَعُرْفِهِمْ وَفِي الْمُعَامَلَاتِ وَالْعَقْلِيَّاتِ يَدُلُّ انْتَهٰى وَتُدَاوِلُهُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ.**[6] (رسائل ابن عابدین، ج۱ص۱۴۱)

---

1 ...... چور۔ 2 ...... لونڈی۔

3 ...... بہار شریعت میں اس مقام پر "ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر نہ ہوگا" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے "ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...**علمیه**

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة التاسعة عشرة، ص۱۳۵، ۱۳۶.

5 ...... مفہوم مخالف کی پانچ قسمیں ہیں، مفهوم الصفة، مفهوم الشرط، مفهوم الغاية، مفهوم العدد، مفهوم اللقب، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک مفہوم اللقب معتبر نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے وضاحت فرمائی ہے اسی لئے ہم نے متن میں بریکٹ لگا کر اضافہ کر دیا ہے۔...**علمیه**

6 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، "شرح عقود رسم المفتي"، الجزء الاول، ص۴۱.

و"التقرير والتحبير شرح التحرير"، مفهوم المخالفة، ج۱، ص۱۵۴.

www.dawateislami.net

یعنی شیخ جلال الدین خبازی نے ''ہدایہ'' کے حاشیہ میں شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ خطابات شارع میں کسی حکم میں کسی شے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس حکم کی اس شے کے ماسوا سے نفی کردی گئی ہاں لوگوں کے عرف اور فہم، معاملات اور عقلیات میں کسی شے کے خصوصیت سے ذکر کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ماسوا سے اس حکم کی نفی ہے اس پر متاخرین کا عمل ہے۔

قواعد کلیہ اور اصول فقہیہ میں سے ہم نے یہ صرف چھیالیس قواعد مشتے نمونہ از خروارے بیان کئے ہیں ورنہ ایسے قواعد کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے مشہور مالکی فقیہ امام قرافی نے اس قسم کے ۵۴۸ قواعد جمع فرمائے ہیں۔ جن کو انہوں نے اپنی کتاب ''أَنْوَارُالْبُرُوْق فِیْ أَنْوَاءِ الْفُرُوْق'' میں بیان فرمایا ہے۔

بہت سی احادیث اور آیاتِ قرآنیہ ایسی ہیں جن سے اس قسم کے قواعد کلیہ اخذ کئے جاسکتے ہیں جیسے۔

(۱) اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ [1] (۲) مَارَآه الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَعِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ [2] (۳) اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ [3] (۴) وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى [4] (۵) كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ [5] (۶) اَللّٰهُ فِي عَوْنِ عَبْدِهٖ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ [6] (۷) وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا [7] (۸) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ [8] (۹) مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ [9] (۱۰) كُلُّ قَرْضٍ جَرَّنَفْعاً فَهُوَرِبًا [10] (۱۱) دَمُ الْمُسْلِمِ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ حَرَامٌ [11] (۱۲) لاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي

1 ......''اتحاف السادة المتقين''، کتاب عجائب القلب،بیان تفضیل مداخل...إلخ،ج۸،ص۵۲۴.

2 ......''المعجم الأوسط''،الحدیث:۳۶۰۲،ج۲،ص۳۸۳.

3 ......''صحیح مسلم''،کتاب البر والصلة...إلخ،باب المرء مع من أحب، الحدیث:۱۶۵۔(۲۶۴۰)،ص۱۴۲۰.

4 ......پ۶،المآئدة:۲.

5 ......''صحیح مسلم''،کتاب الأشربة،باب بیان أن کل مسکرخمر...إلخ،الحدیث:۷۲۔(۲۰۰۲)،ص۱۱۰۹.

6 ......''صحیح مسلم''،کتاب الذکروالدعاء...إلخ،باب فضل الاجتماع...إلخ،الحدیث:۳۸۔(۲۶۹۹)،ص۱۴۴۸.

7 ......پ۲۵،الشوریٰ:۴۰.

8 ......پ۲،البقرة:۲۲۸.

9 ......''سنن أبي داؤد''،کتاب اللباس،باب فی لبس الشهرة،الحدیث:۴۰۳۱،ج۴،ص۶۲.

10 ......''کنزالعمال''،کتاب الدین والمسلم، قسم الاقوال، فضل فی الواحق کتاب الدین، الحدیث: ۱۵۵۱۲،ص ۹۹.
و''کشف الخفاء''،حرف الکاف،الحدیث:۱۹۸۹،ج۲،ص۱۱۵.

11 ......''صحیح مسلم''،کتاب البر والصلة...إلخ،باب تحریم ظلم المسلم، الحدیث ۳۲۔(۲۵۶۴) ص ۱۳۸۷.
یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی کتاب میں ہمیں نہیں ملی، ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ''کل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه'' ملی، لہٰذا اس کا حوالہ دیا گیا۔...علمیه

www.dawateislami.net

مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ[1] (۱۳) مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا[2] (۱۴) مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَاوَوِزْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا[3] (۱۵) بَشِّرُوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا[4] (۱٦) دَوَاعِيُ الْحَرَامِ حَرَامٌ[5] (۱۷) خَيْرُ الأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا[6] (۱۸) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ[7]

ان تمام قواعد کے ماتحت بے شمار جزئیات ہیں مفتی اورفقیہ غیرمنصوص مسائل میں جن پرکوئی شرعی استدلال نہ ہو نئے پیش آنے والے مسائل میں ان اصول وقواعد کی روشنی میں حکمِ شرعی کی تخریج کرسکتا ہے بشرطیکہ فقہ پر اس کی نظر ہو۔ بارھویں صدی کے بعد سوائے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کسی فقیہ نے ان قواعدفقہیہ اوراصول کلیہ سے مسائل کا استنباط نہیں کیا اور یہ بات علامہ شامی کی خصوصیات میں سے ہوکررہ گئی۔ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی علماءفقہ میں واحد شخصیت علامہ احمد رضاعلیہ الرحمہ کی ہے جنھوں نے مسائل کے استنباط میں بہ کثرت ان قواعدفقہیہ سے استنباط واستخراج فرمایا۔ان کے فتاوٰی رضویہ میں بڑی تعداد میں ان اصول اورقواعدفقہیہ کا ذکر ملے گا یہ اس امر کا شاہدعادل ہے کہ علامہ شامی کی طرح امام احمدرضاعلیہ الرحمہ بھی فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے جن کی نظیر گزشتہ دوصدیوں میں نظرنہیں آتی۔

هٰذَا مَا وَفَّقَنِيَ اللهُ تَعَالٰى جَلَّ وَعَلٰى بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى،رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِ نَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

مُحِبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ

الفقیر ظہیرالدین احمد زیدی غفرلہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ یوم

☆☆☆☆☆

1 ......"المعجم الكبير"، هشام بن حسان على الحسن عن عمران، الحديث ٣٨١، ج١٨، ص١٧٠.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة...إلخ، الحديث: ٦٩ (١٠١٧)، ص ٥٠٨.
و"الترغيب والترهيب"، كتاب الجهاد، الترغيب في الرباط...إلخ، الحديث: ١٩١٠، ج٢، ص١٢٩.

3 ......المرجع السابق.

4 ......

5 ......

6 ......"شعب الايمان"، باب في الملابس والأواني، فصل في كراهية بس الشهرة...إلخ، الحديث: ٦٢٢٨، ج٥، ص١٦٩.
و"كشف الخفاء"، حرف الخاء المعجمة، الحديث: ١٢٤٥، ج١، ص٣٤٦.

7 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء الدال على الخير كفاعله، الحديث: ٢٦٧٩، ج٤، ص٣٠٥.

www.dawateislami.net